سید امور الحسن شاہ سہارنپوری رح

حیات و تعلیمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید

باب اُمور خانقاہ محمدیہ قلندریہ لطیفیہ
نزد درگاہ حضرت خواجہ عزیز مکی رح۔ پاکپتن شریف

سید امور الحسن شاہ سہارنپوری رح
پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَالطِيفُ

سید امور الحسن شاہ سہارنپوریؒ

حیات و تعلیمات

سید امور الحسن شاہ سہارنپوری ؒ

حیات و تعلیمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید
ایم۔اے ' پی ایچ۔ڈی
پرنسپل ' آرمی پبلک سکول اینڈ کالج
چونیاں کینٹ

باب امور خانقاہ محمدیہ قلندریہ لطیفیہ
نزد درگاہ حضرت خواجہ عزیز مکی ؒ پاکپتن شریف

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب = سید امور الحسن شاہ سہارنپوری ؒ
حیات و تعلیمات

مرتب = پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید

پبلشرز = اراکین سلسلہ عالیہ محمدیہ، قلندریہ، لطیفیہ
اموریہ، "باب امور" خانقاہ حضرت سید
امور الحسن شاہؒ نزد خواجہ عزیز مکیؒ
پاکپتن شریف (پاکستان)

کمپوزنگ = فکشن کمپوزنگ سنٹر، لاہور

پرنٹرز = زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

سرورق = ریاظ

سال اشاعت = جنوری 2001ء

تعداد = ایک ہزار

تقسیم کار = (1) فکشن ہاؤس
18- مزنگ روڈ، لاہور
فون: 7249218-7237430
(2) رزاقیہ دواخانہ- اسمٰعیل پلازہ
جیلانی پورہ ستیانہ روڈ- فیصل آباد
فون: 714464-734464

ہدیہ = -/140 روپے

فہرست

مناجات رب جلیل 13
نعت محبوب کبریا ﷺ 15
بلغ العلیٰ بکمالہ 16
منقبت خواجہ غریب نوازؒ 17
منقبت سید امورالحسنؒ 18
ابتدائیہ 21
پیش لفظ 25
تقریظ 27

باب اول

سوانح حیات 33
خاندانی پس منظر 33
ولادت 34
نام امورالحسن کی وجہ تسمیہ 34
چچا زاہد حسنؒ 34
عہد طفولیت کا ایک واقعہ 35
حلیہ مبارک 36
تعلیم سکول اور کالج 36
زمانہ تعلیم میں اولیاء اللہ سے عقیدت 36
ملازمت 37
ازدواجی زندگی 37
پیر و مرشد سے ملاقات 37
اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری 40
شیخ سے والہانہ عشق و شیفتگی 40
عطائے دستار خلافت و اجازت بیعت 42
مسند رشد و ہدایت پر سرفرازی 42
قیام پاکستان 42
پاکپتن میں اقامت 43
درگاہ شریف کی تعمیر 43
چلہ گاہ شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ 44
بے پایاں محبت شیخ 44
مرشد کی بارگاہ میں میرٹھ حاضری 45
دعا کا مخصوص انداز 45
محفل سماع میں دلچسپی 47
حلقہ کی شیرازہ بندی اور اہتمام
نظم و نسق 48
لنگر و دستر خوان کے آداب اور تعلیم 49
غذا اور لباس 49
اخلاق و عادات 50
برادران طریقت سے محبت اور سلوک 51

شریعت اور طریقت 51
مرید اور پیر کا تعلق 52
سالک راہ طریقت 53
مرید کی صفات 53
ارشادات محفل کا انداز 54
خاص فرمان شیخ 54
بیماری اور وصال 55
علالت 56
آخری شب 57
آخری لمحات 58
نماز جنازہ اور تدفین 59
مزار اقدس کی تعمیر 60
منقبت 60
کتاب "مزارات اولیاء پاکپتن شریف" سے اقتباس 62
حضرت خواجہ سید امورالحسن شاہ صابری چشتی رحمتہ اللہ علیہ 62
لوح مزار 63
تبرکات شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ 63
تبرکات سید امورالحسن شاہؒ 64
آپ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء 65
حضرت کے مریدین 65
درگاہ شریف میں ہونے والی تقاریب عرائس 66
پسندیدہ نعتیہ کلام اور مناقب 67
مکتوبات شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ بنام سید امورالحسنؒ 67
آپ کا مقام پیرو مرشد کی نظر میں 75
ارشادات عالیہ 76

باب دوم

تعلیمات شیخ 85
لفظ حق کی تشریح 85
رحمت کی وضاحت 86
نماز اور اس کے ثمرات 86
اسباق راہ طریقت 87
ذکر الٰہی کی فضیلت 87
مرید اور مراد 89
تقدیر اور اس کا مفہوم 89
اہل اللہ اور فقراء کا ہاتھ چومنا 91
نسبی اور نسبتی اخوت کا فرق 91
فاسق اور محروم لوگ کون ہیں؟ 92
استغفار اور درود شریف 92
درود شریف کا اجر و ثواب 92
شریعت اور طریقت 93
ترک دنیا اور مخالفت نفس 95
مرشد سے تعلق کی برکات 96
ادب کی تین قسمیں 97

بیعت کی حقیقت اور ضرورت 98
مرید کے لئے شرائط 100
اقسام بیعت 100
احساس 100
تصوف 101
فیوض و برکات شیخ 101
اوراد و وظائف 101
نافع محبت 102
حفظ مراتب 102
ظن 102
اللہ کا فضل 102
گرفت 103
رحمت خداوندی 103
تغیر اور ارتقاء 103
نظام ربوبیت 103
پیری اور مریدی 104
مرید اور پیر کا تعلق 104
اسمائے الٰہیہ 105
درجات اولیاء 106
کون سی چیز بہتر ہے 106
عبادت کی حقیقت 107
دعا کی اہمیت 107
عارف 108
حفاظت اسلام 109
تواضع و توجہ 109
توبہ 109
تلقین ذکر 109
ناراضگی 110
غذائے جسمانی و روحانی 110
دعا میں انکساری 110
فہم اور تقویٰ 111
اصلاح 111
فیضان نبوت 111
صراط مستقیم 111
اہل اللہ کا تصرف اور فیض 112
کیمیا گری 112
راہ عشق 112
مسئلہ وحدت الوجود 113
خشوع 113
ذکر کے درجات 113
اعتدال فکر 114
تصوف 114
تقدیر 114
کفر 115
شعر و شاعری سے گفتگو 115
حمد باری تعالیٰ 118
سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم 119
درود شریف 120

آداب درود شریف 121
شرف انسانیت 124
نائب حق 125
محبت 125
تخلیق انسانی 126
گناہوں کی گرد 127
توبہ کا دروازہ 127
دل حقیقت آگاہ 128
دل کی روشنی 128
توبہ سے نجات 128
جسم اور روح کے تعلق کا جائزہ 129
توبہ کی توفیق 130
چشمہ فیض 131
اضطراب اور سکون 131
ایمان کی حقیقت 131
اللہ تعالٰی کی معرفت کا حصول 132
اللہ تعالٰی کی رحمت 132
اتباع رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم 132
ایمان اور محبت 132
توحید کا کمال 133
مظاہر قدرت 133
بھلائی کا امیدوار 133
مومن کی زندگی 134
رضا کی منزل 134
مومن اور کافر کی زندگی کا فرق 134
شریعت پر عمل 134
تصوف اور شریعت 135
اسم الٰہی ــــــ اللطیف 135

باب سوم

خزینہ تصوف 137
کشف و کرامات کا سلسلہ 138
میں اور میرا مرشد 146

باب چہارم

شجرہ ہائے طریقت 187
شجرہ شریف رزاقیہ محمدیہ انتظامیہ
لطیفیہ اموریہ 189
ترکیب فاتحہ 191
شجرہ شریف قادریہ رزاقیہ عالیہ
محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ و اموریہ 191
شجرہ شریف چشتیہ صابریہ قدوسیہ
محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ و اموریہ 193
ترکیب فاتحہ 195
شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ
محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ و اموریہ 196
شجرہ شریف عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
انتظامیہ محمدیہ لطیفیہ و اموریہ 198
ترکیب فاتحہ 198

شجرہ شریف سہروردیہ انتظامیہ

محمدیہ لطیفیہ و اموریہ 199

ترکیب فاتحہ 199

ترتیب شریف چشتیہ صابریہ بھیکیہ 200

مختصر اوراد 200

حصار خو یج گانہ قادریہ 200

دعا معظم و مکرم 200

درود معظم 200

دعائے بزرگ 201

درود تنجینا 201

پنج گنج قادریہ 202

اوراد و وظائف 203

توفیق ادب 207

مدینہ منورہ کا زائر 207

مناجات رب جلیل

ترے در پہ خالق ذوالمنن جو مری جبین نیاز ہو
مجھے بیکسی پہ غرور ہو مجھے بے نوائی پہ ناز ہو

مجھے سوز عشق کا ساز دے مجھے درد زہرہ گداز دے
مری مثل شمع کے آبرو یہی مرا سوز و گداز ہو

میری یاس کی شب تار میں مرے غم کے گرد و غبار میں
ترا لطف چارہ نواز ہو تیرا نور جلوہ طراز ہو

مرا روز جلوہ فروز ہو ترے رخ کے نور جمال سے
مری شب کی محفل انس میں تری بوئے زلف دراز ہو

غم ماسوا سے نجات دے مجھے اپنے غم کی برات دے
در غیر مجھ پہ فراز ہو فقط ایک در تیرا باز ہو

کوئی ایسا طرفہ نظام ہو کہ جہاں کا صدق پہ کام ہو
نہ ہوس کے ہاتھ زمام ہو نہ یہ نفس کی تگ و تاز ہو

ہو شہود شاہد راز کا یہ مٹے طلسم مجاز کا
کبھی اے حقیقت مستتر ترے رخ سے جو پردہ باز ہو

مری آنکھ بقعہ نور ہو ترے آفتاب جمال سے
مرے سامنے ترا آئینہ وہ جبین ماہ حجاز ہو

یہ فرش اسفل خاک ہے یہ نجاستوں کا مغاک ہے
مرا سجدہ پایہ عرش پر میری لامکاں میں نماز ہو
دل و دیدہ میں سمائے تو شرار شوق وہ جگائے تو
مرے ارغنون حیات میں یہی پردہ ہو یہی ساز ہو
ہو پیام درد صدا میری، ہو سرود عشق نوا میری
جو فلک کے پردے کا ساز ہو جو ملک کے سجدے کا راز ہو
مرا حسبی اللہ حصار ہو مرا لاتخف پہ قرار ہو
ہو مرا مقام بلند تر جو کمند فتنہ دراز ہو
تجھے ناظرا اتنی ہو فکر کیوں؟ غم و اضطراب کا ذکر کیوں
ترے فکر کار میں رات دن جو تیرا غریب نواز ہو

(خوشی محمد ناظر)

نعت محبوب کبریا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسولؐ
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ

خوشا وہ دل کہ ہو جس میں آرزوئے رسولؐ
خوشا وہ آنکھ جو ہو محو حسن روئے رسولؐ

تلاش نقش کف پائے مصطفیٰؐ کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذرات خاک کوئے رسولؐ

پھر ان کے نشہ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے
جو پی چکے ہیں ازل میں مئے سبوئے رسولؐ

بلائیں لوں تیری اے جذب شوق صل علیٰ
کہ آج دامن دل کھینچ رہا ہے سوئے رسولؐ

شگفتہ گلشن زہراؓ کا ہر گل تر ہے
کسی میں رنگ علیؓ اور کسی میں بوئے رسولؐ

عجب تماشا ہو میدان حشر میں بیدم
کہ سب ہوں پیش خدا اور میں روبروئے رسولؐ

(بیدم وارثی)

بلغ العلیٰ بکماله

شاہنشه ارض و سما بلغ العلیٰ بکماله
وصف رخ او والضحیٰ کشف الدجے بجماله

قرآن باخلاقش گواه حسنت جمیع خصاله
صدقاً یقیناً راسخاً صلو علیه و آله

منقبت

خواجہ خواجگان، خواجہ غریب نواز معین الہند، عطائے رسولؐ
خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

پاک پٹن کی گلیاں چھانیں پہنچی قطب کے دوار
ڈولت ڈولت اجمیر آئی خواجہ کے دربار
گاگریا کو دیکھ کے بھرنا بنہاری انجان
ٹوٹ نہ جائے موری گاگر خواجہ ترے دوار
بجری چمکے میگھا برسے کرے پپیہا شور
ترے در کی جوگن خواجہ رو وے زار قطار
بھری گگریا سب سکھیوں پر خالی مورے پاس
موری بگڑی بات بنا دو ولین کے سردار

(کلام خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھیؒ)

منقبت مرشدی امور رہنماؒ
سید امور الحسن علیہ الرحمتہ

صد نازش حجاب جناب امور ہیں
عارف بھی لاجواب جناب امور ہیں

فیض لطیفؒ دیکھئے گلزار چشت میں
نکہت فشاں گلاب جناب امور ہیں

واللہ یہ مقام! کتاب سلوک میں
اعلیٰ ترین باب جناب امور ہیں

حقا کہ بارگاہ رسالت مآبؐ سے
برحق کہ فیض یاب جناب امور ہیں

گنجینۂ رموز تصوف میں مرحبا
اک در لاجواب جناب امور ہیں

صد آفریں کہ چرخ طریقت شعار پر
تابندہ ماہتاب جناب امور ہیں

اہل نظر پڑھیں گے عقیدت سے جھوم کر
تسکین فزا کتاب جناب امور ہیں

جیلانؒ و دستگیر و معینؒ و فریدؒ سے
ہر طرح فیض یاب جناب امور ہیں

ہم عصر جس قدر بھی ہیں خواجہ امور کے
ان سب کے ہم رکاب جناب امور ہیں

مظہر ہیں بزم عشق میں رب کریم کے
سرمایہ وہاب جناب امور ہیں

ندرت زہے نصیب یہاں مجھ پہ مہرباں
بے حد و بے حساب جناب امور ہیں

نتیجہ فکر: حکیم محمد سلیمان ندرت چشتی اموری فیصل آباد

پہلے پیت گرو سے کرے
پریم نگر میں تب ڈگ دھرے

الٰہی بحق لطیف و امور فقیر
بہر کار مشکل توئی دستگیر

ابتدائیہ

عامتہ الناس کو امن و سکون کا درس اور اسلام کی ترویج و تبلیغ کا کام اولیائے کرام کا مرہون منت ہے۔ ان اکابر اولیائے کرام میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ، بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ، مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، خواجہ گیسو درازؒ، شاہ کلیم اللہ دہلویؒ اور شاہ سلیمان تونسویؒ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں کی کثیر آبادی زوال و انحطاط اور کرب و ابتلاء میں مبتلا تھی۔ ذات پات کے بندھن اور دیگر معاشرتی و سماجی احوال میں بدحالی و بداعمالی اور ابتری کی وجہ سے انسانیت بری طرح کراہ رہی تھی۔ اس قسم کے غیر یقینی حالات اور ایسی مقہور معاشرت کے لئے اسلام کا پیغام رحمت و نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ اولیائے کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں، جنہوں نے برصغیر میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ایسے گرانقدر کارہائے نمایاں انجام دیئے جو بڑی بڑی شان و شوکت کے حامل سلاطین بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے تبلیغ دین، اپنی تعلیمات اور اخلاق حسنہ سے ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا۔ اس سرزمین میں انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی تلقین سے محبت و اخوت، ایثار و اتحاد اور مساوات و یگانگت کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا، جس سے کینہ و نفرت اور کدورتوں سے بھرے ہوئے دل محبت و اخلاص میں بدل گئے۔ تکبر اور غرور سے تنی ہوئی گردنیں مساوات محمدیؐ اور اسلامی اصولوں کے سامنے جھک گئیں چنانچہ قبائل اور ان کے مختلف گروہ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور بڑے تھوڑے عرصہ میں برصغیر پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقے کی کثیر

آبادی نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آج انہی کاوشوں کی بدولت برصغیر میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے۔

صدیوں پر محیط عرصے میں برصغیر پاک و ہند پر معاشی' معاشرتی اور تہذیبی و تمدنی انحطاط و زوال کے کئی دور آئے۔ غیر مسلم اور غیر ملکی حکومتوں کا طوفان پوری استعمارانہ قوت کے ساتھ آیا لیکن فقرائے محمدیؐ کے پائے استقلال میں خم نہ آیا۔ ان فقراء نے اسلامی روح' اسلامی فکر' اسلامی کردار اور اسلامی سرمایہ زندگی کا بھرپور تحفظ کیا۔ ان بزرگان دین نے مسلمانوں کی بالخصوص اور ہندوستان کے باسیوں کی بالعموم اصلاح اور ذہنی استعداد کو بڑھانے کے سلسلہ میں بے مثل کوششیں کیں۔

دراصل ولی وہ شخص ہوتے ہیں' جن کا اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے والی بن چکا ہے اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اطاعت گذاری کی توفیق ہمیشہ کے لئے عطا کر دیتا ہے۔ انہیں معصیت اور خدا کے احکام کی مخالفت سے بچاتا ہے۔ اسی لئے سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ باوجود مالدار ہونے کے وہ فقیر بن جائے۔ باوجود ذی عزت ہونے کے حقیر بنے اور باوجود شہرت کے اپنے آپ کو چھپائے۔

انہی اولیائے کبار کی بے لوث اسلام کی تبلیغ و ترویج کی کاوشوں کی وجہ سے آج تک برصغیر پاک و ہند میں مختلف غیر مسلم قوتوں اور مشنریوں کے بھرپور نشانہ ستم بننے کے باوجود اسلامی سوسائٹی کا شیرازہ منتشر نہیں ہوا۔ اس کی دوسری غالب وجہ اسلام کی ہمہ گیریت ہے۔

صوفیائے کرام کی مخلصانہ جدوجہد' اخلاص عمل اور ان کے حالات زندگی اس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے اسلامی تصوف کے ذریعہ سے نفوس انسانی کو مادی غلاظتوں اور نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق و کردار کی تعمیر و تشکیل کی عظیم الشان تحریک سے کار نبویؐ کو جاری و ساری رکھا۔ اور ان نفوس قدسیہ نے بنی نوع انسان کے اخلاق و کردار اور فکر و عمل میں مثبت تبدیلی لانے کی سعی بلیغ کی۔ اس سلسلہ میں مشائخ متقدمین کے ملفوظات و ارشادات' انسانی فکر کی تہذیب اور تعلیم اخلاق کی سلسبیل و کوثر ہیں اور ان کی پرسکوت روانی قلوب و اذہان کو اعمال حسنہ کے لئے بے

اختیار اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان بزرگوں نے نہ صرف انسانوں کے ظاہری اعمال درست کرنے کی کوشش کی بلکہ وہ چاہتے تھے کہ برائی کے سارے راستے بند ہو جائیں انسان کا دل برائی کی طرف راغب ہی نہ ہو کیونکہ قلبی نجاست' جسمانی نجاست سے بدرجہا بری ہے۔ مشائخ کبار نے روحانی ارتقاء اور بالیدگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ ان کے نزدیک محبت الٰہی' خدمت خلق اور تعلیم اخلاق سے ہی روحانی ارتقاء ممکن ہے اور اسی ارتقاء میں انسانیت کی تکمیل کا راز مضمر ہے۔

موجودہ دور کی مادیت پرستی' نفسا نفسی' ملی و مادی مشکلات' ذہنی و روحانی الجھاؤ' کفر و الحاد اور لاادریت کے پرچار نے تصوف کی حقیقت کو سمجھنے اور سمجھانے میں بڑی رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں۔ صوفیائے کبار نے ہر دور میں انسانوں کو فکر و عمل اور اخلاق و کردار کے سنوارنے کی سب سے زیادہ تلقین کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ خدمت خلق کو قرار دیا ہے۔

زیر نظر تالیف سیدی سندی مولائی چشتی صابری قادری نقشبندی سہروردی سلاسل اربعہ سید السادات شیخ المشائخ حضرت سید امورالحسن شاہ سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات پر مشتمل ایک مختصر جائزہ ہے اور اس کی ترتیب و تدوین کی غرض و غایت صرف اس قدر ہے کہ عصر حاضر کے پرآشوب حالات میں تصوف کی بصیرت کے متلاشیوں کو حضرت علیہ الرحمتہ کے حالات زندگی' افکار و اعمال' اور تعلیمات و ارشادات کے آئینہ میں خود آگاہی و خدا شناسی کی منزل کے حصول میں آسانی میسر آئے اور یاران طریقت کے لئے خار زار حیات میں مشعل راہ بنے۔

اس تالیف کے سلسلہ میں انوار لطیف' شجرہ ہائے مبارکہ' ذاتی و شخصی انٹرویوز اور دیگر مستند ماخذ و حوالوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہر قدم پر صاحبزادہ سید شمیم الحسن کی بھرپور سرپرستی میرے لئے باعث صد خیر و برکت رہی ہے۔ ان کی معاونت کے بغیر یہ کام مکمل کرنا' مشکل ہی نہیں میرے لئے ناممکن بھی تھا۔ ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ مزید برآں ان سب احباب کا شکریہ بھی ادا کرنا بے حد ضروری ہے' جنہوں نے اس کی تالیف و ترتیب اور اشاعت و طباعتی امور

کے سلسلہ میں کسی نہ کسی طرح عملی طور پر تعاون فرمایا ہے۔

حضرت علیہ الرحمتہ کے مدنظر بے شمار تصوف کی کتابیں بالخصوص کشف المحجوب، کیمیائے سعادت، فتوح الغیب اور راہ حق وغیرہ رہتی تھیں۔ ان میں سے کسی کی ارشادات عالیہ یا تعلیمات شیخ میں جھلک نظر آئے تو یہ فطری امر ہو گا۔

صاحبان ذوق اور یاران طریقت کو کوئی کمی، کوتاہی یا فروگذاشت نظر آئے تو اس سے آگاہ فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا فراخدلی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

رب کریم کے حضور دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

محمد مظفر عالم جاوید

18- دسمبر 2000ء

بمطابق 21- رمضان 1421ھ

پیش لفظ

اولیاء اللہ ہر زمانے میں روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ ان کے بلند روحانی درجات و مراتب کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے ایک زمانہ مستفید ہوتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پوری کائنات پر نظر ڈالیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ان گدڑی پوش اور بوریا نشیں فقرائے محمدیؐ نے اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے' وہ بڑے بڑے جاہ و حشم' کروفر اور جلال و کمال کے حامل تاجدار اور شہنشاہ بھی نہ کر سکے۔ ان نفوس قدسیہ کی ضیاء پاشی اور فیض رسانی آج بھی بدستور جاری و ساری ہے۔ ان کے مزارات آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ سسکتے' بلکتے' کراہتے غمزدہ اور دکھی لوگوں کو آسودگی اور طمانیت انہیں کی چوکھٹ پر نصیب ہوتی ہے۔ خاص و عام کو سرمدی سکون میسر آتا ہے۔

دراصل صوفی کی ذات یکتا ہوتی ہے۔ نہ کوئی اللہ کے سوا اسے قبول کرتا ہے اور نہ یہ اللہ کے سوا کسی کو قبول کرتا ہے۔ صوفی پر ذکر حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسے دنیاوی چیزوں کی کوئی خواہش نہیں رہتی اس لئے اس کے نزدیک جدائی اور وصل کوئی چیز نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ اسے فنا کر دیتا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ اپنے انعام سے سرفراز کرتا ہے۔

اس پر آشوب دور میں تسکین قلب و روح کے لئے اولیائے عظام کے اقوال و اعمال' ملفوظات و ارشادات کا پڑھنا ایک بہترین علم و عمل ہے۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر مظفر عالم جاوید نے عارف باللہ' محبوب خدا' قطب وقت' عاشق رسول اللہ' مرشدنا حضرت خواجہ سید امورالحسن شاہ سہارنپوریؒ خلیفہ اعظم حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ کے احوال و تعلیمات کو قلمبند کرنے کی سعی کی ہے۔ امید ہے' عاشقان امور'

مریدان امور' طالبان امور اور دوستان امور کے لئے یہ تالیف مشعل راہ بنے گی۔

نیز اس تالیف سے نیکیوں کا فروغ' معاشرے کی اصلاح اور اجتماعی دینی فوائد حاصل ہوں گے کیونکہ اولیائے کرام کی زندگی سراپا خیر و برکت ہوتی ہے۔ ان کے ارشادات' تعلیمات اور اقوال زریں میں سراسر نیکی کا پیغام مضمر ہے۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کی دینی و روحانی خدمات ہمارے سماج کے ہر طبقہ کے لئے اصلاح احوال کا نادر نمونہ عمل ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اتباع پیر و مرشد' دکھی انسانیت کی بے لوث خدمت اور اسلام کے لافانی مقاصد کو اجاگر کرنے میں گزاری۔ آپ کے انداز مسیحائی نے سینکڑوں مردہ دلوں کو زندہ کرکے انہیں حیات جاوداں بخشی۔ آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ایک روشن اور درخشاں مینار ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ کے ملفوظات سے اصلاح باطن اور قلب و روح کی بالیدگی کے ثمرات حاصل ہوں گے۔ نیکیوں کی طرف ایک خاص رغبت ہوگی جو اہل اللہ کی صحبتوں کا خاصہ ہے۔ خاص طور پر ہماری نئی نسل کو یہ روشنی مل سکے گی کہ اپنے اپنے دور میں اولیائے کبار نے جو دینی اور سماجی خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری موجودہ حالت اور ہمارے موجودہ معاشرے کی دینی اصلاح کے لئے کیسا شاندار نمونہ عمل پیش کرتی ہیں۔

جس جذبہ خیر کے ساتھ یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے' اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور اسے قبولیت حاصل ہوگی کیونکہ اس کا مقصود بھلائی کا فروغ اور سماج کی اصلاح ہے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

سید شمیم الحسن
باب امور پاکپتن شریف

تقریظ

مرشدی قبلہ سید امورالحسن شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے بارے میں کچھ لکھنے کے لئے پروفیسر مظفر عالم جاوید نے اصرار کیا تو میں اپنے دل اور قلم میں ایسی طاقت و توانائی محسوس نہیں کر رہا تھا کہ جس سے میں قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے بارے میں اپنی قلبی وابستگی اور ان سے وابستہ جملہ کیفیات و حقائق کو الفاظ کا جامہ پہنا سکوں۔ بہرحال پروفیسر صاحب کی حوصلہ افزائی کے ساتھ چند کلمات لکھ رہا ہوں۔

جناب قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات 1974ء میں ہوئی۔ میرے پاس اس وقت دو عطر کی شیشیاں تھیں۔ وہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیں تو آپ نے فرمایا "اللہ تمہیں خوشبو والا کر دے۔" اس لمحہ کے بعد عرصہ تک میری یہ کیفیت رہی کہ کسی جگہ بھی گزرتا مجھے خاص خوشبو آتی محسوس ہوتی۔

قبلہ شاہ صاحبؒ کی شخصیت کا سب سے اہم پہلو انسان دوستی تھا۔ جب بھی کوئی مرید یا ملنے والا رجوع کرتا تو ہر ایک کو یہ محسوس ہوتا کہ سب سے زیادہ پیار اور تعلق اسی سے ہے۔

کسی بھی شخص کا چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ ہوتا تو ایسے سماعت فرماتے جیسے دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہو اور سائل کو بات کرتے کرتے تشفی ہو جاتی اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم کسی کو کچھ دیں یا نہ دیں اسے یہ تو یقین ہے کہ اس کا کوئی سننے والا تو ہے۔ (اس نکتہ کی اصل روح جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سننے والی ذات صرف اللہ پاک اور ان کے بعد ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں اور ولی کامل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا پرتو ہوتا ہے۔)

کلام اتنا سادہ اور آسان ہوتا جو ہر معیار کے لوگوں پر برابر اثر انداز ہوتا۔ چھوٹے

چھوٹے فقروں اور عام فہم انداز میں بڑے بڑے مسائل بیان فرما دیتے۔ بسا اوقات انداز محفل ایسا ہوتا کہ ہر کسی کو یہی محسوس ہوتا کہ اسی کی بات اور اس سے ہی ہو رہی ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے متعدد مقامات پر مریدین کے حوالہ سے جو واقعات بیان فرمائے ہیں اور آپ کے ارشادات بیان کئے ہیں' ان سے بھی یہی عکاسی ہوتی ہے۔

قبلہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے پیر و مرشد جناب شاہ عبداللطیفؒ نے اپنی زندگی میں ہر طریقے سے اور زندگی کے ہر حصہ میں آزمایا۔ جس کا تذکرہ اس کتاب میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔ میں ایک واقعہ قبلہ اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیفؒ کی زبانی اور اپنے کانوں سے سنا ہے' بیان کرتا ہوں۔

میری پہلی ملاقات قبلہ اعلیٰ حضرت سے غالباً 1978ء میں ہوئی وہ 1971ء کی جنگ کے بعد پہلی بار پاکستان تشریف لائے تو فیصل آباد سے گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لئے پیپلز کالونی حکیم محمد جمیل ہاشمی مرحوم کے ہاں قیام فرمایا تو سید امورالحسن شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے بارے میں ان سے فرماتے ہیں کہ بھائی صاحب یہ بہت شریف النفس آدمی ہے ہم نے اسے ہر طرح سے آزمایا ہے۔ اب بھی جب یہ ہمارے پاس میرٹھ تشریف لائے تو ہم نے سوچا کہ کہیں صاحبزادے کے مزاج تو نہیں بگڑ گئے ذرا دیکھیں تو سہی اور خاموشی سے "مہترانی" کو اشارہ کر دیا کہ وہ نہ آیا کرے۔ چند دن گزر گئے' ہم روزانہ دیکھتے کہ خانقاہ کی تمام جائے ضرورت صاف رہتی ہیں۔ تو ہم نے سب خدام کو اکٹھے کر کے پوچھا کہ بھائی مترانی شاید کئی روز سے نہیں آ رہی۔ یہ صفائی کون کر جاتا ہے۔ سب نے خاموشی اختیار کی۔ اور اشارہ کر کے ان کا ذکر کیا تو ہم نے جب ان کی طرف دیکھا تو نظر نیچی کر لی تو ہمیں یقین ہو گیا کہ ان میں ابھی تک پیروں کا سا کروفر نہیں ہے تو اگلے روز مہترانی کو بلوا لیا۔

آپ اندازہ کریں کہ یہ آزمائش جب کی گئی تو قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے بے اندازہ مرید ہوں گے اور ہاتھ چومتے ہوں گے اور عمر بھی ستر سال کے قریب ہو گی لیکن ان ہاتھوں میں اور رویہ میں اپنے پیر و مرشد کے سامنے کتنی عاجزی اور تسلیم و

رضا تھی۔

اس کے برعکس مجھے جب قبلہ شاہ صاحب نے دو بار اعلیٰ حضرت کی خدمت میں میرٹھ اور کلیر شریف حاضری کی اجازت دی تو چند ایام کی صحبت میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک پیر نہیں بلکہ ایک بچھڑا ہوا عاشق اپنے محبوب کے تصور میں محو رہتا ہے کبھی اس کی کسی ادا کو یاد کرتا ہے اور کبھی اس کی کسی بات کو یاد کر کے خوش ہوتا ہے۔ 1980ء کے رمضان المبارک میں ایک سحری کے بعد بوقت فجر فرماتے ہیں کہ "میری آخری خواہش یہ ہے کہ جب میں مروں تو "امو" میری قبر پر دو ہاتھ مٹی ڈال دے۔" یہ آپ کی قدر و منزلت اپنے پیر و مرشد کی نظر میں تھی اور چند سال بعد یہ وقت بھی مجھ گنہگار نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت میرٹھیؒ کے وصال کے فوراً بعد قبلہ امورالحسن شاہ صاحبؒ میرٹھ ربیع الاول میں تشریف لے گئے اور ان کے پیر و مرشد کی آخری خواہش بھی پوری ہوئی۔ تعمیر مزار شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ کی ابتداء میں اہل میرٹھ کے ایک گروہ نے ہم پاکستانیوں کی موجودگی میں تعمیر کو روکنے کی کوشش کی اور ایسا محسوس ہوتا کہ لوگ ابھی ہمیں مار دیں گے۔ اس موقعہ پر ہم میں سے بھی کچھ لوگوں کو طیش آیا لیکن حضرت علیہ الرحمتہ نے بولنے سے منع فرما دیا۔ اور اہل میرٹھ سے مخاطب ہوئے کہ "ہم تو اس مزار کی تعمیر کے لئے آئے ہیں اور تعمیر کر کے ہی جائیں گے۔" اس ایک فقرہ کے بعد یہ جم غفیر آپس ہی میں بحث کرتا ہوا خود بخود منتشر ہو گیا اور میں وہاں بنیاد مکمل ہونے تک ٹھہرا' پھر کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔ یہ بات اس لحاظ سے بھی بیان کرنی ضروری تھی کہ میرے سامنے یہ خواہش 1980ء میں اعلیٰ حضرت میرٹھیؒ کی زبان مبارک سے نکلی۔ ان دنوں قبلہ سید امورالحسن شاہ صاحبؒ کی صحت ہر وقت بے یقینی کی زندگی کا اظہار کرتی تھی۔ یہاں تک کہ 1984ء میں آخری بار قبلہ اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیفؒ پاکستان تشریف لائے تو امورالحسن شاہ صاحب عزیز میاں قوال کو فرماتے ہیں کہ میاں یہ معجزے دکھاتے ہیں۔ "دیکھو مجھ جیسے مردوں کو اٹھائے پھرتے ہیں۔" شاید امورالحسن شاہ صاحب کی زندگی اسی خواہش کی تکمیل کے لئے اتنی ہوئی اور وقت نے ثابت کیا کہ فروری 1986ء میں

تعمیر مزار شیخ کے بعد وطن واپسی کے چند ماہ بعد شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کا وصال ہو گیا۔

قبلہ اعلیٰ حضرت میرٹھی اپنے سلسلہ کے ماننے والوں میں سے سب سے زیادہ شفقت سید امورالحسن شاہ صاحب کے مریدین ہی سے کرتے تھے اور جب بھی ان کی خدمت میں ہم حاضر ہوتے تو نہایت شفقت اور پیار سے پیش آتے حتیٰ کہ رخصت کے وقت اداسی سے آنسو بہہ نکلتے۔ دراصل یہ اپنے پیار کرنے والے کی جدائی کا اظہار تھا کہ اس سے نسبت رکھنے والوں کو بھی اتنا عزیز جانتے تھے۔

1982ء ربیع الاول میں شاہ عبداللطیف نے میرٹھ کی خانقاہ میں چند یوم کے لئے قوال کو بلوایا اور چند یوم کی تقریبات میں سنا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ "ہم نے بہت عرصہ سے ڈھولکی پڑوانا بند کر دیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس دور کی سب کی بڑی عبادت بھوکے کو کھلانا اور ننگے کو پہنانا ہے۔" اور اس میں کسی گروہ' فرقہ اور مذہب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ صرف اللہ کی مخلوق ہونا شرط تھی یہاں تک کہ جانور بھی اس زمرہ سے باہر نہ تھے۔ یہ دراصل دکھانے کی بات نہ تھی بلکہ حقیقت میں عملی زندگی کے لئے پیغام تھا کہ

"بھوکے کو کھلاؤ اور ننگے کو پہناؤ۔"

آج بھی اپنے چاروں طرف اور دنیا میں کہیں بھی نظر دوڑائیے آپ کو میرے سلسلہ کے بزرگوں کے اس پیغام کی اشد ضرورت محسوس ہو گی اور اسی پر عمل کرنا ایک بڑا سچ ثابت ہو گا۔

مجھے بہت سے مسائل کا سامنا تھا۔ میں میرٹھ حاضری کے دوران کوشش کے باوجود کچھ عرض نہ کر سکا تو تقریبات کی آخری رات میں صرف اتنا کہہ سکا کہ "میرا کیا بنے گا۔" کچھ توقف کے بعد فرمایا۔ "تمہاری اللہ مدد کرے گا۔" آج بھی زندگی کے ہر موڑ پر میرے کانوں میں یہ آواز گونجتی ہے اور میری زندگی اور آخرت کے لئے یہی ایک دعا سرمایہ بن گئی۔

فروری 1986ء میں جب قبلہ شاہ صاحب میرٹھ سے واپس پاکستان تشریف لائے تو اس وقت میں نے چند احباب کے ہمراہ حاضری کی تمنا کی۔ تمام دن لاہور اور کوٹ

عبدالمالک رابطہ کی مسلسل کوشش کرتا رہا' لیکن حاضری نہ ہو سکی۔ شام کو 8 بجے کے قریب کئی بار کوٹ عبدالمالک اور لاہور کے درمیان چکر لگا کر بھاٹی گیٹ لاہور ایک مکان میں حاضری کی سبیل پیدا ہوئی تو قبلہ شاہ صاحبؒ کی خدمت میں شکایت کی بھائیوں نے رہبری نہیں کی اور میں سارا دن پریشان پھرتا رہا۔ اسی طرح واپسی کے وقت پھر حرف شکایت زبان پر لے آیا تو فرماتے ہیں۔ "دنیا دار اور درویش میں یہی فرق ہے کہ دنیا دار یہ سوچتا رہتا ہے کہ فلاں وقت پر یہ کرتا تو یہ ہو جاتا۔ یہ کرتا تو یہ ہو جاتا لیکن درویش راضی بہ رضا ہو جاتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ جو قدم جس وقت جہاں اللہ پاک کو منظور ہے' وہیں جائے گا۔" اور یہ چند لفظ میری زندگی کے لئے اہم منشور کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب بھی کسی کام میں مجھے اپنی خواہش اور ذات کی نفی ہوتی محسوس ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کی آواز کانوں میں گونج رہی ہے کہ درویش راضی بہ رضا ہو جاتا ہے۔

حکیم سید محمد شکیل احمد
2- دسمبر 2000ء

رزاقیہ دواخانہ
جیلانی پورہ گلی نمبر 2
ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد

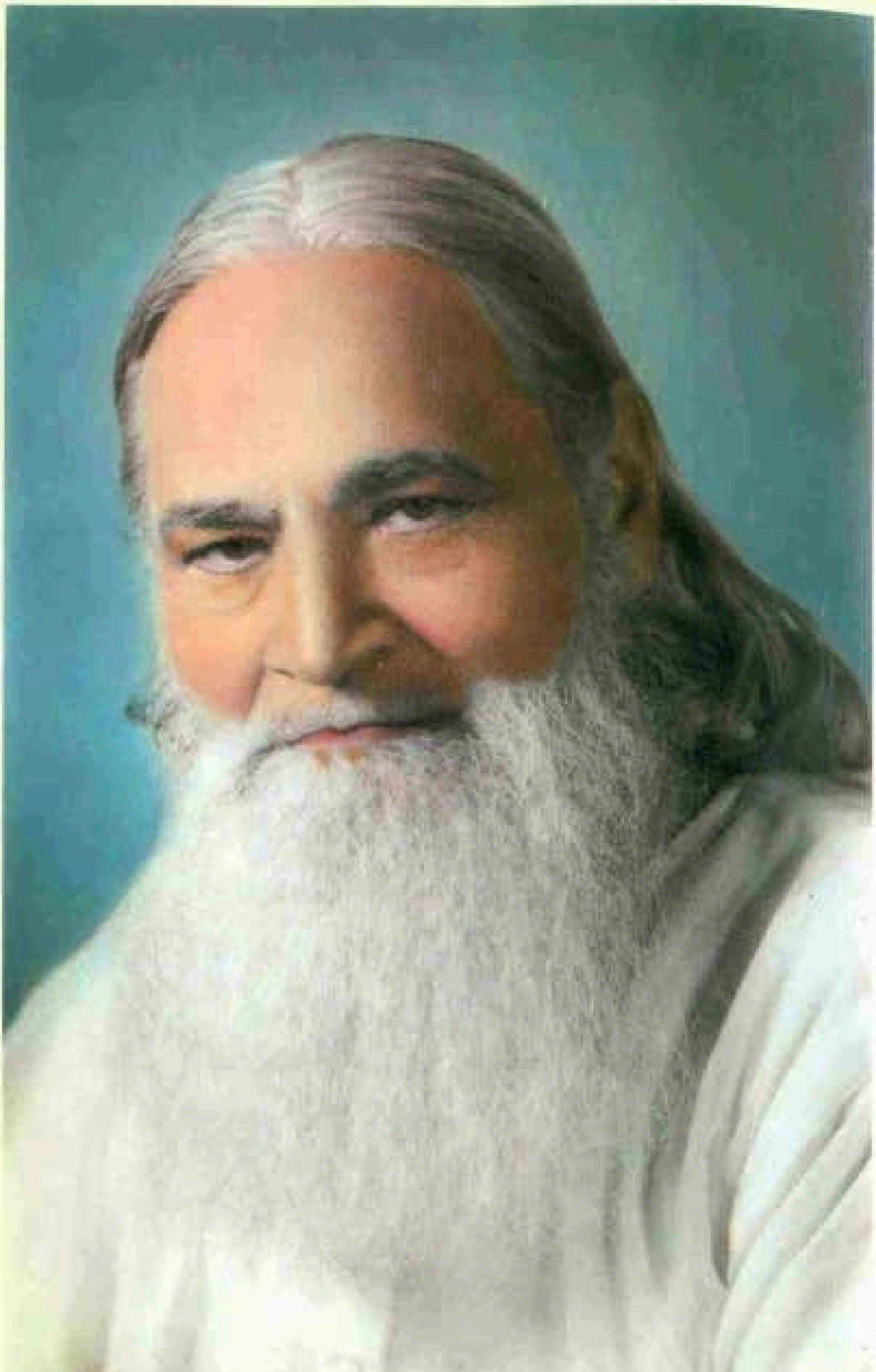

سید امورالحسن شاہ سہارنپوری ؒ 16 اپریل 1914ء - 27 جون 1986ء

باب اول

سوانح حیات

خاندانی پس منظر

سید امور الحسن شاہ رحمتہ اللہ کے آباؤاجداد بغداد سے ہجرت کر کے افغانستان چلے آئے۔ کچھ لوگ وہاں آباد ہوئے اور کچھ پنجاب کی طرف چلے آئے۔ افغانستان میں رہ جانے والوں میں مردان علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ ان کا شمار اپنے وقت کے کامل اہل اللہ فقراء میں ہوتا تھا۔ ان کا عرس آج بھی عقیدت و احترام سے افغانستان میں منایا جاتا ہے۔ پنجاب میں آنے والے فقراء میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اسلاف ہیں۔ جلال الدین معروف بہ جلال سرخ رحمتہ اللہ علیہ سے پنجاب میں اس سلسلہ کے بزرگوں کی آمد شروع ہوتی ہے۔ مخدوم جہانیاں کے والد بزرگوار شیخ احمد کبیر نے آپ کا نام اپنے جدامجد کے نام پر رکھا۔ مخدوم جہانیاںؒ کا 785ھ / 1384ء میں انتقال ہوا۔ جلال الدین مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شریف اوچ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس خاندان کے بزرگوں میں سے کچھ لوگ یو۔پی (انڈیا) میں جا کر آباد ہو گئے۔ سہارنپور میں حضرت سید امور الحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دادا جان گوٹے شاہ کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ گوٹے سے مزین ٹوپی پہنتے تھے۔ ان کا مزار سہارنپور میں مرجع خلائق ہے اور آج تک ان کا ہر سال عرس انتہائی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

سہارنپور کی سرزمین بڑے بڑے اولیاء و علماء کا مسکن و مولد رہی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اسی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ شعبہ علوم حدیث کی برصغیر کی معروف درس گاہوں کا تعلق بھی سہارنپور سے ہے۔ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے معروف درس

گاہ مظاہر العلوم بھی سہارنپور میں بنائی۔ مولوی احمد علی محدثؒ، مولوی منظور النبی محدثؒ، مولوی خلیل الرحمٰن محدثؒ کا تعلق سہارنپور سے ہے اور سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کے خاندان سے متعلق ہیں۔

ولادت

سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ سہارنپور کے سید ایزو حسن کے ہاں سیدہ شریفنے کے بطن سے 16 اپریل 1914ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی بچپن میں پرورش بڑے ناز و نعم سے کی گئی۔ ان کی خدمت میں رئیسی تانگہ اور کلیان گھوڑے ہروقت تیار رہتے۔ جملہ اہل خانہ اس باسعادت فرزند پر ہردم اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔

نام امورالحسن کی وجہ تسمیہ

آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ جس وقت آپ ایک قرآنی آیت مبارکہ کے لفظ ترجع الامور پر پہنچے تو انہیں نومولود کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے فرزند کا نام قرآنی آیت مبارکہ کے لفظ امور پر امورالحسن تجویز کیا۔

آپ کے والدین بچپن میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اور آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کے دادا جان حضرت گوٹے شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور چچا زاہد حسنؒ نے بطریق احسن نبھائی۔ اور ان دونوں بزرگوں نے اس درنایاب کو نایاب بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

چچا زاہد حسنؒ

آپ کے چچا سید زاہد حسنؒ اپنے نام کی نسبت سے زہد میں یکتا تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی زہد و ورع اور عبادت و یاد الٰہی میں گزاری۔ ایک رات جب موصوف عبادت میں مصروف تھے تو آپ کی بیگم صاحبہ نے آپ کے خلوت نشینی کے کمرہ کی طرف جھانک کر دیکھا تو خوف سے ڈر گئیں کیونکہ آپ کے جسمانی اعضاء

کمرے میں بکھرے پڑے تھے۔ آپ نے یہ صورت حال دیکھ کر شور مچا دیا کہ انھیں کوئی قتل کر گیا ہے مگر آپ اپنی اہلیہ کے شور مچانے پر کمرے سے صحیح و سالم باہر آئے اور فرمایا کہ کیوں شور مچاتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد سید زاہد حسن علیہ الرحمتہ کلیر شریف چلے گئے۔ اور خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر ڈیرہ لگا لیا۔ آپ کا مزار شریف بھی کلیر شریف آستانہ عالیہ صابری میں ہے۔

عہد طفولیت کا ایک واقعہ

سید امور الحسن نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا:

"بچپن میں مجھے ایک بیماری نے آ لیا۔ والدین نے سہارنپور کے نامور اطباء سے علاج کرایا پھر دہلی کے اعلیٰ پایہ کے فاضل حکماء کے زیر علاج رکھا۔ آخر تمام طبیب اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ اور مریض چند دنوں کا مہمان' لہذا اس کی ہر خواہش پوری کر دی جائے۔

والدین مایوس ہو کر امید کھو بیٹھے اور اس دن کا انتظار کرنے لگے کہ کب یہ چراغ اجل کی ہوا سے بجھتا ہے۔ میرے سامنے والدین اور عزیز و اقارب آنسو تک نہ بہاتے تھے مگر دل ہی دل میں خون کے آنسو روتے تھے۔ میری والدہ ہر وقت اپنی نظریں میرے چہرے پر جمائے رکھتی تھیں۔ ایک دن میں نے والدہ سے کہا کہ کوفتے کھانے کو طبیعت چاہتی ہے۔ والدہ گھبرا گئیں کہ اگر معاملہ خدانخواستہ گڑبڑ ہو گیا تو تمام زندگی طعنے سننے پڑیں گے۔ دوسری طرف وہ میری خواہش کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہتی تھیں۔ وہ کوفتے تیار کر کے لائیں اور کمرہ بند کر کے میرے سامنے رکھ دیئے۔

پھر کیا تھا میری خواہش پوری ہوئی اور میں تمام کے تمام چٹ کر گیا۔ کچھ دیر بعد میری طبیعت میں ہیجان پیدا ہوا اور پانی پینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی لے کر والدہ کمرے میں آئیں تو ان کو میرے چہرے پر شگفتگی کے آثار نظر آئے۔ میں بھی افاقہ محسوس کر رہا تھا اور شام تک مجھے اپنی طبیعت بہت بہتر محسوس ہونے لگی۔ چند دنوں بعد میں کھیلنے گیا اور خوراک کے لئے اپنی من پسند چیز کا اظہار کر دیا کرتا تھا۔ خوراک

میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور صحت میں بھی۔ ہفتہ عشرہ کے بعد غسل صحت کرایا گیا اور تعلیم کا سلسلہ پھر سے جاری ہو گیا۔

حلیہ مبارک

سید امورالحسن دراز قامت تھے۔ جسم دبلا پتلا تھا نہ فربہ بلکہ انتہائی موزوں تھا۔ اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں۔ سینہ چوڑا تھا۔ کھلے کھلے ہاتھ پاؤں، ہتھیلیاں بھری ہوئی اور کلائیاں چوڑی تھیں۔ انگلیاں لمبی تھیں۔ ایڑیاں نازک، سرخ و سپید رنگت، کشادہ پیشانی، آنکھیں موٹی موٹی اور سرگیں، روشن بھویں، ابھرے ہوئے گال، گردن قدرے بلند اور صراحی دار، پتلے پتلے ہونٹ، سر کے بال شانوں تک آتے اور سیدھی مانگ، کبر سنی میں کمر قدرے خمیدہ تھی، ریش مبارک کے بال بکثرت سفید ہو چکے تھے، مونچھیں ترشواتے تھے، سر بڑا مگر موزوں، چہرہ پر وقار اور جمال و ملاحت سے بھرپور تھا اور ہر دیکھنے والا آپ کی خوب روئی سے متاثر ہوتا۔

تعلیم سکول اور کالج

سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ کی دینی و دنیاوی تعلیم آپ کے دادا حضرت گوٹے شاہ علیہ الرحمتہ اور چچا زاہد حسنؒ کی زیر نگرانی سہارنپور ضلع یو۔پی میں ہوئی۔

آپ نے سہارنپور کے اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اپریل 1931ء میں بورڈ آف ہائی سکول اینڈ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن الہ آباد یو۔پی سے رول نمبر 289 کے تحت پاس کیا۔ سہارنپور کالج سے ہی گریجویشن کیا۔

زمانہ تعلیم میں اولیاء اللہ سے عقیدت

آپ کی دنیاوی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ آپ کی روحانی تربیت بھی آپ کے دادا جان اور چچا زاہد حسنؒ نے کی۔ ان کے فیضان صحبت کا اثر ہے کہ آپ اوائل عمری سے اولیائے کبار اور بزرگان دین سے بھرپور عقیدت کا اظہار فرمانے لگے۔ آپ کے دادا جان اور چچا موصوف کی بدولت گھر پر ہی آپ کی بہت سے درویشوں سے

ملاقات ہوتی تھی۔ آپ انہیں عقیدت سے ملتے اور فیض یاب ہوتے۔

ملازمت

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے درس و تدریس کا شعبہ اختیار کیا۔ اور اپنے ہی کالج میں بطور اسسٹنٹ ماسٹر ملازمت کر لی۔ آپ سال 1944ء تک اسلامیہ کالج سہارنپور میں خدمات انجام دیتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد اپنے پیرو مرشد کے ارشاد کی تعمیل میں ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ پہلے جہلم میں بطور انسپکٹر محصول چنگیات تعینات ہوئے پھر راولپنڈی میونسپل کارپوریشن میں بطور ٹیکس سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر لی۔ دوران ملازمت آپ کے جملہ افسران نے یہی رپورٹ لکھی کہ آپ انتہائی ایماندار' فرض شناس اور سخت محنت کرنے والے تھے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں سے کماحقہ' عہدہ براہ ہونے کے بعد آپ نے شیخ کے فرمان کے مطابق اپنی شریک حیات سے خدمت خلق کی اجازت لی۔ اس نیک خاتون نے بھی اس کار خیر میں رکاوٹ نہ ڈالی اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

ازدواجی زندگی

جب آپ رزق حلال کمانے لگے تو آپ کے چچا جان کو آپ کی شادی کی فکر ہوئی۔ تلاش بسیار کے بعد آپ کی شریک حیات کے لئے ایک معزز خاندان کی نیک سیرت اور دینی تعلیم سے آراستہ خاتون خدیجہ بیگم سے آپ کا ناطہ جوڑ دیا' جن کا آپ نے تاحیات بہت خیال رکھا۔

آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔

پیرو مرشد سے ملاقات

ایک بار آپ نے پیرو مرشد سے ابتدائی رابطے اور پہلی ملاقات کے بارے میں فرمایا:

"میں ٹینس کا بہت شوقین تھا اور کبھی کبھی رڑکی (سہارنپور میں ایک قصبہ کا نام

جہاں سے مخدوم کلیری رحمتہ اللہ علیہ کے لئے سواری ہر وقت مل جاتی تھی) میچ کھیلنے کے لئے اپنے تانگے پر جایا کرتا تھا۔ ایک دن میچ کھیلنے جا رہا تھا کہ میرے ایک ہمسایہ نے کہا۔ صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے۔ "رڑکی کا۔" میں نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگے' ہمارے ایک بزرگ ہیں' ان کو اپنے ساتھ لیتے جائیں' میں نے کہہ دیا بٹھا دو تانگہ میں۔

وہ بزرگ راستہ میں تمام وقت مجھ سے گفتگو میں مصروف رہے' انہوں نے مخدوم پاکؒ جانا تھا کیونکہ ان دنوں عرس کا اہتمام ہو رہا تھا۔ جب رڑکی پہنچے تو اترتے وقت انہوں نے فرمایا "کیا کبھی میرٹھ بھی گئے ہو۔" میں نے کہا۔ "کبھی میچ کھیلنے جانا پڑتا ہے۔" "کبھی اتفاق ہوا تو اس پتہ پر آنا۔ میں وہیں رہتا ہوں' حسب توفیق خدمت کروں گا۔"

چند ماہ بعد ایک میچ کھیلنے میرٹھ جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر خیال آیا کہ چلو اس درویش کو بھی مل لیں۔ انہوں نے کھانے کا اہتمام کیا' بعد طعام میں واپس گھر آ گیا' مگر محسوس ہو رہا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ میرٹھ چھوڑ آیا ہوں۔

ایک بار پیر و مرشد حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی سہارنپور آئے ہوئے تھے۔ آپ باغ سے شام کو گھر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہو گیا۔ آپ نے تانگہ رکوایا اور شاہ صاحب کو تانگہ میں بٹھا کر گھر لے آئے اور خوب خاطر مدارت کی۔ اگلے دن شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ کو حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس میں شمولیت کے لئے کلیر شریف جانا تھا۔ شاہ عبداللطیفؒ نے آپ کو بھی عرس پر آنے کی دعوت دی۔ اتفاق ہے کہ شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ کے کلیر شریف جانے کے بعد صاحبزادہ سید عظیم الحسن اور ان کی ہمشیرہ دونوں بیمار ہو گئے۔ اہل خانہ بہت پریشان تھے۔ آپ کو شاہ صاحب کی دعوت کا خیال آیا اور ان سے دعا کا بھی۔ آپ بچوں کو بیماری کی حالت میں کلیر شریف لے گئے۔ شاہ عبداللطیف آپ کو اور بچوں کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ بکرا منگوا کر صدقہ دیا اور دعا کی۔ بچوں کو اللہ تعالیٰ نے صحت کاملہ عطا کی اور صحت یابی کے ساتھ

کلیر شریف سے واپس لوٹے۔

ایک موقع پر شاہ عبداللطیف میرٹھی نے پوچھا' صاحبزادے میچ کس طرح کھیلتے ہو۔ میں نے ریکٹ (Racket) پکڑ کر کہا۔ جب گیند آتا ہے تو "ہمت ترے کی کمہ کر زور سے ریکٹ مارتا ہوں اور اسی طرح پوائنٹ بڑھالیتا ہوں اور بس میچ جیت جاتا ہوں۔" وہ بہت مسکرائے اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

اسی طرح سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور انس و موانست کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔ اگر کبھی کوئی پریشانی ہوتی تو شاہ صاحب سے بیان کر دی جاتی۔

ایک دن سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اس پر شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ اس کام میں جہاں کافی پریشان خود بھی ہوئے اور ہمیں بھی کیا۔ خیر دیر آید درست آید۔ شاہ صاحب نے آپ کو اپنی غلامی میں لے لیا۔

آپ نے دینی اور روحانی تعلیم کی تکمیل کے لئے محلہ شاہ ولایت میں ایک بیٹھک کرایہ پر لی اور شاہ صاحب کے ساتھ رہنے لگے اور اپنی دینی و روحانی منازل طے کرنی شروع کیں۔

ایک دن شاہ عبداللطیف میرٹھی کو اطلاع ملی کہ آپ (سید امور الحسن) کو کسی نے مخدوم پاک جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر کیا تھا۔ شاہ صاحب نے تانگہ لے کر کلیر کا رخ کیا۔ دیکھا تو آپ شیروں کے اوپر بیٹھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ (کلیر شریف سے جو نہر رڑکی کی طرف آتی ہے وہ ایک جگہ دریا کے اوپر سے گزرتی ہے' وہاں نہر کے دونوں جانب شیر بنے ہوئے ہیں) بس پھر کیا تھا' انہوں نے پکڑ لیا اور گھر لا کر ایک کرسی پر باندھ دیا اور کرسی کو اوپر کھینچ دیا اور پٹائی شروع کر دی۔ شاہ عبداللطیف کہتے کہ بلا اپنے حمایتی کو اور سید امورالحسن فرماتے کہ آپ کے سوا میرا کون حمایتی ہو سکتا ہے۔ شاہ صاحب کا ہاتھ نہ رکتا تھا۔ اور ادھر سے یہی جواب ملتا تھا کہ آپ کے سوا میرا حمایتی کون ہو سکتا ہے۔ جب شاہ عبداللطیف مارتے مارتے تھک گئے تو آپ کو کرسی سے اتارا۔ دونوں ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اسی دوران تمام بیٹھک اچانک خوشبوؤں

سے مہک اٹھی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اعلان فرمایا کہ "ہم تیرے بیٹے کے حمایتی ہیں۔" دونوں بزرگ کافی دیر تک جمال دل افروز سے مستفید ہوتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد شاہ عبداللطیف میرٹھی نے اپ کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ "امو" (شاہ عبداللطیف علیہ الرحمتہ آپ کو پیار سے پکارتے تھے) آج میری محنت وصول ہوئی۔ تمہیں مبارک ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے قبول کر لیا۔ اس ارشاد کے سننے کے بعد آپ بہت روئے۔

آپ کے ایک مرید ڈاکٹر جان عالم نے ایک بار عرض کیا کہ میری دلی خواہش ہے کہ کسی صحابیؓ کی زیارت ہو جائے تو آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: " مجھے دیکھ لو۔"

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری

سید امورالحسن اوائل جوانی سے درگاہ حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ (کلیر شریف) تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ سے بیعت کے بعد بھی کلیر شریف آنا جانا رہا۔ اس کے علاوہ آپ دہلی۔ اجمیر شریف۔ ملتان۔ لاہور اور پاکپتن کے مزارات پر تشریف لے جاتے رہے۔

شیخ سے والہانہ عشق و شیفتگی

سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ عشق تھا۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد جب مسلمانوں نے ہندوستان سے ہجرت کی تو آپ کے سب اہل خانہ سہارنپور سے پاکستان چلے آئے مگر آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں میرٹھ ٹھہر گئے۔ شاہ عبداللطیف نے کئی مرتبہ آپ کو پاکستان بھیجنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہمیشہ خاموشی اختیار کی۔ آخر جب حالات بہت خراب ہو گئے اور آخری ٹرین کی ہندوستان سے روانگی کا اعلان ہو گیا تو شاہ صاحب نے بذات خود آپ کو حکم دے کر

اشکبار آنکھوں سے ٹرین پر سوار کرایا اور فرمایا: "امو" تمہیں خدا اور اس کے رسولؐ کے سپرد کیا۔ سب کچھ مل جائے گا مگر "امو" کہاں سے لاؤں گا۔ اچھا! اللہ خیر سے پھر ملائے۔ ان جذبات کا اظہار شاہ عبداللطیف علیہ الرحمتہ نے اپنی مراسلت میں بھی کیا جو بہت سے خطوط انہوں نے وقتاً" فوقتاً" لکھے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ کے تمام خطوط کو ایک جگہ جمع کر رکھا تھا۔

ہندوستان سے آنے کے بعد سید امورالحسن کے دل میں پیرو مرشد کی محبت و الفت میں بہت اضافہ ہوا۔ اور جب کوئی پیر بھائی یا ملنے والا خصوصاً میرٹھ سے آتا تو آپ گھنٹوں اس سے شاہ عبداللطیف کی باتیں کرتے نہ تھکتے تھے۔

آپ کو اپنے شیخ سے انتہائی والہانہ شیفتگی تھی اور اس بات کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کو شیخ کی جانب سے جب کوئی خط یا رقعہ میرٹھ سے آتا تو اس کو بار بار پڑھتے تھے اور اس کو چومتے تھے اور اس کو محفوظ کر لیتے تھے۔ شاہ عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ کے خطوط میں روحانی و باطنی تعلیم و تربیت کا التزام ہوتا تھا اور ہدایات۔ آپ ان ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کرتے تھے اور دوسرے پیر بھائیوں کو بھی بتا دیا کرتے تھے مثلاً خانقاہوں کے بارے میں ایک خط میں مرقوم تھا کہ خانقاہوں کو ذکر اور فکر سے آباد کرنا چاہیے۔ ان کو سرائے نہ بنا لیا جائے۔ خانقاہ میں جو بھی ٹھہرے یا رہے' اسے اپنا وقت ذکر و فکر اور عبادت الٰہی میں گزارنا چاہیے۔ ذکر شیخ اور محبت شیخ میں غرق رہنا چاہیے۔

شاہ عبداللطیف میرٹھ سے جب بھی پاکستان تشریف لاتے تھے تو آپ اپنی ملازمت اور بچوں کے فکر سے بے نیاز ہو کر پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کو جب بھی اعلیٰ حضرت کی آمد کی اطلاع ملی۔ آپ فوراً" دفتر چھٹی کی درخواست بھجوا دیتے اور خود پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ کئی مرتبہ آپ کی چھٹی کی درخواست منظور نہ ہوئی تو آپ نے استعفیٰ بھجوا دیا جو کبھی بھی منظور نہ ہوا۔ جب تک آپ کے پیرو مرشد پاکستان میں قیام فرماتے' آپ پورا وقت ان کے ساتھ رہتے حتیٰ کہ بارڈر کراس کرا کے ہندوستان رخصت کر کے اپنی ڈیوٹی پر آ کر حاضر ہوتے تھے۔

عطائے دستار خلافت و اجازت بیعت

شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ نے آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی تو سب سے پہلے سید شمیم الحسن کو اپنی گود میں لے کر اور خود کو شمیم الحسن کا ضامن قرار دے کر آپ کی غلامی میں دے دیا۔ اس طرح سے سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ اس طرح سے آپ کا پہلا مرید بننے کی سعادت سید شمیم الحسن کو ملی۔ علاوہ ازیں اب سید سعیدالحسن اور سید فریدالحسن صاحبزادگان سید شمیم الحسن بھی سلسلہ امور یہ میں داخل ہیں۔

مسند رشد و ہدایت پر سرفرازی

پاکستان آنے کے بعد آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم پر خدمت خلق اور اپنے دینی بھائیوں کی خدمت اور تعلیم و تربیت کا کام سنبھالا۔ جب شاہ عبداللطیف پاکستان سے میرٹھ چلے جاتے تو پھر آپ دینی و دنیاوی معاملات میں بھائیوں کی مدد اور رہنمائی فرماتے۔ اور حضرت کی تعلیمات کو خوب فروغ دیتے۔

قیام پاکستان

ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں آ کر آپ نے راولپنڈی میں اقامت اختیار کی تھی۔ وہاں کی ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد لاہور چلے آئے۔ ان دنوں شاہ عبداللطیف میرٹھ سے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور رنگ محل میں محترم سراج الدین صاحب کے ہاں مقیم تھے۔ اب اعلیٰ حضرت نے آپ کو سلسلہ کی ترویج اور تبلیغ دین کے لئے ہمہ تن متوجہ ہونے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق عمل شروع کر دیا۔ عامتہ الناس کی بالعموم اور سلسلہ کے پیر بھائیوں کی بالخصوص تربیت فرمانے لگے۔

اسی دوران میں سید امورالحسن نے پاکستان کے مختلف علاقوں کا سفر کیا جو تبلیغ دین اور سلسلہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ بھائیوں کی تربیت کے لئے مخصوص تھا۔ اور اس

سفر کے دوران اکثر یہ ارشاد بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہا ہوں' جہاں سکون سے بیٹھ کر ذکر کر سکوں۔

پاکپتن میں اقامت

قریباً ہر سال یا جب بھی اعلیٰ حضرت میرٹھ سے آتے تو پاکپتن شریف حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر اپنے مریدین کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ پرانے راستے پر دروازے کے بائیں جانب دو کمرے لے کر ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ مریدین کے ساتھ حضرت خواجہ عزیز مکیؒ کے مزار مقدس پر فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔ درگاہ شریف سے ملحقہ مسجد کے ساتھ زیریں زمین کو دیکھ کر رونے لگے کہ اس زمین پر رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہاں پر خانقاہ بننی چاہیے۔ سب مریدین کے سامنے یہ بات ہوئی اور دراصل یہ خاص اشارہ جس ہستی کے لئے تھا' انہوں نے اس کو پلے باندھ لیا۔

درگاہ شریف کی تعمیر

حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی کے پاکستان سے جانے کے بعد آپ نے اپنے مریدین کو اعلیٰ حضرت کی بات سنائی تو آپؒ کے مریدین نے آپ کی خواہش کے احترام میں مئی 1973ء میں خانقاہ کے لئے وہی قطعہ زمین خرید لیا جس کی نشان دہی اعلیٰ حضرت نے کی تھی۔ اس جگہ پر سید امورالحسن نے خانقاہ محمدیہ قلندریہ لطیفیہ کی بنیاد رکھ دی۔ یہ جگہ بہت گہری تھی اور اس میں بہت گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ خانقاہ کی موجودہ جگہ میں آٹھ' نو فٹ تک بھرتی ڈالی گئی۔ خانقاہ کی تعمیر پہلے جھونپڑی بنا کر شروع کی گئی۔ اس کے بعد کچی اینٹ کی تعمیر کی گئی۔ اس کے بعد پکی اینٹ اور سیمنٹ سے تعمیر کا آغاز ہوا۔ اس طرح سے خانقاہ عالیہ تعمیر کر کے آپ نے اپنے پیرو مرشد کے فرمان کی تکمیل فرمائی۔

چلہ گاہ شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ

پاکپتن درگاہ شریف کے وسط میں ایک زیر زمین تہہ خانہ تعمیر کرایا گیا۔ ہندوستان سے شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ تشریف لائے تو وہ اس تہہ خانہ میں عبادت و ریاضت میں منہمک رہے اور چلہ کش رہے۔ آپ کے واپس ہندوستان چلے جانے کے بعد ایک مدت گزرنے کے بعد سید امورالحسن شاہ صاحب نے اس میں مٹی ڈلوا کر بند کرا دیا۔ آج آپ کا مرقد منور عین اسی چلہ گاہ کی جگہ تعمیر شدہ ہے اور اسی جگہ کو آپ کا مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ نے اپنی چشم بصیرت سے نور کی بارش ہوتی دیکھی تھی۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ نے مرشد کے حکم کی تعمیل کی اور اسے دوام بخشا اور اسی جگہ کو اپنے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پسند فرمایا۔ جس مسجد ملحقہ درگاہ حضرت عزیز مکیؒ میں بیٹھ کر حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی نے یہ سب کچھ فرمایا تھا۔ آپ نے اس مسجد کو شایان شان طریقے سے ازسرنو تعمیر کرایا۔ مسجد کو وسعت دی اور آج دو بزرگوں حضرت عزیز مکیؒ اور سید امورالحسن شاہؒ کے مزارات کے درمیان یہ خوبصورت مسجد موجود ہے جو اس کے فضل و کرم سے آباد رہتی ہے۔

بے پایاں محبت شیخ

شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ سے سید امورالحسنؒ کو بے پایاں محبت تھی۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ سید شمیم الحسن نے بیان فرمایا کہ میرے لئے یہ حکم تھا کہ جب بھی اعلیٰ حضرت ہندوستان سے تشریف لائیں۔ میں اپنی تنخواہ سے ایک نفیس سا جوڑا بنا کر دیا کروں۔ وصال سے پہلے جب آخری بار اعلیٰ حضرت میرٹھ سے پاکستان تشریف لائے۔ تو ان دنوں عدیم الفرصتی اور کام کی زیادتی کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ جب اعلیٰ حضرت کی واپسی کا وقت قریب آیا تو پھر سید امورالحسن کی جانب سے دو پیغام آئے کہ شاہ صاحب سے آ کر مل لو مگر مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ جانا بڑا دشوار اور مشکل نظر آ رہا تھا۔ جب اعلیٰ حضرت کے جانے میں ایک دو دن باقی رہ گئے تو آپ نے خط لکھا کہ اعلیٰ حضرت سے آ کر مل لو چاہے ایک گھنٹہ کے لئے آؤ اور اگر نہ آئے تو

میرا اور تمہارا تعلق ختم۔ یہ رقعہ انہیں ائیرپورٹ پر ملا۔ انہوں نے اسی وقت چھٹی لی اور دوسری فلائٹ سے لاہور چلے آئے۔ سید امورالحسن انہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ دعائیں دے کر فرمانے لگے کہ اعلیٰ حضرت انہیں کئی دنوں سے بہت یاد کر رہے تھے۔ جاؤ سلام کرو۔ ان کا جوڑا دو اور اجازت لے کر ڈیوٹی پر جاؤ۔ جب وہ اعلیٰ حضرت کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کا ذکر خیر جاری تھا۔ اعلیٰ حضرت فرما رہے تھے کہ بھاگنے نہیں دیتے ڈھیل ضرور دیتے ہیں۔ لاؤ ہماری چیز اور جائیں اپنا کام کریں۔ دراصل تعلقات میں مضبوطی اور استواری بھی خدا دوست ہی برقرار رکھتا ہے اور وہی نبھاتا ہے۔ عام آدمی تو صرف دنیاوی معاملات تک ہی اپنا تعلق محدود رکھتا ہے۔ ایسی گرانمایہ اور بلند ہستیوں کی قدر و منزلت کا اندازہ ان کی رحلت کے بعد ہوتا ہے۔

مرشد کی بارگاہ میں میرٹھ حاضری

ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر کے آنے کے بعد آپ نے پیرو مرشد کی بارگاہ میں حاضری کے لئے کئی بار میرٹھ کا سفر اختیار کیا۔ جب آپ میرٹھ تشریف لے جاتے تو پھر وہاں سے اعلیٰ حضرت کے ہمراہ سہارنپور' دہلی اور کلیر شریف بھی جاتے تھے۔ عام طور پر میرٹھ جانے کے بعد آپ کا قیام زیادہ تر پیرو مرشد کی درگاہ میں ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر سن کر آپ انتہائی بے قرار ہو گئے اور آپ پر ایک ایسا کرب کا عالم طاری ہو گیا کہ ایسی اضطرابی اور اضطراری حالت آپ کی کسی نے بھی پہلے نہ دیکھی تھی۔ آپ میرٹھ تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ کے مرقد منور پر مزار شریف کی تعمیر تک وہیں مقیم رہے۔

ہندوستان اور پاکستان کی بڑی درگاہوں پر حاضری کی سعادت کے علاوہ آپ نے عمرہ اور حج کے لئے سعودی عرب کا بھی سفر اختیار کیا اور زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے۔

دعا کا مخصوص انداز

آپ کی مجلس میں جب بھی کوئی شخص اپنے کسی معاملہ کے لئے عرض کرتا تو آپ

ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ دعا کے وقت آپ کے لہجہ میں رقت اور دلی تڑپ ہوتی تھی۔ آپ اپنی دعا میں حاضرین محفل کو بھی شامل فرمالیا کرتے تھے۔ دعائے بزرگ جو آئندہ سطور میں من و عن درج کی جا رہی ہے' آپ بطور خاص پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے اللہ کے ہاں کونسی کمی ہے۔ آپ جب دعا ختم فرماتے تھے تو اس وقت دکھی دلوں کو ایک گونہ سکون اور طمانیت حاصل ہو جاتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے مصائب اور دکھ درد ختم ہو گئے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس غائب سے ایسے اسباب پیدا کر دیتی تھی کہ جس سے جملہ مشکلات رفع ہو جاتیں اور حاجات بر آتیں۔ آپ محبوب رب العالمین تھے۔ راقم الحروف کا کئی سال رابطہ رہا اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں کہ آپ نے جس کے لئے دعا کی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے پوری نہ کی ہو۔ آپ جیسے محبوب رب سینکڑوں سالوں کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ صرف دعا کے قائل تھے اور آپ نے ہمیشہ خضوع و خشوع اور دلی درد کے ساتھ دعا کی۔ پڑھنے کے لئے بھی بڑے مختصر اوراد و وظائف کی تلقین فرماتے تھے۔ اور ان کے بارے میں بھی ارشاد فرماتے تھے کہ جب ذہن پر بوجھ پڑے' چھوڑ دو۔ تعویذ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو عمل سے عاری ہیں۔ عمل نہیں کر سکتے۔ بہت مجبوری میں تعویذ عطا فرماتے تھے۔ اور وہ بھی کسی سے فرمادیا کرتے تھے اور وہ لکھ دیا کرتا تھا۔

آپ کی مخصوص دعائے بزرگ درج ذیل ہے:

اللھم بارک علینا و ادفع عنا بلاء نا یا رؤف لبیک و اغفر لبیک و اکرم لبیک و ارحم لبیک و اشفع لبیک و اعظم تعالٰی لبیک و ان اللہ یبعث من فی القبور و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین امین' یارب العالمین۔

ترجمہ: اے اللہ ہم پہ برکت نازل فرما اور ہم سے ہماری بلاؤں کو دور فرما۔ اے مہربان میں حاضر ہوں۔ اور بخش دے میں حاضر ہوں اور عزت دے میں حاضر ہوں اور رحم فرما میں حاضر ہوں اور شفاعت قبول فرما میں حاضر ہوں اور تو بلند اور عزت والا

ہے میں حاضر ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اپنی تمام مخلوقات سے افضل حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر سب پر تیری رحمت سے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے قبول فرما' اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

یہ دعا بڑے خوبصورت انداز میں شائع بھی ہوئی اور اس کے نیچے سید امورالحسن شاہ صاحب نے تحریر کرایا کہ اس کی اشاعت فخرِ اولیاء محب الفقراء قطب دوراں واقف اسرار و رموز حقیقت' قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین پیر و مرشد حضرت قبلہ شاہ عبداللطیف محمدی زنجانی سجادہ نشین شاہ ولایت رحمتہ اللہ علیہ (میرٹھ شریف) کے فرمان کے مطابق کی گئی ہے۔ اور اپنی ذات کے لئے انکساری اس قدر کہ نیچے تحریر کرایا: پیش کردہ دربان امورالحسن۔

مندرجہ بالا دعا کے علاوہ درج ذیل دعا موسومہ بہ دعائے بزرگ کبیر ہے۔ اس کے بارے میں ارشادِ گرامی ہے کہ اس دعا کو سات مرتبہ پڑھنا چاہیے لیکن تصور کے ساتھ۔ یہ بھی ہر مرض سے شفاء کے لئے اور ہر حاجت کے روا کے سلسلہ میں اکسیر ہے:

اللھم یا صانع کل مصنوع و یا جابر کل کسیر و یا حاضر کل خلائق و یا مونس کل فقیر و یا" صاحب کل غریب و یا شافع کل مریض و یارزاق کل مرزوق و یا خالق کل مخلوق و یا حافظ کل محفوظ و یا فاتح کل مفتوح و یا غالب کل مغلوب و یا مالک کل مملوک و یا شاہدہ کل نجوی و کاشف کل کربتہ" مکشوف اجعلنی من امری لی مرتفٰی قلبی نداہ جو اعد و سوالک صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا الرحم الراحمین۔

محفل سماع میں دلچسپی

محفل سماع کو مشائخ چشت اہل بہشت میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس سے

اہل محبت کے دلوں میں حرکت اور ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ سماع میں بے خودی معرفت کا سبب بنتی ہے اور وجدانی کیف و سرور سے کئی گرہیں کھل جاتی ہیں۔ انشراح صدر حاصل ہوتا ہے۔ حجابات دور ہو جاتے ہیں اور جب کوئی مسند نشین صاحب نظر ہوتا ہے تو وہ اپنے یاران طریقت کو عالم بالا کے اسرار و رموز سے آگہی کے ساتھ ساتھ باطنی صلاحیتوں کی نشوونما اور تعمیر کرتا ہے۔ قوالی کا تعلق براہ راست تزکیہ نفس و باطن سے ہے۔ سماع میں پیر طریقت اپنے مشاہدات' کشوفات اور مقلات طریقت سے اپنے مریدین کو آگاہ کر کے منزل مقصود تک لے جاتا ہے۔ سید امور الحسن سماع میں مناقب اہل چشت اور ہندی چیزیں بکثرت سنتے۔ ہندی انداز سماع کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ دل کو رقت بخشتی ہیں اور اس سے دل عاجزی اور انکساری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دوران سماع جو شعر وجدانی کیف کو بڑھا دیتا' قوال سے اس کی کئی بار تکرار کراتے' اس سے پوری محفل پر ایک رقت انگیز رلا دینے والی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ خاص شرائط کے ساتھ سماع کو حب الٰہی اور حصول معرفت کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ آداب محفل سماع ان کے نزدیک وہی تھے جو پیران عظام سلسلہ چشتیہ میں مروج رہے ہیں۔

حلقہ کی شیرازہ بندی اور اہتمام نظم و نسق

پاکپتن قیام کے بعد آپ نے اپنے مریدوں اور عوام کی اصلاح و تربیت اور رشد و ہدایت کا کام بڑے پیمانہ پر شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے فیوض و برکات سے ملک کے کئی شہروں سے لیکن بالخصوص لاہور' فیصل آباد' ملتان' جڑانوالہ وغیرہ سے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔ آپ کی برکت سے بہت سی مخلوق راہ راست پر آئی۔ آج بھی ملک کے ہر کونے میں آپ کے مرید کثرت سے موجود ہیں۔ آپ کی کرامات و خوارق آپ کے مریدین پر بخوبی واضح ہیں۔ خالق کی بندگی اور اطاعت میں انہماک کے باوجود آپ مخلوق خدا کی خدمت'

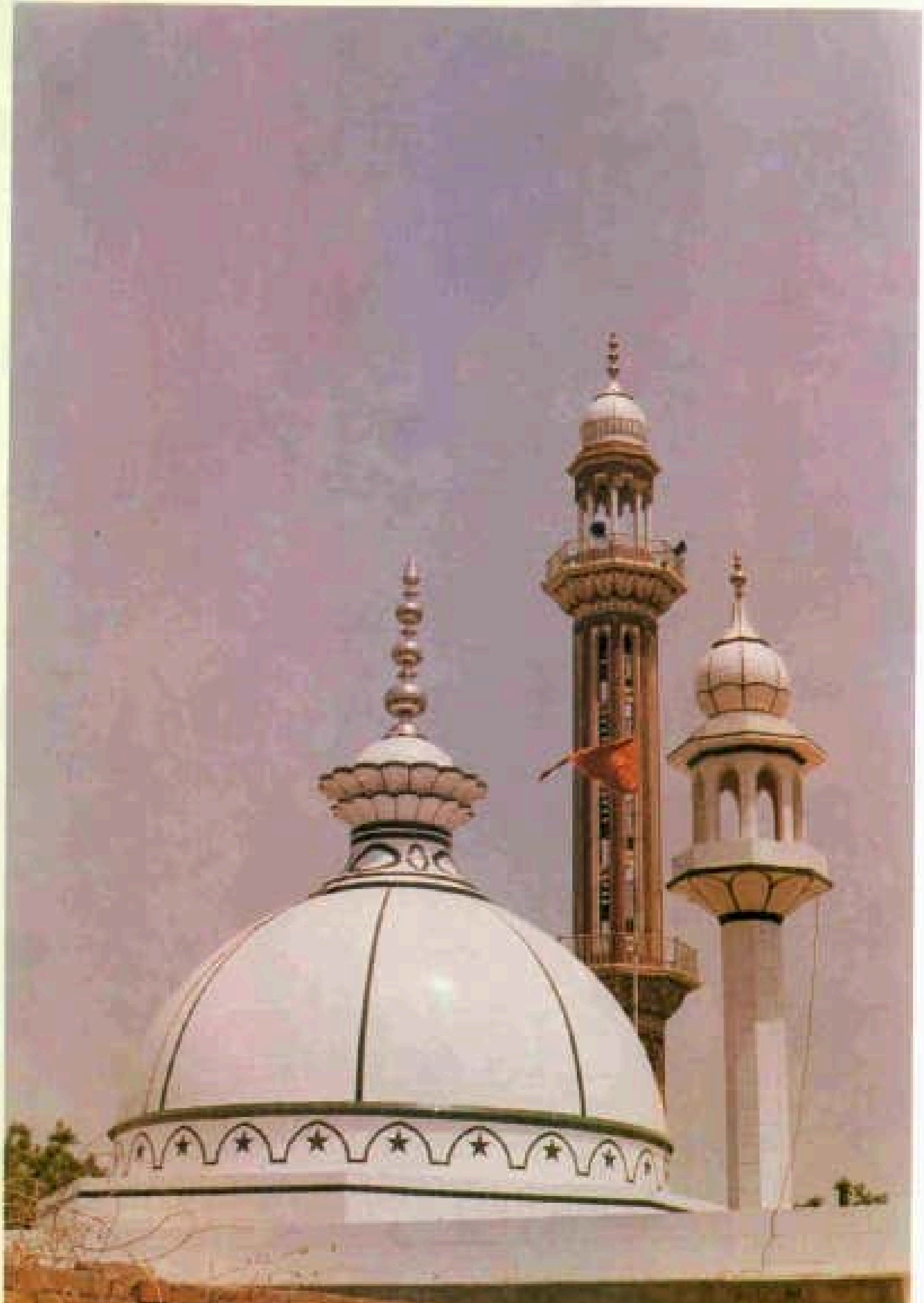

گنبد مزار

دلجوئی اور راہ راست پر لانے سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ ہر وقت ان کی بھلائی اور ہمدردی کے لئے کوشاں اور فکرمند رہتے۔ کسی کی ذرا سی تکلیف کا حال سن کر بے قرار ہو جاتے۔ ہر ایک پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ تربیت اور اصلاح احوال کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔

لنگر و دسترخوان کے آداب اور تعلیم

مرید یا غیر مرید جو شخص بھی خانقاہ میں آتا ہے۔ اسے سب سے پہلے لنگر کھلایا جاتا ہے۔ حضرت علیہ الرحمتہ کے دور سے آج تک یہ معمول چلا آ رہا ہے۔ آپ لنگر کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ درگاہ سے بغیر لنگر کھائے نہیں جانا چاہیے خواہ خشک روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ملے۔ اس میں جسمانی امراض کے لئے شفاء اور روحانی بالیدگی مضمر ہے۔

اس درگاہ عالیہ میں لنگر کے معاملہ میں کسی بھی شخص کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ سب کے لئے ایک جیسا لنگر ہوتا ہے۔ یہ آپ کی کرامت ہے کہ آج تک خانقاہ میں ہر زائر کو ہر وقت لنگر ملتا ہے۔

غذا اور لباس

آپ بہت سادہ اور مختصر غذا تناول فرمایا کرتے تھے۔ دلیہ آپ کی مرغوب غذا تھی جو بالعموم نمکین ہوتا تھا۔ دسترخوان پر اور لوگ بھی شریک ہوتے تو اس لئے کہ وہ سیر ہو کر کھانا تناول کر لیں، آپ دیر تک آہستہ آہستہ ان کا ساتھ دیتے تھے۔

آپ کا لباس عام طور پر لمبے کرتے اور پاجامہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ سر پر کلدار اونچی کپڑے کی ٹوپی پہنتے تھے اور دونوں کندھوں پر سلسلہ کا مخصوص سرخ اور سبز رنگ کا لمبا رومال ہوتا تھا۔ آپ کے لباس سے درویشانہ شان جھلکتی تھی، جس سے آپ ہمیشہ بے نیاز رہتے تھے۔

اخلاق و عادات

سید امور الحسن رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات میں جو پہلو ہر چیز پر غالب نظر آتا تھا وہ ان کے مزاج کی عاجزی اور انکساری تھی۔ طبیعت میں بے پناہ سادگی تھی۔ یہی صفات ہر شخص کو ان کا گرویدہ اور مشتاق بنا دیتی تھیں۔ موصوف اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کسی معاملہ میں اپنی برتری یا کسی خاص امتیاز کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ مریدین اور حاضرین مجلس پر انتہا درجہ کی شفقت فرماتے تھے۔ نام و نمود سے نفور تھے۔ دوران مجلس کوئی تحفہ' شیرینی یا پھل وغیرہ جو آتے تھے' اسی وقت حاضرین محفل کو تقسیم کرا دیتے تھے۔ کبر سنی کے باوجود اپنے تمام اوارد و وظائف پوری پابندی اور تن دہی سے ادا فرماتے تھے۔ اگر کوئی نذر پیش کرتا تو قبول فرما لیا کرتے تھے مگر ساتھ ہی فرمایا کرتے تھے کہ بھی خواہ اٹھنی یا چونی (آدھا روپیہ یا روپیہ کی چوتھائی رقم) نذر پیش کرو مگر وہ پورے خلوص دل اور پوری عقیدت و محبت سے پیش کرنی چاہیے۔

خادموں' درویشوں اور حاجت مندوں کی خاطرداری اور دلجوئی ان کا پسندیدہ اور محبوب مشغلہ تھا۔ عیش و آرام سے دور رہتے' ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ مخلوق خدا کی دل دہی انہیں بہت عزیز تھی۔ اپنے مزاج کے خلاف اور ناگوار بات کو بھی دوسروں کو محسوس نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ کی بزرگی' خدا ترسی' عظمت' تقدس اور عبادت و ریاضت کا ہر کوئی معترف ہے۔ دوست کی یاد اور محبت میں مشغولیت اور محویت کی وجہ سے رات کا زیادہ حصہ بیداری کے عالم میں گزارتے تھے۔ حلم و عفو اور درگزر آپ کے مزاج میں بہت تھا۔ فیاضی اور سخاوت میں بھی فرد فرید تھے۔ عادات و خصائل کے لحاظ سے ہم بڑے اختصار سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ' سماع' فقر و فاقہ' استغنا' نرمی و ملاطفت' تواضع و انکساری' ضرورت مندوں کی حاجت برآری اور ارباب دل سے کنارہ کشی کے سے اوصاف بہت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

برادران طریقت سے محبت اور سلوک

آپ اپنے پیر بھائیوں کو دلی عقیدت اور احترام سے ملتے تھے۔ اور ان کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی درگاہ شریف پر تشریف لاتے تو ان سے امتیازی سلوک کرتے۔ ان کے آرام و آسائش کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ ایسی خندہ پیشانی اور محبت و موانست سے ملتے جیسے کوئی عظیم نعمت اور دولت میسر آئی ہے۔ چہرے پر ایک خوشی اور بشاشت کی لہر واضح نظر آتی تھی۔ غالباً اس طرح سے آپ اپنے پیر و مرشد کی متابعت قولاً، فعلاً، قلباً" اور قالباً کرنا چاہتے تھے۔

شریعت اور طریقت

آپ شریعت اور طریقت کو دو جداگانہ خانوں میں تقسیم نہیں کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ طریقت عین شریعت ہے اور شرع متین کی پابندی کے بغیر طریقت کا حصول ناممکن ہے۔ شریعت توحید اور معاملات کا بیان ہے جبکہ طریقت باطن کی صفائی، تہذیب اخلاق اور اعمال ظاہری کی آراستگی کا نام ہے۔ شریعت بدن کو گناہ سے محفوظ رکھنے کا نام ہے اور طریقت دل سے کدورت نکالنے کا نام ہے۔ شیخ طریقت وہی ہو سکتا ہے جو علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت جانتا ہے۔

ان کے نزدیک طریقت کے ذریعہ سے انسان کی روحانی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے حقائق و رموز تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح طریقت کو ہم اللہ تعالیٰ تک رسائی اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کا علم قرار دے سکتے ہیں۔ نیز اسے منزل مقصود تک رسائی اور حصول عرفان کا عملی طریقہ قرار دے سکتے ہیں۔

ایک مبتدی کے لئے جس علم و آگہی کی ضرورت ہے وہ شریعت پیش کرتی ہے اور طریقت روحانی تربیت ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک رسائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس تک مشائخ اور اولیائے کرام کے ذریعہ سے ہی شرف باریابی حاصل ہوتا ہے۔

اہل طریقت روحانیت اور دیگر مذہبی امور میں رہبری اور رہنمائی انجام دیتے ہیں۔

دراصل صوفیاء' اولیاء اور فقراء کے تمام سلاسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔ جس بھی صوفی سے استفسار کیا جائے گا وہ اپنا سلسلہ روحانیت اپنے بزرگان سلسلہ کے ذریعہ سے اور توسل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بتا دے گا۔

شیخ طریقت کے سایہ عاطفت میں آ جانے کے بعد انسان ایک نئے ماحول سے روشناس ہوتا ہے۔ بندشیں کھل جاتی ہیں' رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں' زنجیریں کٹ جاتی ہیں اور عالم ملکوت کے بالائی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ جب شیخ طریقت مختلف مراحل طے کرا دیتا ہے تو پھر سالک کو اپنے پورے سفر کی حقیقت اور اپنی حقیقت سے واقفیت و آگاہی ہو جاتی ہے۔ حقائق کی معرفت کے بعد سالک حقیقی معنوں میں انسان کامل بن جاتا ہے۔ اس میں بس اتنا فرق ہے کہ ہر انسان اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ہی تکمیل ذات کے مختلف مدارج طے کرتا ہے۔

تکمیل ذات کو عام طور پر حاصل کرنے کے لئے شرعی عبادات پر عمل ایک راستہ ہے۔ اس میں مذہب کی حقیقت کو جاننا اور تمام قوانین پر صحیح عمل کرنا ہے۔ یہ راستہ اگرچہ لمبا اور خشک ہے مگر خطرات سے خالی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی شریعت اسلامیہ میں جن عبادات کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے کہیں بڑھ کر زیادہ عبادات اور ریاضات شاقہ پر عمل کرے۔ یہ طریقہ پہلے طریقے سے بھی مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت ہی بہتر ہوتے ہیں۔ تیسرا طریقہ سب سے آسان' پرکیف اور دلچسپ ہے اور یہ ہے' عشق و محبت کا راستہ مگر یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

مسلمان صوفیاء سختی سے مذہب کے پابند ہوتے ہیں نیز ان کی رہبری و رہنمائی کے لئے آزمودہ مسلم عقائد اور اصول موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہر مقام پر مرشد کامل کی ہدایت ملتی رہتی ہے۔

مرید اور پیر کا تعلق

مرید اور پیر کا تعلق اس وقت استوار ہوتا ہے جب مرید اپنے پیر کی پوری طرح

متابعت اور پیروی کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی کامل فقیر کبھی بھی کوئی غیر مشروع کام نہیں کرتا۔ پیر کے لئے لازم ہے کہ وہ نماز' روزہ کی پابندی کرے' رات کو قیام کرے' یتیموں کی سرپرستی کرے' بیماروں کی عیادت کرے' ذکر و فکر میں مشغول رہے' سخی ہو' دنیاوی مال و زر کی محبت نہ رکھتا ہو' موت کو یاد رکھتا ہو اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہو۔

سالک راہ طریقت

سید امورالحسن راہ طریقت کے سالک کے بارے میں فرماتے تھے کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرے۔ فرائض پر سختی سے کاربند ہو۔ نوافل زیادہ سے زیادہ پڑھے۔ قناعت اختیار کرے۔ تنہائی میں کلمہ طیبہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ کبھی بے وضو نہ رہے۔ کم کھانا چاہیے۔ اور اکثر روزہ رکھنا چاہیے خلوت نشینی کی عادت اپنائے۔ ریاضت کرنی چاہیے۔ ریاضت یہ ہے کہ کم کھائے' کم سوئے' کم بات کرے' لوگوں سے کم ملے' ہلکی پھلکی غذا کھائے' گوشت ہفتہ میں صرف ایک بار کھائے' امانتوں کا خیال رکھے' آنکھ کی امانت یہ ہے کہ صرف مشروع چیزوں کو دیکھے' ہاتھ کی امانت یہ ہے کہ صرف لینے کے قابل چیز لے' منہ کی امانت یہ ہے کہ صرف کھانے کے قابل چیز کھائے' ناک کی امانت یہ ہے کہ صرف سونگھنے کے لائق چیز کو سونگھے اور دل کی امانت یہ ہے کہ اپنے دل سے غیر اللہ کو نکالے اور صرف حق تعالیٰ کو جگہ دے۔ رزق حلال و طیب کھائے' جب تک سالک کا دل دنیا کی آلودگی سے پاک صاف نہ ہو گا' اس وقت تک قرب الٰہی حاصل نہ ہو گا' اپنے شیخ طریقت کی صحبت اختیار کرے تاکہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو۔ عبادت و اطاعت زیادہ سے زیادہ اختیار کرنی چاہیے۔ حکمرانوں اور دولتمندوں سے دور رہے تاکہ حقیقت کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہوں۔

مرید کی صفات

آپ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ مرید کو اپنے پیر سے دلی عقیدت و

ارادت ہونی چاہیے۔ مرید کو پیر کی پیروی اور اطاعت کرنی واجب ہے۔ پیر کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے تاکہ باطنی اصلاح ہو۔ مرید کو غرور، تکبر، جھوٹ، غیبت اور دیگر برائیوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے بعد طریقت کا راستہ ملے گا اور جب طریقت کی منزل سے آگے بڑھے گا تو پھر حقیقت کی منزل حاصل کرے گا۔ لازم ہے کہ مرید شیخ کامل کی صحبت سے مستفید ہو۔

ارشادات محفل کا انداز

سید امورالحسن علیہ الرحمتہ اپنی محفل میں حاضرین کی علمی اور ذہنی استعداد کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ گفتگو میں آپ کا لہجہ بہت نرم اور شستہ ہوتا تھا۔ ہر ایک شخص کی بات کو پوری توجہ اور انہماک سے سنتے تھے اور پھر باتوں کو سن کر ان کا جواب بڑے تحمل اور خوش دلی سے دیا کرتے تھے۔ مخاطب لوگوں کے شعور اور ادراک کے مطابق گفتگو فرمانے کے بعد ہر ایک کی جداگانہ تشفی فرماتے اور پھر خصوصی دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں شعائر اسلامی اور دین متین کی تبلیغ کر جاتے تھے۔ بلا مقصد اور زیادہ باتیں کرنے سے اجتناب فرماتے تھے۔ ان کی ہر بات موقع محل کے مطابق اور دلنشیں ہوتی تھی۔

خاص فرمان شیخ

سید امورالحسن علیہ الرحمتہ زندگی کے آخری ایام میں ہر مرید کو یہی تعلیم فرماتے تھے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو یاد کرو۔ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کو یاد رکھو۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ محبت و الفت شیخ قائم کرو جو تمہیں اللہ کی یاد اور سنت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کرتا ہے۔

آپ نے اپنے جملہ مریدین کو بالخصوص اور اپنے محبین کو بالعموم ہدایت فرمائی کہ میرے اس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھول مت جانا، آتے جاتے رہنا، کسی اور کی طرف رخ نہ کرنا، خانقاہ کو آباد رکھنا، ذکر و فکر کی محافل سے خانقاہ کو سجانا، فاتحہ پڑھنا اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے حضور بیان کرنا، انشاء اللہ اس ناچیز کی لاج اللہ تعالیٰ رکھے

گا اور ہر جائز خواہش اور تمنا میرا اللہ اپنے غیب کے خزانوں سے پوری کر دے گا۔ جب کوئی اللہ کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے کہے کی لاج رکھتا ہے اور اپنی مخلوق سے کسی نہ کسی کو اپنے بندے کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے اور پھر اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کو نوازتا ہے اور پھر تاقیامت ایسی جگہوں سے فیضان عام جاری و ساری رہتا ہے' اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ والے مرتے نہیں ہیں بلکہ پردہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا فیض پردہ کرنے کے بعد دوچند ہو جاتا ہے یعنی اللہ کی طرف سے خاص مہربانی و عنایات اور دوسرے اللہ کریم کی جانب سے مامور خدمتگار کا فیض اس طرح سے دونوں شامل حال ہو جاتے ہیں۔

فیض عام ہے یاران طریقت کے لئے
لوٹ لے جس کا دل چاہے باب امور سے

بیماری اور وصال

پاکستان سے اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے ہندوستان آخری بار جانے سے قبل ارشاد فرمایا تھا کہ میں تمہارے پیر کو بھی ساتھ لے جا رہا ہوں۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ اس مرتبہ آپ کے ساتھ میرٹھ تو نہ گئے مگر بارڈر پر دم رخصت شاہ عبداللطیفؒ کی طبیعت اس قدر بوجھل اور مکدر ہوئی جو پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی آنکھوں سے آنسو نہ رکتے تھے اور نہ تھمتے تھے۔ آپ اپنے بچوں کو شفقت آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے مگر اس میں حسرت و حرماں کا پہلو بھی واضح طور پر جھلک رہا تھا۔ دراصل مرد حق آگاہ بخوبی واقف تھا کہ یہ میرا اپنے بچوں کا آخری دیدار ہے۔ وہی ہوا اور پھر چند ماہ بعد اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر مل گئی۔

اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ کے وصال کی خبر سن کر آپ کی طبیعت بہت بوجھل ہو گئی تھی۔ آپ بہت سنجیدہ ہو گئے اور خاموشی اختیار کرنے لگے۔ بستر پر لیٹے ہوئے دائیں بائیں اس طرح بے چینی و بیقراری سے کروٹیں بدلتے تھے' جس طرح

کوئی بہت سخت تکلیف اور کرب و اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ چند دنوں کے بعد آپ میرٹھ روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ قریباً چار ماہ مقیم رہے اور اس دوران آپ نے اعلیٰ حضرت کے مرقد منور پر مزار شریف تعمیر کرایا۔

میرٹھ سے واپسی کے بعد آپ کی طبیعت کا بوجھل پن اور اضطراری کیفیت کم ہو جانے کی بجائے دن بدن بڑھنے لگی۔ آپ کا انداز تکلم بھی حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی ؒ کے انداز گفتگو میں ہو بہو بدل گیا۔

دراصل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے انتقال کی خبر سن کر پرانے مریدوں کو اس بات کا بخوبی احساس ہو گیا تھا کہ اب حضرت علیہ الرحمتہ زیادہ دیر ہمارے ساتھ نہ رہیں گے۔ وہی ہوا اور شاہ امورالحسن علیہ الرحمتہ بھی نو ماہ بعد اپنے شیخ سے جا ملے۔

علالت

16- رمضان المبارک 1404ھ آپ کو ہچکی کی تکلیف شروع ہوئی۔ اس سے طبیعت میں انتشار اور بوجہ علالت نقاہت بھی ہونے لگی۔ 20_ رمضان کو محمود شاہ صاحب پاکپتن آئے اور آپ کو لاہور لے گئے۔ یہاں آپ نے حاجی منظور صاحب (وسن پورہ' لاہور) کی رہائش گاہ پر یوم شہادت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' کی نیاز اور فاتحہ میں شرکت فرمائی۔

راقم الحروف سحری کے وقت واپسی فیصل آباد کے لئے اجازت طلب کرنے کی غرض سے قدم بوس ہوا تو ارشاد فرمانے لگے' پروفیسر صاحب! آپ کو اللہ کے سپرد کیا۔ میں نے پروگرام پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ دو مریدوں نے نئے گھر بنائے ہیں' ان کا گھروں پر لے جانے کا اصرار ہے۔ اس سے فراغت کے بعد کوٹ عبدالمالک اور پھر وہاں سے اسلام آباد جانے کی تیاری ہے آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور۔

بہن بشیراں نے بتایا کہ ستائیسویں رمضان کی رات آپ نے روزہ رکھا اس وقت آپ کو تیز بخار ہو گیا۔ آپ ابھی روزہ رکھ کر لیٹے ہی تھے کہ فرمانے لگے' تین بزرگ ہمیں ملے ہیں' ان کے ارشاد کے مطابق آگے کا سفر بند ہے اور پاکپتن شریف اپنے

ٹھکانے پہنچنے کا حکم ہے اس لئے سامان جلدی سے باندھ لو اور چلیں۔

محمود شاہ صاحب کو فون کر کے بلایا اور فرمایا کہ ہمیں پاکپتن پہنچا دو' وہ گاڑی لے آئے۔ آپ نے فجر کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا۔ سامان گاڑی میں رکھ کر پاکپتن چلے آئے۔ راستہ میں آپ فرمانے لگے۔ انشاء اللہ اب کبھی کوٹ عبدالمالک نہیں آئیں گے۔

آپ اس طرح 27 ویں رمضان کو پاکپتن تشریف لے آئے۔ ہچکی کی تکلیف روز آخر تک چلتی رہی۔

چند دنوں بعد عید آ گئی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف علیہ الرحمتہ کے حجرہ کی صفائی کرائی۔ سب چیزیں سجا دی گئیں۔ عمدہ بستر بچھایا گیا' اگربتی سلگائی گئی۔ فرمانے لگے' میں رات یہیں ٹھہروں گا' رات کا کھانا بھی یہیں کھاؤں گا اور ناشتہ بھی یہیں کروں گا۔

درگاہ شریف میں مقیم سب خادموں کو بلایا۔ فرمانے لگے کہ میرے بعد کوئی بھی آئے تو اس کمرہ میں صرف عبادت کی اجازت ہے۔ سونے کی نہیں ہے۔ ہم دونوں بھی اس کمرہ میں آیا کریں گے۔

ان دنوں آپ پاکپتن شریف کے ڈاکٹر جعفری کے زیر علاج تھے۔ آپ نے چھوٹی اور بڑی باجی (بیٹیوں) سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ادھر نواسی ثمینہ نے اسلام آباد میں رٹ لگائی شروع کر دی کہ نانا ابو کے پاس چلو۔ عید کے فوراً" بعد عشرت بھائی' دونوں بیٹیاں اور بچے آ گئے۔ بچے حضرت کے سینہ پر نانا ابو کہہ کر لپٹ گئے۔ واپسی پر اہل خاندان ابھی بابا صاحب علیہ الرحمتہ کی گوڑی تک ہی گئے تھے کہ شدید گرمی کی وجہ سے واپس چلے آئے۔ "نانا ابو ہم پھر واپس آ گئے۔" حضرت سب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

آخری شب

پچھلے چند دنوں سے ڈاکٹر جعفری گلوکوز کی بوتلیں لگا رہے تھے۔ جمعرات کو ڈاکٹر

جعفری آئے۔ رضی بھائی اور ڈاکٹر صاحب قریباً ایک گھنٹہ کھڑے باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے کہا' جس جس کو بلانا ہے۔ آپ اطلاع کر دیں۔ اسلام آباد اطلاع دی گئی اور ساتھ ہی بھائی شمیم الحسن صاحب کو دوبئ اطلاع کرنے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ لاہور محمود شاہ صاحب کو بھی اطلاع کر دی گئی۔

جمعرات کو لاہور کے تمام بھائی حضرت علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق گڑھی شاہو میں محفل ذکر کا اہتمام کر رہے تھے۔ دستر خوان سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ حضرت کی طبیعت کے سخت خراب ہونے کی اطلاع ملی۔

رات گیارہ بجے آپ نے چورن طلب فرمایا اور پھر رات تین بجے دوبارہ مزید طلب فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اب دنیا کا کھایا پیا دنیا میں ہی رہ گیا۔ اب اگر ہم چار دن بھی پڑے رہیں گے۔ اب ہمارا کچھ نہ بگڑے گا۔ ہمارے سلسلہ میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب جنازہ ہوتا ہے تو قوالی بھی ساتھ ہوتی جاتی ہے۔ جنازہ پڑا ہو تب بھی کام ہوتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں رکتے۔

صبح کی اذان ہوئی۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کھانے کے لئے کچھ طلب فرمایا۔ بہن بشیراں سے فرمایا کہ تم اپنی مرضی سے کچھ کھلا دو۔ انہوں نے آلو بخارا کا شربت بنا کر پیش کیا۔ انڈا ابال کر دیا اور چائے بنا دی۔ اس میں سے آپ نے صرف ایک گھونٹ شربت پیا۔

آخری لمحات

بھائی محمد رمضان لاہور سے آئے تو آپ کے لئے ایلچی ساتھ لیتے آئے۔ انہوں نے اس کا عرق نکال کر پیش کیا۔ آپ نے وہ تھوڑا سا عرق نوش فرمایا۔

لاہور سے محمود شاہ' جان عالم اور احسن شاہ آ گئے تو انہیں دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ محمود شاہ صاحب نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں آپ کو لاہور لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ گاڑی کی اگلی نشست جو فولڈنگ تھی' اس کو چارپائی کی شکل دے دی۔ آپ گاڑی تک تشریف لائے مگر یہ کہہ کر: "چھوڑو یار سفر

میں کون سفر کرے۔" واپس تشریف لے گئے اور گفتگو فرماتے رہے۔

قریباً دس' پون دس بجے گڑھی شاہو' لاہور کے کچھ بھائی بھی تشریف لے آئے آپ پوری تسلی سے گفتگو فرماتے رہے۔ لاہور کے احباب سے اوراد و وظائف کے بارے میں استفسار فرمایا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی پوچھ رہے تھے کہ ابھی دس نہیں بجے۔

پھر آپ نے غربی دیوار کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "تمام باہر نکل جاؤ۔" احسن شاہ صاحب دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ محمود شاہ سرہانے کی طرف سرک گئے۔ ڈاکٹر جان عالم پائنتی کی طرف بیٹھ گئے۔ بھائی رمضان سے فرمایا کہ کروٹ دلوا دو۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا علیہ راجعون صبح کے سوا دس بجے کا وقت تھا۔ 19۔ شوال 1404 ہجری بمطابق 27۔ جون 1986ء۔

نماز جنازہ اور تدفین

بھائی ذوالفقار نے محنت اور لگن سے صندوق تیار کیا۔ عشرت بھائی سے رابطہ قائم کیا اور اطلاع بھائی شمیم الحسن صاحب کو دے دی گئی۔ دوسرے دن قریباً نو' ساڑھے نو بجے بھائی شمیم الحسن بھی دوبئی سے تشریف لے آئے۔ انہوں نے خرچ شدہ رقم کی ادائیگی کر دی۔

حافظ غلام علی شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کی مجوزہ جگہ پر دفن کر دیا گیا۔ تدفین کے وقت بھائیوں کی حالت اور کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس لئے ان کربناک لمحات کو ضبط تحریر کرنا محال ہے۔

الٰہی صدقہ پیران عظام
دم آخر ہو میرا نیک انجام
طفیل آل اصحاب سرفراز
ہو تیرا فضل ہر دم میرا دمساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم

کہ اپنے نفس پر قابو ہو ہر دم
بوقت نزع ہو کلمہ زباں پر
اٹھوں نیکوں میں شامل روز محشر
غرض دونوں جہاں کر تو امداد
تجلی ہر ہمہ عباد و زہاد

مزار اقدس کی تعمیر

حضرت سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ تعمیر خانقاہ کو عبادت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہاں سینکڑوں دکھی دل آ کر اطمینان و راحت پاتے ہیں۔

خانقاہ کی تعمیر اور توڑ پھوڑ کا سلسلہ آپ کی زندگی میں برابر جاری رہتا تھا۔ آپ طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے انتہائی نفاست کے حامل تھے۔ آج آپ کی طبیعت کی اسی روش یعنی نفاست پسندی کا عکس خانقاہ کی خوبصورت، مضبوط و مستحکم اور نفاست سے تعمیر کردہ عمارت میں جلوہ گر ہے۔

خانقاہ کی تعمیر کے ابتدائی دنوں میں اسی خانقاہ کو چھپروں والی خانقاہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور آج اس کی عظیم الشان اور عالی قدر تعمیر کی وجہ سے شیشے والی خانقاہ کہا جاتا ہے کیونکہ اب اس کی تعمیر میں جو شیشے کا کام ہوا ہے وہ اعلیٰ صناعی و کاریگری کا نادر نمونہ ہے۔ اس کے بنانے والا ایک کہنہ مشق کاریگر کہتا ہے کہ یہ تو کسی نے بنوایا ہے۔ میں خود دوبارہ ایسا نہیں بنا سکتا۔ دوسرے معنوں میں یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب کچھ سعادت مند بیٹوں کی اپنے باپ سے محبت و عقیدت اور چاہتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

منقبت

منقبت سید امورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ ہیں محبوب رب کبریا

آپ سے خوش سرور ہر دوسرا
آپ ہیں تمثیل دین مصطفیٰؐ
آپ ہیں روشن چراغ مرتضیٰؓ
آپ ہی ہیں دلبر مولا علیؓ
آپ ہی ہیں مظہر مولا علیؓ

آپ ہی ہیں عشق کی رافع کتاب
آپ کو ازبر ہوئے الفت کے باب
آپ کے صدقہ میں بے حد و حساب
ایک زمانہ ہو رہا فیض یاب
آپ سے منسوب ہیں بیداریاں
آپ پہ قربان ہیں دلداریاں

آپ اہل چشت میں ممتاز ہیں
آپ یکتا اور سر افراز ہیں
عاشقان صدق کے ہمراز ہیں
طائران عشق میں شہباز ہیں
آپ کے قدموں میں ساری رفعتیں
آپ کے گن گا رہی ہیں عظمتیں

آپ صوفی اور ولی ہیں باخدا
آپ ہی ہیں رہبر اہل وفا
آپ سے مربوط ہیں صدق و صفا
آپ سے مانوس ہے وقت رسا
آپ ہی حرمت فیضان ہے
آپ کا ہم پہ بڑا احسان ہے

آپ تو ہیں دلبر خیر الانامؐ
آپ کو حاصل ہے یہ ارفع مقام
یاامور و یاامور و صبح و شام
ورد لب پر نام ہے حاصل کلام
السلام اے جان ندرت السلام
السلام اے ایمان ندرت السلام

کتاب "مزارات اولیاء پاکپتن شریف" سے اقتباس

مرشدی حضرت قبلہ سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کے بارے میں احمد بدر اخلاق نے اپنی تالیف بعنوان "مزارات اولیاء پاکپتن شریف" کے صفحہ 62 پر درج ذیل عبارت لکھی ہے' جو ہدیہ قارئین ہے:

حضرت خواجہ سید امورالحسن شاہ صابری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت لطیف شاہ میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کا گھر خانقاہ تھا' جہاں آپ طریقت و شریعت کی تبلیغ فرماتے تھے۔ آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے۔ حضرت سید امورالحسن مرید حضرت لطیف شاہ میرٹھی مرید حضرت منشی انتظام علی شاہ مرید حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی مرید. حضرت صوفی حافظ علی حسین مرید حضرت میاں محمد محمودالحق رام پوری مرید حضرت میاں غلام حسین مرید حضرت حافظ عبدالرحمان اصفہانی مرید حضرت شاہ عبدالکریم ملا اخون مرید حضرت شاہ محمد عنایت اللہ بہلول پوری مرید حضرت سید میراں بھیک آپ کا وصال 19 شوال 1406ھ بمطابق 27 جون 1986ء بروز جمعتہ المبارک کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک' مزار اقدس عزیز مکی رضی اللہ عنہ پاکپتن کے جنوب کی طرف چند میٹر کے فاصلے پر مرجع خلائق ہے۔

آپ کے مزار کے اوپر سفید رنگ کا خوبصورت گنبد تعمیر ہے۔ آپ کی قبر سنگ مرمر کے چبوترے پر ہے۔ مزار کے اردگرد برآمدہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے

اوپر والے حصے پر رنگین شیشے کا کام کیا ہوا ہے۔ مزار میں داخل ہونے کے لئے دروازہ جانب مشرق ہے۔ آپ کے سجادہ نشین سید شمیم الحسن شاہ صاحب ہیں۔

لوح مزار

درج ذیل کتبہ کی عبارت ہے۔ جو آپ کے مزار شریف پر نصب ہے:

حق حق حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

چمنے کہ تاقیامت گل او بہار بادہ
صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادہ

مرکز انوار لطیف

محبوب خدا، عاشق مصطفیٰ، شمع صفا، منبع جود و سخا، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سندالواصلین، فخرالکاملین حضرت خواجہ سید امورالحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ الحسنی والحسینی، چشتی، صابری، قادری، محمدی، قلندری لطیفی قدس سرہ العزیز۔

تاریخ وصال: 19_ شوال المکرم 1406ھ بمطابق

27_ جون 1986ء بروز جمعتہ المبارک

ہزار نو صد و ہشتاد شش بود سالے
ماہ جون کہ امورالحسن بہ مرقد رفت
گر تو ے خواہی زقید غم رہا
بہ مزار امورالحسنؒ یک بار رفت

تبرکات شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ

درگاہ شریف میں شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ کے حجرہ خاص میں ان کے جو

تبرکات محفوظ کیے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- دستار مبارک مع سنہری طلے والی ٹوپی لمبے سائز کی' 2- پوشاک مبارک سیاہ رنگ کرتا اور چیسٹر' 3- پوشاک مبارک ہلکا براؤن رنگ کرتا اور گرم چیسٹر' 4- پوشاک مبارک سبز رنگ کرتا' سلسلے کا رومال' سبز عصا لکڑی کا' 5- دو رومال براؤن رنگ گلے میں ڈالنے والے' 6- پوشاک مبارک براؤن رنگ کرتا مع واسکٹ' 7- سیاہ چیسٹر مع سلک واسکٹ' 8- کرتا موتیا رنگ مع چیسٹر' 9- 6 عدد تھیلیاں چھالیہ تمباکو رکھنے والی' 10- کپڑے کی ٹوپی سفید رنگ' 11- تھیلیاں بڑے سائز کی دو عدد' 12- اگالدان' 13- لوٹا سٹیل' 14- دو عدد تکیے' 15- گاؤ تکیہ سرخ غلاف' 16- اگربتی دان لکڑی' 17- چھوٹا غالیچہ' 18- قالین' 19- جائے نماز سمت کعبہ بتانے والی' 20- پان دان' 21- تسبیح ڈارک براؤن رنگ ساختہ لکڑی' 22- فریم مدحیہ اشعار پیش کردہ حیران کاشمیری' 23- کوڑیاں' 24- جز دان' 25- ٹی سیٹ و دیگر چند اشیاء از قسم ڈبیا' شیشی وغیرہ اور کئی تصاویر کے فریم وغیرہ۔

تبرکات سید امور الحسن شاہ علیہ الرحمتہ

درگاہ شریف میں حضرت سید امور الحسن شاہ علیہ الرحمتہ کے حجرہ خاص میں جو ان کے تبرکات موجود ہیں۔ ان کی مختصر سی تفصیل درج ذیل ہے:

1- نقل نامہ مبارک رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام بنام والی مصر' 2- عکس مکتوب مقدس حضور پرنور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنام ہرقل' 3- براؤن رنگ کا چیسٹر' 4- رومال گلے میں ڈالنے والا سلسلہ عالیہ کا' 5- بڑی ٹوپی طلے کے کام والی' 6- چھوٹی ٹوپی طلے کے کام والی' 7- پاندان ٹرے چاندی' 8- کپڑے کی چھوٹی تھیلی پان چھالیہ رکھنے والی' 9- اگالدان پیتل' 10- تسبیح سفید بڑے دانوں والی' 11- چھوٹا غالیچہ' 12- قرآن کریم چھوٹے سائز میں 2 عدد' 13- ہینڈ بیگ زین' 14- بیٹری' 15- کٹورا سٹیل' 16- کٹورا لکڑی' 17- لوٹا سلور' 18- اگالدان سٹیل' 19- تھرماس' 20- اگربتی دان پیتل' 21- گل دان' 22- عصا مبارک' 23- چھوٹی چھڑی' 24- کھڑاؤں مبارک' 25- موم بتی

سٹینڈ و مع دیگر کئی ایک آرائشی فریم ہائے و دیگر اشیاء۔

آپ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء

آپ نے اپنے مریدین میں سے درج ذیل اصحاب کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا:

1- صوفی عبداللطیف (کوٹ عبدالمالک' لاہور) 2- محمد شفیع' لاہور 3- حاجی محمد افضل (جڑانوالہ) 4- صاحبزادہ سید شمیم الحسن صاحب نیز چچا افضال الرحمٰن' چچا محمد منظور' چچا پیر جی غلام مجتبیٰ قدوسی اور چچا امیرالحسن کو جڑانوالہ نے اپنے بھائی امورالحسن کی طرف سے اور اپنی طرف سے سند عطا کی کیونکہ متذکرہ بالا اصحاب اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمۃ کے صاحب اجازت خلفاء میں سے ہیں۔

حضرت کے مریدین

سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائیوں کی تعلیم اور اپنے مریدین کی روحانی تربیت کا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ آپ کے مریدوں اور دست حق پرست پر تائب ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور پورے پاکستان کے علاوہ دنیا کے کئی ملکوں' یورپ' مشرق وسطیٰ اور دور دراز ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ نے تبلیغ و ترویج اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ آپ ایسی ایسی جگہوں اور مقامات پر تشریف لے گئے جہاں لوگ کلمہ طیبہ تک سے ناواقف تھے۔ جہالت و گمراہی میں گھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان لوگوں کی بڑے احسن انداز میں تربیت کی۔ آپ نے ایسے ایسے لوگوں کو بھی مرید کر کے اللہ کی طرف راغب کیا جن کی دہشت اور خوف و ہراس سے لوگ کانپتے تھے اور مائیں ان بدنام زمانہ لوگوں کا نام لے کر اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔ وہ وقت بھی آیا کہ اس قسم کے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ایسی منازل طے کر گئے کہ انہیں زندگی میں ہی جنت کی بشارت مل گئی۔

آپ مصیبت زدہ، دکھی اور غریب لوگوں سے بطور خاص بہت محبت کرتے تھے۔ اور اس قسم کے لوگوں کی تن، من، دھن سے خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ زیادہ تر صبح کی نماز کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفراللہ اور سورۃ قریش کی تسبیح کا ورد عشاء کے بعد کرنے کے لئے عموماً فرمایا کرتے تھے۔ ویسے ہر مرید کو اس کی باطنی کیفیات اور صورت حال کے مطابق اوراد و وظائف کی تلقین فرماتے تھے۔

درگاہ شریف میں ہونے والی تقاریب عرائس

5 اور 6 محرم:	حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ
12- ربیع الاول:	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز
13- ربیع الاول:	خواجہ علاء الدین علی احمد صابرؒ (یہ فاتحہ صابری حجرہ درگاہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ پر ہوتی ہے)
14- ربیع الاول:	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
17- ربیع الثانی:	محبوب سبحانی السید عبدالقادر جیلانیؒ
17- ربیع الثانی:	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
6- رجب:	خواجہ خواجگان خواجہ غریب نوازؒ خواجہ معین الدین چشتیؒ
21- رمضان:	شہادت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
19- شوال:	سید امورالحسن شاہ سہارنپوریؒ

ان متذکرہ بالا نیاز و فاتحہ اور عرائس کی تقریبات میں اسم ذات "اللہ" اور "اللہ ھو" کا ذکر جلی ہوتا ہے۔ ذکر جلی کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد محفل سماع اور پھر اس کے آخر میں فاتحہ ہوتی ہے۔ فاتحہ کے بعد تقسیم لنگر پھر اس کے بعد گھروں کو جانے کی عام اجازت ہوتی ہے۔ حضرت علیہ الرحمتہ کے اپنے عرس کے علاوہ عرائس کی متذکرہ بالا تقریبات اسی اہتمام سے حضرت علیہ الرحمتہ درگاہ شریف میں منعقد کراتے تھے۔

پسندیدہ نعتیہ کلام اور مناقب

فارسی کے کلام میں آپ کو مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمتہ اور حضرت خواجہ امیر خسروؒ کا نعتیہ کلام بہت پسند تھا۔ اردو کے قریباً تمام نعت گو شعراء کا کلام پسند فرماتے تھے مگر خاص طور پر حافظ مظہرالدین' ابر وارثی' محسن کاکوروی' امیرمینائی' مظفر وارثی اور علامہ اقبالؒ کا کلام بہت پسند فرماتے تھے۔ ہندی انداز اور پوربی انداز کے کلام کے بہت شیدائی تھے اور جو مصرع پسند آ جاتا اس کو قوال سے بار بار بہ تکرار سنتے' اس طرح سے پوری محفل وجدانی کیف سے جھوم اٹھتی تھی۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان دین کے مناقب کو بھی بڑی محبت اور خصوصی شغف سے سنا کرتے تھے۔

مکتوبات: شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ بنام سید امورالحسنؒ

شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ نے ایک بار کسی موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں دراصل اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے جو کچھ روحانیت میں مجھے میسر تھا' میں اسے منتقل کرنا چاہتا تھا۔ یہی جذبہ اعلیٰ حضرت کے خطوط میں کارفرما نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں جہاں حضرت سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کو اپنی بے پناہ محبت اور شفقت دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت کی تربیت اور فیض رسانی کا بھی کماحقہ' التزام فرمایا۔ آپ کو اپنے پیر بھائیوں اور مریدوں کی نگہداشت اور دلجوئی کے لئے بھی خصوصی تلقین فرمائی۔ ان جملہ امور کا اظہار اعلیٰ حضرت میرٹھی علیہ الرحمتہ کے خطوط سے بڑے محبت بھرے انداز میں ہوتا ہے۔ چند خطوط بطور تبرک درج ذیل ہیں۔

مکتوب (1)

17۔ اگست 1944ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

برخوردار نور چشم طول عمرہٗ' بعد دعا کے احوال یہ ہے کہ وظیفہ کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے' مناسب ہو کہ جمعرات کی شام آپ تشریف لے آیئے۔ آپ کے آنے پر

گفتگو ہو جائے گی۔ آپ کو اور مجھے وہ کلام کرنا چاہیے جو پیران عظام کی رضامندی ہو۔ میں نے آپ کو بہت نیک اور ثابت قدم پایا اس لئے کہ اپنے باپ اور پیروں کے حقوق کو بھولے نہیں۔ میں نے آپ کو بڑے بڑے جھٹکے دیئے مگر میں نے آپ کو ثابت قدم پایا۔ صحیح نسب کی یہی بات ہوتی ہے' صد آفرین۔ اللہ تعالٰی تجھے ثابت قدم رکھے۔ دین اور دنیا میں باعزت رہے اور ایمان کے ساتھ خاتمہ بخیر ہو۔ مجھ سے آپ مل جائیں پھر ایک مہینہ کے بعد ملاقات ہو گی' اگر زندہ رہے۔ فقط دعا۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے دعا۔ ہو سکے تو چھالیہ لیتے آیئے۔

عبداللطیف شاہ میرٹھی

مکتوب (2)

از شہر میرٹھ

2- نومبر 1947ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

برخوردار نور چشم طول عمرہ' بعد دعا کے معلوم ہو کہ مورخہ 14_ اکتوبر 1947ء کا محررہ لفافہ 2- نومبر 1947ء کو موصول ہوا۔ خیریت سے مطلع ہو کر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالٰی تمہیں اور بچوں کو سلامت رکھے اور تمہارے جملہ پیر بھائیوں کو بھی سلامت رکھے۔ لاہور سے خط آیا ہے اور ریڈیو میں بھی بولا ہے کہ پاکستان میں جس صورت سے ہو سکے آ جاؤ۔ میں پاکستان بغیر تمہارے نہیں جا سکتا۔ پاکستان کا اگر تمہارا ارادہ ہے۔ تو تحریر کرو مگر میں پاکستان جاؤں گا تو بغیر تمہارے نہیں جاؤں گا۔ مرید تو بہت سے مل جائیں گے۔ تم کہاں سے ملو گے۔ میں تمہیں کہاں تلاش کروں گا۔ چونکہ میں نے تو تم کو آنکھوں کی روشنی سمجھ رکھا ہے۔ عجب نہیں کہ پاکستان جہاد کی صورت اختیار کرے۔ اس صورت میں پاکستان کو سفر کیا جائے تو مناسب ہے۔ 3_ نومبر 47ء کو ایک درخواست عرس بابا صاحب جانے کے لئے دے رہا ہوں اگر منظور ہو گئی تو ضرور حاضری دوں گا۔ جملہ پیر بھائی اور بزرگ تم کو یاد کرتے ہیں۔ میں اس کی جناب میں

دست بہ دعا ہوں کہ تجھے ساتھ ایمان کے تحت زمین پر قائم و دائم رکھے۔ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ آنے کا ارادہ مت کرنا جب تک راستہ امن کا نہ ہو جائے اور جملہ پیر بھائیوں کو دعا کہہ دیجئے اور سلام۔

دعا گو: عبداللطیف شہر میرٹھ

مکتوب (3)

از شہر میرٹھ

19- نومبر 1947ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

برخوردار نور چشم طول عمرہ' بعد دعا کے معلوم ہو کہ 10- نومبر 1947ء کو سپیشل ٹرین جا رہا ہے۔ تم بچوں کو لاہور بھیج دو اور تم بھی چلے جاؤ۔ بمبئی والوں نے لکھا ہے کہ ہم کس طرف جائیں انہیں بھی کہلایا ہے کہ کراچی چلے جاؤ اور پہنچنے کے بعد ریڈیو میں اطلاع دی جائے کہ کون کون گیا ہے۔ بابو سراج الدین کا دفتر کا پتہ لکھ دیا ہے۔ تم بہت زیادہ یاد آتے ہو۔ دعا کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ و سلامت رکھے اور میری زندگی کا سہارا تم ہی ہو۔ میری زندگی کا سہارا اللہ کے حکم سے ہے' جو قدرت دکھائے گی' دیکھیں گے۔ دو خط لاہور سے بابو سراج الدین کے ہوائی جہاز سے آچکے ہیں کہ جلد از جلد لاہور آ جایئے۔ مناسب تو یہی ہے کہ لاہور ہی چلے جائیں۔ مزید آپ جیسے مناسب سمجھیں اور وقت اجازت دے۔ جان کی بلکہ ایمان کی سلامتی کے لئے جانا چاہیے' اگرچہ جان کی سلامتی بھی فرض ہے۔ اپنے پیر بھائیوں کی سلامتی سے مطلع کیجئے۔ سنا ہے کہ سہارنپور گاڑی جا رہی ہے اور آ رہی ہے مگر چند مجبوریاں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔ اپنے اور والدین کے گھر کا سامان بیچ کر کرایہ پورا کروں گا۔ جو لوگ مجھے جانتے ہیں۔ ان سے میرا سلام کہنا اور خوردوں کو دعا کہنا اور ہاں یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دیں۔ نامعلوم خدا پھر ملائے یا نہ ملائے۔ مجھے دیکھنے کو جی چاہا کرے تو تصور میں دیکھ لیا کرو۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تجھے زندہ

اور سلامت رکھے۔ شمیم کو دعا۔ پرسان حال کو دعا و سلام۔

دعا گو: عبداللطیف

مکتوب (4)

میرٹھ

15- مارچ 1975ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

برخوردار نور چشم طول عمرہ' بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط آیا۔ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے اور آپ کے دینی و دنیاوی مقاصد پورے فرمائے۔ خدا تعالیٰ آپ کے سلسلہ میں ترقی عطا فرمائے اور خدا تجھے قائم رکھے جب تک میں زندہ ہوں۔ امورالحسن آپ کی طرف سے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ مجھے آرام پہنچانے کی کوشش کیجئے۔ ازروئے طریقت ازروئے شریعت نہ آپ کی اولاد ہے' نہ آپ کا کوئی مرید ہے' نہ آپ کے پاس کوئی خانقاہ ہے' نہ آپ کے پاس کوئی روپیہ پیسہ ہے' چونکہ ان تمام چیزوں کا صرف ہمیں حق پہنچتا ہے اس لئے ہماری طرف سے آپ ان سب چیزوں کے چوکیدار ہیں۔ جملہ ملکوں میں جو خانقاہیں تعمیر ہو چکی ہیں یا ہو رہی ہیں یا ہوں گی۔ سب میرٹھ کے ماتحت ہیں۔ آپ صحیح طرح سے اس کا چوکیدارہ کیجئے اور میرٹھ کی خانقاہ کا سب سے زیادہ خیال رہنا چاہیے۔ اگر یہاں کی ترقی نہیں تو کسی خانقاہ کی ترقی نہیں۔ اور ہاں "خانقاہ محمدیہ' قلندریہ' لطیفیہ" کا پتھر کندہ کرا دیجئے اور دروازہ پر پتھر لگوایا جائے۔ اس خط کو تمام اہل سلسلہ کو جو آپ کے پاس آئیں دکھلا دیا جائے۔ میری طرف سے شمیم اور اس کے بچوں کو دعا اور تمام اہل سلسلہ کو۔ اللہ بس باقی ہوس۔

شاہ عبداللطیف

مکتوب (5)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

شاہ عبداللطیف محمدیؒ زنجانی

خانقاہ لویسیہ محمدیہ متولی و سجادہ نشین قبرستان مخدوم شاہ ولایت۔ ایسٹرن کچہری روڈ۔ میرٹھ۔

برخوردار نور چشم طول عمرہٗ بعد دعائے درازی عمر کے معلوم ہو کہ تمہارا محبت نامہ آیا۔ برخوردار آپ نے جو خانقاہ کا حال لکھا ہے کہ آٹھ کوٹھے اور چھپر بن گئے ہیں۔ جو ہمارے واسطے آپ نے کمرہ تیار کیا ہے' وہ جگہ ایسی ہونی چاہیے اور کمرہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں چلہ بھی کوئی کرلے اور اس میں قبلہ کی سمت بھی صحیح ہو اور اس حجرہ کے اندر کوئی دنیا کی لغویات نہ ہو جو کمرہ ہمارے بیٹھنے کے لئے بتایا ہے کوئی مرے تو اس میں دفن بھی ہو جائے آپ نے جو یہ تجویز کیا کہ جان محمد یہاں خانقاہ میں رہیں' یہ آپ نے کیوں تجویز کیا' سانس نے ساتھ دیا اور آب و دانہ ہوا تو وہیں آکر اس کی تجویز کروں گا۔ اس وقت شمیم اور اس کے بچوں کا کہاں پر قیام ہے۔ ان کو میری جانب سے دعا کہئے گا۔ آپ کے لئے مناسب ہے کہ آپ سلسلے کے اندر اتفاق اور اتحاد پیدا کریں۔ سب آپ کے شکوے کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ آپ کسی کا شکوہ نہ کریں۔ متحمل بنے رہیں۔ جتنے دن آدمی بیمار رہتا ہے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ رحمت کا نزول تب ہی ہوتا ہے جب اس کے نفس کا غرور ٹوٹے۔ میں جب تک زندہ ہوں تب تک تمہارے نفسوں کے غرور توڑتا رہوں' مجھے پیران عظام کی طرف سے یہ خدمت سپرد ہے۔ اور میں کسی سے ناراض ہی نہیں ہوا نہ اب ہوں اور نہ کبھی ہوں گا۔ انشاء اللہ۔ برخوردار امورالحسن درویشی دل رشی ہے' میں جب تک زندہ ہوں' یہ دعا کرو کہ میں آپ کے نفس کی تذلیل کرتا رہوں۔ درویش مرید کو چاہیے کہ عاجزی اور انکساری اختیار کرے۔ میرے مرنے کے بعد مرید اور خادم ہی بنے رہنا۔ مریدوں کے مرید ہی بنے رہنا۔ جب تک میں زندہ ہوں جو کام آپ کریں اس کا مشورہ آپ ہم سے لیں۔ آپ مالک نہیں محتاج ہیں۔ یہ اصول ہے پیران عظام کا۔ چھوٹے کے اوپر شفقت کی جائے اور ہر جگہ بڑے کو ہی دبایا

جاتا ہے۔ آپ جب ہندوستان میں قیام پذیر تھے ہم نے اسی وقت خواجہ بزرگ کی فاتحہ قائم کر دی تھی۔ آپ جیسے مناسب خیال کریں' اسی طرح کریں۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

شاہ عبداللطیف

مکتوب (6)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

برخوردار نور چشم طول عمرہ' بعد دعا کے واضح ہو کہ وہ خط آپ کے آئے' حالات سے آگاہی ہوئی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو صحت کلی عطا فرمائے۔ اگر وقت ملے گا تو آنے کی کوشش کروں گا۔ لاہور تین چار آدمی میری آمد پر داخل سلسلہ ہو گئے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں یہ چار آدمی بڑھے ہیں جو آپ کے پیر بھائی ہیں۔ ایک رسم پیران عظام کی یہاں قائم کی گئی ہے۔ جس میں نام نامی اسم گرامی خواجہ کائنات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جماعت محمدیہ' اس لئے قائم کی گئی ہے کہ پنج شنبہ و گیارہویں شریف کی ختم و فاتحہ کے ساتھ سلسلہ کی اور قومی خدمات انجام دیں۔ اسے لاہور اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ اکثریت سلسلہ کی لاہور ہے۔ ذکر و شغل اور دینیات کی تعلیم جو کچھ خدمات کی جائیں وہ بابو سراج الدین کے مکان پر ہی ہوں گی۔ خدا کی ذات سے یہ امید ہے کہ وہ خود بھی متبع شریعت ہوں گے اور ان کی اولاد بھی۔ اس میں تمام جماعت ایک سٹیج پر کام کرے گی اس میں سینئر جونیئر کا کوئی امکان نہیں ہو گا۔ بہ نفسہ آپ کے میاں عبداللطیف ثانی اور میاں محمد شفیع دستار بندی کی گئی۔ اس فقیر نے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا۔ آپ کو مبارک ہو۔

مناسب ہے کہ نماز پنج وقتہ و ذکر و شغل و چاشت و اشراق و اوابین و بروز جمعہ صلوٰۃ التسبیح و قرآن کریم و استغفار و مراقبہ و مشاہدہ وقت پر ادا ہوتا رہے ورنہ آپ کی اور میری گردن ناپی جائے گی۔ اس میں کسی وقت بھی غفلت نہ ہو اور میں دعا

کرتا ہوں کہ خدا آپ کے سلسلہ میں ترقی عطا فرمائے۔ شمیم کو میری جانب سے دعا۔ بچوں کو گھر میں بہت بہت دعا و سلام۔ پرسان حال کو بھی سلام و دعا۔ جن کے دنیا کے معاملات اچھے۔ ان کے دین کے معاملات بھی اچھے اور جن کے دنیا کے معاملات خراب۔ ان کے دین کے معاملات بھی خراب۔ جو نقائص اندرونی ہوں ان کو بھی دور کرنے کی کوشش کیجئے۔ سراج صاحب کے واسطے بھی دعا کرو کہ اس کی عاقبت بخیر ہو۔

فقط

غریب الوطن دعاگو:

شاہ عبداللطیف

مکتوب (7)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

الحاج شاہ عبداللطیف محمدی زنجانی میرٹھی

برخوردار نور چشم طول عمرہ' بعد دعا کے معلوم ہو۔ میں تمہارے واسطے اور سلسلے والوں کے واسطے اور اپنے واسطے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا رشتہ صحیح ہو جائے ورنہ تم اور میں منافق ہی رہیں گے اور دعا مانگو تم بھی اور میں بھی (چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے) صاحبزادے پریشان نہیں ہوا کرتے ہیں اور اگر آپ کو یہ الفاظ نہ لکھتے تو آپ روتے کیسے اور اگر تم روتے روتے مرجاؤ تو میں یہ سمجھوں گا کہ تو زندہ ہو گیا ہے۔

شبانہ روز ہر وقت یہ تصور میں رہو کہ میں لاچار ہوں' محتاج ہوں' سیاہ کار ہوں' بدکار ہوں' جب مرتے دم تک اس کا تصور رہتا ہے یہی اس کے جناب میں پیش کرنا چاہیے اسی کا نام ہے زندگی۔ یہ چار چیزیں اللہ کے پاس نہیں ہیں لاچاری' محتاجی' سیاہ کاری' بدکاری' یہی اس کی جناب میں پیش کرنی چاہیے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں تم کو خدا صحت کلی عطا فرمائیں اور تمہارے سلسلے میں خدا ترقی عطا فرمائیں۔ اپنی ذات پر شیخ کی خدمت مقدم ہے۔

پہلے پیت گرو سے کرے
پریم نگر میں تب ڈگ دھرے

صاحبزادے خانقاہ کی حالت اچھی نہیں چل رہی۔ مسجد تعمیر نہیں ہوئی۔ پیالہ لبریز ہے، عنقریب چھلکنے والا ہے۔ آپ اور تمام سلسلے والے میرٹھ کی خانقاہ کا خیال زیادہ رکھیں۔ یہاں کوئی کچھ خاص خیال رکھنے والا نہیں۔ خاندان اور جملہ ہندوستان کے مرید برائے گفتن ہیں۔

آپ لوگ دعا کریں کہ جب تک میں زندہ ہوں تم مریدین کی میں برائی کرتا رہوں گا اور جب میں مرجاؤں گا تو تمہیں برا بھلا کون کہے گا۔ (ہوش در دم قدم بر نظر) برخوردار احتیاط کی بڑی ضرورت ہے۔ جملہ سلسلے والوں کو میری طرف سے نام بہ نام دعا کہہ دینا اور ماہ بہ ماہ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہو۔ اللہ بس باقی ہوس۔

دعاگو: شاہ عبداللطیف

مندرجہ بالا خط کے ساتھ یہ دعا بھی ایک علیحدہ کاغذ پر لکھی ہوئی تھی اور اس دعا کے ساتھ فارسی کی عبارت بھی حاشیہ پر تھی۔ اس فارسی عبارت کا ساتھ ترجمہ بھی بطور تبرک شامل کیا جا رہا ہے:

دعا بزبان عربی درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا مانع کل مصنوع
یا خالق کل مخلوق
یا رزاق کل مرزوق
یا مالک کل مملوق
یا کاشف کل مکروب
یا فارج کل مغموم
یا راحم کل مرحوم

یا ناصر کل منصور

یا ساتر کل مهجور

سبحانک یا ذوالجلال والاکرام۔

اس کے دعا کے ساتھ حاشیہ پر جو عربی کے ساتھ فارسی زبان میں عبارت وضاحت کے طور پر دی گئی تھی۔ اس فارسی متن کا ترجمہ یہ ہے:

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس دعا کی کئی اسناد ہیں کہ جو کوئی اس دعا کو پڑھے گا وہ جملہ آفات و مصائب سے محفوظ رہے گا۔ اور اس دعا کی برکت سے جادو' سحر اور تیر و تفنگ اور شمشیر و نیزہ کے خوف سے پناہ میں رہے گا۔ جہاں بھی جائے گا فتح و نصرت سے واپس آئے گا۔ جو کوئی اس دعا کی مداومت رکھے گا۔ ہزاروں فرشتے' ہزاروں پیغمبر اور ہزاروں اولیاء اس کی فوز و فلاح کے لئے دعا کریں گے۔ اس دعا کو شب جمعہ میں لاتعداد پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اس سے بھوکے کو کھانا ملے۔ پیاسے کو پانی ملے۔ پڑھنے سے بلاؤں سے محفوظ رہے' فقر و فاقہ میں پڑھے تو دولت مند ہو جائے اور اگر سفر پر جانے سے پہلے پڑھے تو خیر و عافیت سے واپس گھر آئے۔"

آپ کا مقام پیرو مرشد کی نظر میں

شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ نے ایک بار اپنی ایک مجلس میں برملا اس بات کا اظہار فرمایا کہ میں دراصل اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے مجھے اپنے سلسلہ کے اولیائے کبار سے جو باطنی فیوض و برکات حاصل ہوئے تھے' وہ میں اسے منتقل کرنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے امورالحسن کے باطنی مدارج کے طے کرانے میں کسی قسم کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مجھے اس پر دلی طور پر فخر بھی ہے بلکہ سچ تو یہی ہے کہ یہی میری سب سے بڑی اور قیمتی متاع عزیز ہے۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کو بھی اعلیٰ حضرت سے اسی طرح والہانہ عقیدت تھی۔ اور جب بھی اعلیٰ حضرت میرٹھی" تشریف لاتے' آپ سارا وقت حضرت کے لئے وقف کر دیا کرتے تھے اور لمحہ بھر کے لئے جدا نہ ہوتے تھے۔ جب اعلیٰ حضرت نے واپس جانا ہوتا تھا تو آپ بارڈر کراس

کرانے کے لئے جاتے تو وقت رخصت اعلیٰ حضرت آبدیدہ ہو جاتے۔ بار بار فرماتے اچھا اللہ پھر خیر سے ملائے۔ رخصت ہوتے وقت اعلیٰ حضرت کی ایسی کیفیت ہو جاتی کہ دیکھنے والوں کے بھی دل کھیچ جاتے۔ جب آخری بار شاہ عبداللطیف پاکستان سے ہندوستان جانے لگے تو ان کی طبیعت بہت بوجھل ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے جو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ دراصل اعلیٰ حضرت کو بھی پتہ تھا کہ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ اس لئے حسرت و حرماں کا پہلو غالب تھا۔ اپنے سب مریدین کو بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے اور یہی ہوا کہ چند ماہ بعد اعلیٰ حضرت میرٹھی علیہ الرحمتہ کے انتقال پر ملال کی خبر مل گئی۔

ارشادات عالیہ

سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو بڑی دلپذیر اور حکمت و دانش کے جواہر سے لبریز ہوتی تھی۔ آپ بڑی محبت' شفقت اور دلجوئی کے ساتھ ہر مرید کو اس کی جسمانی اور روحانی استطاعت کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے جملہ ارشادات عالیہ میں سے چند درج ذیل ہیں:

- شیخ کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھامنا چاہیے اس کے بعد انشاء اللہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔
- شیخ کو رحمت کاملہ کی شناخت کے لئے واسطہ اور وسیلہ بنایا جاتا ہے۔
- شیخ کو ذات و صفات کا مرکز سمجھنا پڑتا ہے۔
- مرید دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دین کے کام کا اور دوسرے دنیا کے کام کا۔
- مرید جائے یا رہے اپنا مرکز صحیح رہے۔
- یتیم سے محبت کرنا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔
- ہر مقام پر انسان کا اپنا جذبہ کام کرتا ہے۔ شوق پیدا کرو' اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کر دے گا۔
- اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی طلب رکھنی چاہیے۔

○ فریاد جب ہی سنی جاتی ہے' جب فریادی کی شکل بنائی جائے۔
○ کسی بزرگ کی خدمت میں جاؤ تو درود لے کر جاؤ یا ڈر۔
○ اہل محبت ہی عمل کرتے ہیں۔
○ اہل اللہ اور فقرائے محمدیؐ کی نظر ہی کام کرتی ہے جو زندگی بھر قائم و دائم رہتی ہے۔
○ عشق مجازی ــــ مشکل بازی
○ عشق مجازی اوراد و وظائف سے طے نہیں ہوتا بلکہ شیخ ہی اس کو طے کرا سکتا ہے۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کا عشق مجازی طے کرایا کہ اگر کسی صحابی کو بھوک یا پیاس لگتی تو وہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ مبارک کو دیکھ لیتے تھے تو ان کو تسکین ہو جاتی تھی۔
○ بیعت کسی صورت میں بھی نہیں ٹوٹ سکتی البتہ پیر عاق کر سکتا ہے جس کی وجہ سے فیضان بند ہو جائے گا اور وہ مرد خدا نہیں بن سکتا۔
○ مردود کی شناخت یہ ہے کہ اس کے نیک اعمال کرنے کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے خواہ اس کا دنیاوی کاروبار جتنا مرضی بڑھ جائے۔
○ معقول سے شکوہ ہوتا ہے' نامعقول سے کوئی شکوہ نہیں۔
○ دنیا دار کی زبان گدھے کی زبان ہے۔
○ برا فعل میں نے کیا تو نے عاقبت کیوں خراب کی۔
○ فقیر کے مذاق میں خرابی نہیں آتی۔
○ جب صورت بنتی ہے تو خدا سیرت بھی بنا دیتا ہے۔
○ محبت کرنے والے سے شکوہ ہوتا ہے۔
○ دیکھنا ہوتا ہے کہ مرید کام کا پابند ہے یا ہمارا۔
○ رحمت ہر جگہ موجود ہے مگر اس کو دیکھنے کا شعور نہیں ہے۔
○ روپیہ آنے جانے والی چیز ہے۔
○ جس سے جو کہہ دیا جائے' وہ قیامت تک اسی طرح اسے پورا کرے' اس چیز

کی طرف مت دیکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

○ احکام رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ عشق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

○ جانور ایک گونگے کی طرح ہے جو ہر طرح کے اشارات کو بخوبی سمجھتا ہے اور محبت کی نظریں پہچانتا ہے۔

○ قول مقدسہ ہے: زر' زمین' زن ——— جنگ

○ روزی کے لئے ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ رشوت حرام ہے مگر لے رہا ہے۔

○ بے عمل کیوں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ نہیں بنا۔

○ کسی بزرگ کی خدمت میں جاؤ تو ورو لے کر جاؤ۔

○ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام لانے سے پہلے بھی دیکھا ہوا تھا مگر جب محبت کا وقت آگیا تو پھر ایک ہی نظر کام کر گئی جو زندگی بھر قائم رہی۔

○ بیٹا اپنے باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔ مرسل اپنے بھیجنے والے کا نمونہ ہوتا ہے۔

○ حرام وہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی نہیں ہے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکامات مانے جائیں اور ماننے کا مطلب ہی یہی ہے کہ سب احکامات کی پیروی کی جائے۔

○ بدکار بہت روتا ہے مگر اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔

○ جب نیک عمل کی طاقت سلب ہو جاتی ہے' وہ ہی قہر ربی ہوتا ہے۔

○ اوراد و وظائف عظمت شیخ اور محبت شیخ کو مد نظر رکھ کر پڑھنے چاہییں۔

○ سب سے بڑا قہر ربی نیک عمل سے روگردانی ہے یعنی نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

○ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق ضروری ہے کیونکہ بہت سے عربی مقولوں کو بھی لوگوں نے حدیث کی شکل دے دی ہے۔

○ عدل اور انصاف ایسی جگہ پیدا ہوتا ہے جس دل میں برائی کے اثرات واضح ہو

جائیں۔

○ یار کے سب فرمان پورے کرنے چاہئیں۔

○ مرسل کے فعل کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

○ افعال محمدیہ کی تلاش کے لئے حدیث پڑھی جائے۔

○ روپیہ پیسہ بیوی بچوں پر خرچ کیا جاتا ہے' ماں پر نہیں' کتنی بڑی بدبختی ہے۔

○ محبت کرنے والا ہی عمل کر سکتا ہے۔

○ گور اور گھر اپنا ہونا چاہیے۔

○ جب کرو گے نیک کام کی انجام وہی پر ہی سوچ بچار کرو گے' برے کام پر نہیں۔

○ دشمن کبھی کہنا نہیں مانے گا' جب بھی مانے گا دوست ہی کہنا مانے گا۔

○ برا کام کوئی نہیں صرف نافرمانی رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم برا کام ہے جس کی سزا شرمندگی ہے۔

○ جس سے محبت ہوتی ہے' اس کے قرب کی تلاش ہوتی ہے۔

○ شیخ سے محبت کرنا' نبی کی محبت ہے۔

○ ہر وقت باوضو رہنا چاہیے۔ شیخ کو باوضو دیکھے اور اس کی خدمت میں حاضر رہے۔

○ آداب شیخ بھی اسی وقت سمجھ آئیں گے' جب شیخ سے تعشق ہو گا' ورنہ پھر منافق ہے۔

○ اتباع اہل محبت کا شیوہ ہے' بغیر محبت کے اتباع نہیں ہو سکتی۔

○ کعبہ مخلوق ہے۔

○ حجر اسود کو کیوں بھیجا گیا صرف اس لئے کہ وہ لوگ پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے' تین سو ساٹھ بتوں کی بجائے ایک پتھر کی عظمت قائم کرنا' مقصود تھی۔

○ تہذیب پہچان پیدا کراتی ہے اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا لباس پہنا۔

- آجکل دنیاوی دولت کے حصول کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور مذہب کی کوئی پرواہ نہیں۔ کلمہ پڑھا جاتا ہے مگر وقعت کچھ نہیں۔ جب تک دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم نہیں ہو گی' کلمہ کی عظمت قائم نہیں ہو گی۔
- وہ اتنا کریم ہے کہ کسی کے گناہ پر روٹی بند نہیں کرتا اور نہ عبادت پر روٹی بڑھاتا ہے۔
- کھانا کھانے والے کی عزت کھانا کھلانے والے سے زیادہ ہے۔ اگر کسی کو کھانا کھلایا جا رہا ہے اور وہ گالیاں دے تب بھی اس کو خوشامد کر کے کھانا کھلایا جائے۔
- شیخ کا دامن وسیع ہے' اس کو مضبوطی سے پکڑا جائے' انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔
- اولاد کو عاق کیا جا سکتا ہے' اس سے نزول رحمت بند ہو جاتا ہے مگر شفقت کی رگیں پھڑکتی رہتی ہیں۔
- آجکل دنیا دار صرف روٹی کا درجہ پہچانتا ہے اسی لئے اس کے چکر میں پڑا رہتا ہے۔
- ماں اور پیر و مرشد کے درجہ کو پہچاننا چاہیے۔
- دنیا دار مانتا ہے' دنیا کے نفع کے لئے' پیر و مُرشد کو مانا جاتا ہے بغیر نفع و نقصان کے۔
- ہر کام میں صالح جذبہ کام کرتا ہے۔ شوق پیدا کرو۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ دے گا' طلب محبت رکھو۔
- شیر کے شکار سے اور بھی فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ شیر بنو' گیدڑ مت بنو۔
- فقر کے کوچہ میں سب سے بڑا کفر سہارا ہے۔ سہارا صرف ذات محمدیؐ ہے۔ اس اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو جس کو ذات محمدیؐ نے بتلایا۔
- غریب کا ٹھکانہ کہیں نہیں ہوتا سوائے فقیر کے۔
- بیٹے کی عزت کی تو باپ کی عزت کی۔
- بندہ جب ہی ثابت ہو گا' جب اپنی عاجزی دکھائے گا۔

لوح مزار

- مرید اپنے پیر کا نمونہ ہوتا ہے۔ فقیر ایک ضرور نمونہ چھوڑتا ہے۔
- گناہ کسی کی روزی بند نہیں کرتا' اگر گناہ سے روزی بند ہوتی تو طوائف کو روزی نہ ملتی۔
- اگر کوئی نیک بندہ راہ راست پر چلتا ہے تو سینکڑوں بندگان خدا سد راہ ہو جاتے ہیں۔

بہت جان میری الجھن میں پڑی ہے۔

- کلمہ طیبہ کا ذکر سلطان الذکر ہے۔
- شریعت کے معنی ہیں' اسلام کی تمام شرائط ماننا۔
- طریقت دراصل طوق بندگی گلے میں ڈالنا ہے۔
- حقیقت سے مراد ہے' قناعت و توکل یعنی اپنے نفس کو قابو کرنا۔
- معرفت حقیقت میں ہمیشہ راضی بہ رضا رہنا ہے۔ رب ذوالجلال کی خوشی میں خوش رہنا' مگن رہنا۔
- ولی کامل وہ ہے جس کا تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ مع المخلوق کا سلسلہ بھی قائم رہے تاکہ ختم نبوت کے بعد صالحین امت کا ایسا گروہ دنیا میں موجود رہے جس کے عمل و کردار پر بڑی حد تک نبوت کی چھاپ ہو اور ان کے اعمال و افعال میں قرآن و سنت کی روح جھلکتی نظر آئے تاکہ عامتہ الناس ان سے عملی طور پر استفادہ کر سکیں۔
- تصوف اصلاح باطن اور تصحیح نیت کا نام ہے (یہ تزکیہ اور احسان ہے)
- صوفی حقیقت میں قرآن و سنت کا عالم اور سنت نبوی و آثار صحابہ کا متبع ہوتا ہے اور یہی اصل دین ہے۔
- ہمزاد اور جنات کو قید نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالٰی نے جب اپنی مخلوق کو آزاد پیدا کیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں' کسی کو قید کرنے والے۔ ہر مخلوق کی ضروریات ہیں' پھر اس مخلوق کی بھی ضرورت پوری کرنی ہو گی۔
- ہم کلام کے نہیں کلیم کے قائل ہیں۔

- تم صرف اس بات پر نظر رکھو گے کہ میں کسی سے کیسے ملتا ہوں۔ کوئی مجھ سے کیسے ملتا ہے' باقی باتوں کو صرف نظر کر دو مگر اپنے شیخ سے اپنی عقیدت اور محبت کو استوار رکھو۔
- عمل کرنا چاہیے ورنہ مشکلات گھیر لیتی ہیں۔
- جو بھی کام کرنا ہے' اسی زندگی میں کرنا ہے۔ عمل کرو گے تو نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔
- خوش خبری یہ ہے کہ قیامت کے روز فرشتوں کو پروردگار حکم دیں گے کہ میرے تمام دوست میزان کے چاروں طرف جمع ہو جائیں پھر پروردگار ان سے فرمائیں گے کہ دنیا میں ایک لقمہ جس نے روٹی کا کھلایا ہے۔ ایک گھونٹ جس نے پانی کا پلایا ہے۔ ایک نظر جس نے محبت سے دیکھا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بازو پکڑ کر جنت میں جس دروازے سے چاہیں' اس کو داخل کر دیں۔
- قیامت کے دن جبکہ نفسا نفسی کا عالم ہو گا' نبی بھی اس میں مبتلا ہوں گے اور کوئی کسی کو پہچاننے والا نہ ہو گا۔ اللہ کے دوست اور ولی حسب مراتب ہاتھوں میں ان کے علم ہوں گے اور بڑے خوبصورت اور سایہ دار درختوں کے نیچے اپنے مریدین کو لئے کھڑے ہوں گے تو پھر سرکار دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لائیں گے اور ان سے پوچھیں گے' آپ کے سب آدمی آ گئے' یعنی تصدیق کر کے۔
- جہاں دو پیر بھائی موجود ہوتے ہیں وہاں تیسرا پیر موجود ہوتا ہے۔
- صوفی وہ ہے جو دونوں طرف سے صاف ہو یعنی نہ تو وہ کسی کی ملکیت میں ہو نہ کوئی اس کی ملکیت میں ہو۔ ماسوا "اللہ" کے۔
- فقر یہ ہے کہ جو کچھ انسان کے پاس ہو اس پر قناعت کرے اور زیادہ کی تمنا نہ کرے اور نفس کی ہمیشہ مخالفت کرے۔ رموز خداوندی کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔
- تصوف یہ ہے کہ دونوں چیزوں میں زیادتی کا پہلو ترک کر دے۔ یعنی فقر اور تونگری میں۔ اس کی اساس یہ ہے کہ فقراسے تعلق رکھے' عاجزی سے ثابت قدم

رہے۔ بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمال صالح کرے۔

- اپنے نفس کا حکم نہ ماننا پرہیزگاری ہے اور نفس کو تابع کرنا پرہیزگاری کا فعل ہے۔
- ترک شکایت کا نام صبر ہے۔
- جو شخص احکام الٰہی کا استقبال خندہ پیشانی سے کرتا ہے۔ اس فعل کو راضی بہ رضا الٰہی کہا جاتا ہے۔
- قلب کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ قلب ہے جو کوہ گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہتا ہے۔ دوم وہ قلب ہے جو تناور درخت کی طرح مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے مگر اس قلب کو باد تند کے تھپیڑے ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور کبھی کبھی اس کو اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ سوم وہ قلب ہوتا ہے جو پرندوں کی طرح پرواز کرتا رہتا ہے۔
- زندگی کے لئے کونسی چیزیں ضروری ہیں۔ اول: کھانا مگر بقائے زندگی کی حد تک' دوم: پانی صرف رفع تشنگی کے لئے' سوم: لباس صرف ستر پوشی کی حد تک' چہارم: علم صرف عمل کی حد تک۔
- فقیر بنا ہے: ف سے فنا ہونے والا' ق سے قناعت' ی سے یاد' ر سے رقت قلب۔
- محبت اور ملکیت ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اپنی جان' مال' نفس سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور اللہ کے تصرفات پر اعتراض نہیں کرتا۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ اس کو ملتا ہے' قبول کر لیتا ہے۔ صرف ایک سمت (یعنی اللہ) کے سوا جملہ سمتیں اس کے لئے بند ہو جاتی ہیں تب اس کی محبت کامل ہوتی ہے۔
- تندرست وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے اور دوسروں کو جھوٹ نہ بولنے کی تلقین کرے۔ خود بھی مکمل طور پر سچا ہو اور دوسروں کو بھی سچ کی تلقین کرے۔ سچ کو پرکھنے کی تین کسوٹیاں ہیں۔ اللہ کی کتاب' رسولؐ اللہ کی سنت اور سچے کا قلب۔ اس قلب پر جب کوئی عکس پڑتا ہے تو یہ قلب اس وقت تک مطمئن اور راضی

نہیں ہوتا جب تک کتاب اور سنت سے اس کی تصدیق نہیں ہو جاتی۔

○ علم پر عمل کرنے سے قلب صاف اور پاک ہو جاتا ہے۔ جب قلب درست ہو جاتا ہے تو باقی اعضا بھی درست اور پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ جب قلب کو تقویٰ عطا ہوتا ہے تو جسم کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔

○ باطن پرندہ ہے اور دل اس کا پنجرہ۔ دل پرندہ ہے تو بدن اس کا پنجرہ۔ اور قبر ساری مخلوق کا پنجرہ ہے کیوں کہ انجام کار سبھی کو اس میں جانا ہے۔

○ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو۔ انسان کے دکھ درد میں شریک رہو۔ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی لاتعلق رہتا ہے۔ اپنے دل اور دماغ کو تکبر اور غرور سے پاک رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دونوں چیزیں بالکل پسند ہیں۔

○ کائنات کا وجود خالق سے الگ نہیں۔ سمندر کی لہریں سمندر سے الگ نظر آتی ہیں لیکن فریب نظر ہے۔ نام جدا سہی لیکن حقیقت ایک ہے۔ شعاعیں آفتاب سے اور لہریں سمندر سے الگ نہیں ہوتیں۔ جس طرح پھول کے مرجھا جانے اور نغمے کے ختم ہونے کے بعد بھی خوشبو اور موسیقی کی لہریں کائنات میں باقی رہ جاتی ہیں۔ اس طرح انسان موت کے بعد "کل" میں جذب ہو جاتا ہے۔ کائنات کا ایک ظاہر ہے جو ہم سب کو نظر آ رہا ہے اور کائنات بظاہر کثرت ہے۔ لیکن حقیقت میں وحدت ہے۔

○ تقدیر خدا کی رضا ہے۔ اور انسانی اعمال خدا کی تخلیق ہے۔ انسان تقدیر کے سامنے مجبور اور بے بس ہے لیکن اعمال پر قادر ہے۔ برے کرے یا اچھے۔

○ سماع جائز ہے یا ناجائز سماع اہل حق کے لئے مستحب ہے۔ اہل زہد کے لئے مباح اور اہل نفس کے لئے مکروہ ہے۔

○ فقیری یہ ہے کہ مرید کے دماغ میں ایک ایسی تصویر گھس جائے کہ وہ جدھر دیکھے اس کو وہی تصویر نظر آئے۔

○ انسان چلہ کشی سے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نظر اسباب پر چلی جاتی ہے مسبب سے اٹھ جاتی ہے۔

باب دوم

تعلیمات شیخ

حضرت سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کی ذات بابرکات نے بے شمار مواقع پر اپنے دوستوں، مریدوں، محبت کرنے والوں اور عامتہ الناس کی روحانی، علمی اور دینی و دنیاوی معاملات کے سلسلہ میں جو تعلیم فرمائی، ان تمام ملفوظات شیخ کو بہ تمام و کمال نقل نہیں کیا جا سکا البتہ جو چند مختلف مواقع پر ارشادات تعلیم و تربیت کی غرض سے فرمائے اور جو کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ گئے، قلمبند ہوئے یا سینہ بہ سینہ مریدوں سے پتہ چل سکے، انہیں آئندہ اوراق میں اختصار کے ساتھ دیا جا رہا ہے تاکہ اس سے عام و خاص استفادہ کر سکیں۔

لفظ حق کی تشریح

سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ میں جب ہم اکثر فرض نماز کے بعد حق حق حق کا ورد کرتے ہیں تو اس سے دراصل اس حقیقت کی وضاحت مقصود ہے کہ اس کی حقیقت سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں جو ثابت، لازوال اور اٹل ہو سکتی ہے۔ فطرت اور قدرت کا یہ لازمی قانون ہے کہ وہ حق و باطل کی جنگ میں صرف حق ہی کو باقی رکھتا ہے اس لئے کسی بات کے امر حق ہونے کے سلسلہ میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ وہ حق ہے یعنی لازوال اور ہمیشہ قائم رہنے والی حقیقت۔ اہل سلسلہ اس کو تین بار پکارتے ہیں۔ یہ تقلید حضرت احمد عبدالحق رودولوی علیہ الرحمتہ سے شروع ہوئی کیونکہ وہ اکثر و بیشتر حق حق حق کا نعرہ بلند فرماتے رہتے تھے۔

رحمت کی وضاحت

لفظ رحمت کا ذکر قرآن مجید میں تین سو سے زائد مقامات پر آیا ہے اور اگر ایسے تمام جملہ مقامات بھی شامل کر لئے جائیں' جہاں لفظ رحمت تو استعمال نہیں ہوا لیکن ان کا تعلق رحمت کردگار سے ہے مثلاً عفو' درگزر' مغفرت وغیرہ تو پھر اس کی حد یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ قرآن مجید شروع سے آخر تک رحمت الٰہی کا پیغام ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس کائنات کو گھیرا ہوا ہے۔ اس لئے اس کی رحمت و عنایت پر مخلوق کی نظریں مرکوز ہونی چاہئیں کیونکہ اسی کی ذات مخلوق کی زندگی کا ملجا و ماویٰ ہے۔

نماز اور اس کے ثمرات

نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز میں ایک خاصیت اور تاثیر یہ بھی رکھی ہے جو نمازی کو برائیوں اور گناہوں سے بچاتی اور روکتی ہے جیسے کسی دوا کے استعمال سے بیماری وغیرہ ختم ہو جاتی ہے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ دوائی کی ایک خوراک ہی مرض کو ختم کر دے۔ بعض امراض میں دوائی کو کافی عرصہ استعمال کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر مرض سے چھٹکارا ہوتا ہے۔ اس علاج معالجہ میں بھی پرہیز اور احتیاط لازم ہے اور مریض کسی ایسی چیز کو استعمال نہ کرے جو دوائی کی خاصیت کے منافی ہو۔ بے شک نماز میں بھی ایک قوی اور مضبوط تاثیر موجود ہے جو نمازی کو روحانی بیماریوں سے بچانے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے اس کے لئے بھی شرط یہی ہے کہ احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ ہو اور جو روحانی معالجوں نے تجویز کیا ہو اس پر خاصی مدت تک عمل کیا جائے۔ اس طرح سے از خود محسوس ہونے لگے گا کہ نماز کس طرح سے برائیوں سے روکتی ہے اور جملہ روگ دور کرتی ہے۔

نماز کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ نمازی مسجد سے باہر آ کر کوئی بدعہدی' نفس پرستی یا شرارت نہ کرے کیونکہ وہ ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی و فرمانبرداری کا خضوع و خشوع سے اقرار کر کے آیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حکومت' شہنشاہی اور ربوبیت کو دل

و جان سے تسلیم کرتا ہے۔ اس طرح نمازی پر فرض ہے کہ وہ اس کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا اس طرح سے نماز دن میں پانچ بار حکم دیتی ہے کہ بندگی اور غلامی کے دعویدار انسان! بندوں اور غلاموں کی طرح زندگی بسر کر۔ بے حیائی' شرارت اور سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے نماز بہرصورت اسے برائیوں سے روکتی اور منع کرتی ہے۔ پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے سے نہیں رکتے۔ نماز کے روکنے سے بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ نماز میں سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اور وہ بھی پورے خلوص سے۔ نمازی اپنے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کا خیال پختہ کرے گا۔ اتنا ہی اس کا دل رقیق ہو گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں سے بچانے اور چھڑانے میں موثر ثابت ہو گی۔ ان حقائق کی روشنی میں ہر شخص اپنی ذات کا خود محاسبہ کر سکتا ہے۔

اسباق راہ طریقت

سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ اکثر و بیشتر نماز فجر کے بعد سورۃ کوثر ایک سو بار پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ فجر کی سنتوں کے بعد تیسرا کلمہ ایک سو ایک بار اور اول و آخر درود شریف پڑھنے کے لئے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ذکر الٰہی کی فضیلت

یاد الٰہی ہی کو ذکر کہتے ہیں۔ اجتماعی طور پر جو ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی غرض و غایت تربیت ہے تاکہ دل ہر لحہ اس سے غافل نہ ہو۔ قرآن مجید میں ذکر کے متعلق 164 سے بھی زائد اور 40 سے زائد احادیث نبویؐ میں اس کی فضیلت کا بیان ہے۔ حافظ ابن قیم علیہ الرحمتہ نے ذکر الٰہی کے سو سے زائد فوائد تحریر فرمائے ہیں۔

ذکر الٰہی اور ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی تعداد معین اور مقرر نہیں ہے۔ جس طرح ہو اور جس قدر ہو سکے ادب و احترام اور خلوص و عقیدت' عجز و عاجزی اور انکساری سے انسان کو ذکر الٰہی اور درود و سلام کی کثرت میں مشغول رہنا چاہیے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ ہمارا منہ کہاں کہ ہم ذکر رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کر سکیں۔ اس خیال نے بہت سے لوگوں کو اس نعمت عظمیٰ کے حصول سے روک رکھا ہے۔

اسلام ظاہر ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور نہ ہی کوئی طاعت۔ تمام عبادات کا رتبہ اس سے کم ہے۔ تم حالت ناپاکی میں کلمہ طیبہ پڑھ سکتے ہو اس لئے کہ زبان پاک ہے تو اس لحاظ سے ذکر الٰہی بھی ہر وقت کرنا درست ہے۔

اگر کوئی یہ بہانہ طرازی کرے کہ ہم گنہگار' ہمارا منہ خدا کی یاد کے قابل کہاں؟ اس معاملہ میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ قابل ہو یا نہ ہو کام کرنا چاہیے۔ شرف قبولیت سے نوازنے والی ذات الہ العالمین رحیم و کریم ہے۔ اس میں بھی ایک راز مضمر ہے وہ یہ کہ اگر کوئی بغیر طہارت غیر ماسوا کے' اطاعت نہ کرے۔ جب بھی ذکر یا اطاعت کرے گا تو پھر خود کو پاک و طاہر اور اس کے قابل سمجھے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت حقوق کے اعتبار سے کوئی بھی اس قابل اور طاہر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح جب بھی ہم کوئی طاعت کریں گے وہ ناقص ہی ہو گی تو وہ لوگ جو اس انتظار میں ہیں کہ جب ذکر کے قابل ہوں گے' کریں گے تو وہ خدا کی عظمت کی نسبت کے لحاظ سے ناقص رہیں گے۔ کبھی بھی اس کی شایان شان بندگی کا حقوق بجا لانے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ اہل تربیت کا مقولہ اور ارشاد ہے کہ خود کو ریاکار سمجھ کر کام شروع کر دو۔ یہی ریا بعد میں عبادت بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا دربار عالی عجیب ہے کہ خود کو ناقص جانتے ہوئے عبادت کرنے سے بھی تکمیل ہو جاتی ہے اور رحمت حق تو بہت وسیع اور بے کراں ہے۔ ایک حائضہ عورت جس کو ہر وقت خون جاری رہتا ہے' شریعت اس کو حکم دیتی ہے کہ تو ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے قبولیت کا شرف بخشیں گے۔ بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر دربار خداوندی میں لائے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی عظمت کے لائق طاعت بجا لائے۔

یاد الٰہی بہت بڑی نعمت اور لازوال دولت ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد' وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو عبادت کیا۔ ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ' وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصل فضیلت اسے ہی حاصل ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر الٰہی سے سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایسے عمل میں بزرگی و برتری بھی ذکر ہی کی وجہ سے آئی' بہرحال ذکر الٰہی تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہو گا۔

قرآن و حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتا ہے۔ ذکر اس لحاظ سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی انتہائی قدر کرنی چاہیے۔ کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز بتا دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر ہونی چاہیے۔

مرید اور مراد

ایک مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا: مرید وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے لئے وہی بات چاہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے چاہے اور مراد وہ شخص ہے جو دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس سے نہ مانگے۔ بس وہ اپنے ارادے میں ارادہ حق پر راضی ہو جائے تاکہ وہ مراد ہو۔ اس لحاظ سے عاشق الٰہی کا اپنا کوئی ارادہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ حق تعالیٰ کی مراد ہے۔ اس لحاظ سے جو شخص اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں چاہے گا مگر جو اللہ چاہے گا۔ ارادہ حق پر راضی ہونا' طالب حق کے مقامات کی ابتداء ہے۔

تقدیر اور اس کا مفہوم

پیر جی امور الحسن شاہ علیہ الرحمتہ نے ایک دن قسمت اور تقدیر کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا: جان لو کہ ہر حکم کا ایک سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی عام بچے کو تخت و تاج کا مالک بنا دے تو پہلے اس کو توبہ کی توفیق بخشتا ہے اور پھر

اسے اپنے کسی دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے تاکہ اس کی یہ خدمت نجات کا سبب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے اولیاء کو ان لوگوں کے درمیان جو اہل زمانہ کی دین سے غفلت اور سستی اور ان کی آفتوں میں مبتلا ہیں' پوشیدہ رکھا ہے اور ان لوگوں کو اولیاء سے دور کر رکھا ہے۔ جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن صرف احکام الٰہی کا ہے پابند

اب تو معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ لوگوں نے تقدیر کو بالائے طاق رکھ کر بزرگوں سے مرادیں مانگنے پر اتر آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی بجائے غیر اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام پر مجھے دے یا فلاں ولی کا واسطہ۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب اہل دیوان (اولیاء اللہ) نے اللہ کے ساتھ بے تعلق رکھنے والوں کی اور دل میں قوی ظلمت رکھنے والوں کی تعداد میں کثرت دیکھی کہ ان کی ذات خبیث اور گندی بن گئی ہے تو اہل دیوان کا دل چاہا کہ ہمارے خالق جل جلالہ کا وہی نام لے جو پاک اور صاف ہو تو ان لوگوں کے قلوب کو غیر اللہ کے ساتھ مربوط کر دیا۔ اس میں بھی یہ ایک راز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو دعا مانگتے وقت اپنے قلب و باطن سے ہمہ تن اپنے خالق کی طرف متوجہ ہوں۔

دعا کی قبولیت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو دعا مانگ رہا ہو' اللہ تعالیٰ وہ شے اس کو عطا کر دے یا عطا نہ فرمائے مگر عطا نہ فرمانے کے راز سے اس کو مطلع کر دے۔ یہ مقام اہل اللہ اور اولیائے کبار کا ہے نہ کہ اہل حجاب کا۔

اس حالت میں قوی ظلمت رکھنے والوں کے دلوں میں طرح طرح کے شک اور غلط وسوسے لاحق ہو جائیں گے کہ نعوذ باللہ کوئی وجود ہوتا تو ضرور اس کی گریہ و زاری اور آہ و بکا پر ترس کھاتا وغیرہ۔ اس حالت میں اس سے ایمان بھی گیا۔ انہی وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے' اہل اللہ اور فقراء نے عوام الناس کی عقول کو نیک بندوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تاکہ مراد پوری نہ ہونے کی صورت میں ان کے دل میں وساوس و شکوک

اور جملہ شبہات جو وارد ہوں تو وہ صرف اولیاء اللہ کی ولایت اور بزرگی تک ہی محدود رہیں اور وہ شخص کفر کے زمرے میں نہ آئے۔ ولایت سے انکار کفر نہیں جبکہ ذات احدیت سے انکار کفر ہے۔

اہل اللہ اور فقراء کا ہاتھ چومنا

جب طالب مطلوب کا ہاتھ چومتا ہے تو لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں مگر مرید جب اپنے شیخ کا ہاتھ چومتا ہے تو لوگ برا مناتے ہیں۔ دراصل اس کی حقیقت اس قدر ہے کہ شیخ یا فقرائے محمدیؐ کا جو لوگ ہاتھ چومتے ہیں' وہ صرف اظہار عقیدت و محبت ہے۔ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے قسم کھا کر فرمایا جو شخص دنیا میں کسی بزرگ یا شیخ کا ہاتھ محبت اور خلوص سے چومے گا وہ یقینی طور پر بخشا جائے گا۔ اسی طرح سے ملفوظات زری زر بخت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ درویش اپنے ہاتھ کا بوسہ اس نیت سے لینے دیتے ہیں کہ ایک مغفور شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ سے مل جائے۔

نسبی اور نسبتی اخوت کا فرق

حضرت امورالحسن شاہ سہارنپوری علیہ الرحمتہ نے ایک دن اپنی ایک مجلس میں فرمایا: اخوت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اخوت نسبی اور دوسرے اخوت نسبتی۔ ان دونوں میں نسبتی یعنی دینی اخوت کو شرف حاصل ہے کیونکہ اخوت نسبی وقت کے تقاضوں کے تحت بدلتی رہتی ہے مگر اخوت نسبتی (دینی نسبت) ہر حال میں قائم اور کامل رہتی ہے۔

مثال اس کی یوں ہے کہ دو سگے بھائیوں میں ایک مومن اور دوسرا کافر ہو تو میراث مسلمان بھائی کی کافر کو نہ پہنچے گی لہٰذا یہ اخوت کمزور اور ضعیف ہوئی جبکہ اخوت دینی کامل ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی خلل نہیں ہے یہ نسبت قیامت بلکہ ابدالاباد تک برقرار رہے گی۔

فاسق اور محروم لوگ کون ہیں؟

وہ لوگ فاسق ہیں جو بغیر نیت اور مقصد کے عبادت کرتے ہیں۔ ان کی عبادت محض عادت کی بناء پر ہوتی ہے۔ کوئی غرض اچھی یا بری اس کا محرک نہیں بنتی۔ یہ عبادت نہ اللہ کے لئے ہے اور نہ غیر اللہ کے لئے۔

وہ لوگ محروم ہیں جو اپنے ذاتی نفع اور اغراض نفس کے لئے عمل کرتے ہیں' اللہ تعالٰی کے واسطے نہیں۔ ایسے اعمال سے قرب خداوندی کی بجائے دوری بڑھتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ ذات عبد کی حقیقت کے خلاف ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ذات عبد اللہ تعالٰی کی پیدا کردہ ہے۔ اس کی مملوک اور ہر جہت سے اس کی طرف منسوب۔ کسی دوسرے کی طرف اس کا انساب کسی حقیقت سے نہیں۔

آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ میں کہیں یہ ارشاد نہیں ہے کہ اعمال اپنے نفسوں کی خاطر کیا کرو اور میں ایسے اعمال پر تمہیں اجر و ثواب دوں گا۔ وہاں تو واضح ارشاد ہے کہ اطاعت کرو میری اور عبادت کرو خالص میرے لئے پس میں اجر و ثواب دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال میں نیت اجر و ثواب کی نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے لئے ہونی چاہیے۔

استغفار اور درود شریف

استغفار اور درود شریف کے بارے میں پیر جی علیہ الرحمتہ نے اپنی ایک مجلس میں بڑا لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ اجلے کپڑوں پر تو عطر افضل ہوا کرتا ہے اور میلے کچیلے کپڑوں پر صابن۔ اسی لئے مشائخ جو تعلیم دیں اور امر بتائیں اس پر پابندی کریں تاکہ آپ کی روح اجلی ہو۔

درود شریف کا اجر و ثواب

اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے درود شریف پڑھنا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع

پہنچانے کی غرض سے مشروع نہیں فرمایا بلکہ یہ ہمیں نفع اور برکت پہنچانے کے لئے مشروع کیا ہے۔

اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص کے بہت سے غلام ہوں اور اس کی نظر ایک ایسی زمین پر جائے جو ہر لحاظ سے بہترین ہو اور وہ زمین اپنے غلاموں کو بلا شرکت اور بٹائی تقسیم کر دے تو اس میں غلاموں کو نفع ہی نفع ہے۔ یہی حال ہمارے درود شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پیش کرنے کا ہے۔ اس کا تمام اجر و ثواب صرف ہمارے ہی لئے ہے۔

جب ہمارے منہ سے ادب و احترام، محبت اور تعظیم و تکریم سے درود شریف نکلتا ہے تو اس کا اجر و ثواب پڑھنے والے کے لئے ہو گا اور جب اس کے اجر کا نور منتقل ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جا ملتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی یہ شان ہے جیسے کوئی چیز اپنی اصل سے جا ملے کیونکہ مومنوں کے لئے جو اجر و ثواب بھی ثابت ہے، وہ اس کے ایمان کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے اور ان کا ایمان پرتو ہے نور محمدیؐ کا لہٰذا اس سلسلہ میں جتنے بھی امور ثابت ہوں گے، ان کی اصل ذات محمدی ہی ہو گی اور وہ تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ہوں گے۔

شریعت اور طریقت

حضرت قبلہ پیر جی سید امور الحسن علیہ الرحمتہ نے اپنی ایک مجلس میں شریعت اور طریقت کے بارے میں مفصل ارشادات عالیہ فرمائے۔ آپ نے فرمایا:

اکثر اوقات جب شریعت اور طریقت کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے تو لوگ مبالغہ آمیز جملوں سے دوچار ہو جاتے ہیں اور جذباتی قسم کے لوگ طریقت کو شریعت کی لونڈی تک کہہ جاتے ہیں۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں تصوف کا صاف چشمہ گدلا ہو چکا ہے۔ لوگ حقیقتوں سے بہت دور جا چکے ہیں۔ شعبدوں اور رسومات کو طریقت سمجھنے لگے ہیں۔ اکثر مشائخ بدعتوں میں مبتلا ہیں ماسوا ان کے جن کی اساس قرآن اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور وہ اس سے ایک قدم بھی ہٹنا

نہیں چاہتے۔

وہ اشخاص جن کو قرآن اور سنت کے علوم سے بہرہ وافر ملا ہے مگر اصفیاء کی محبت سے دور ہیں اس طرح فی الحقیقت وہ حقیقت سے بہت دور ہیں۔ آجکل لوگ شریعت اور طریقت کو دو الگ الگ چیزیں تصور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے نمائندے علماء اور فقہاء ہیں اور طریقت کے علم بردار صوفیاء ہیں۔ اس وجہ سے دین میں اختلال ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ نظام حیات سخت قسم کے بحران کا شکار ہو گیا ہے۔ آجکل کے دراصل نام نہاد صوفیوں نے انسان کے بدن میں ظاہری اور باطنی قوتوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ انہوں نے اسی لحاظ سے اسلامی تعلیمات کے بھی دو حصے کر دیئے ہیں۔ ایک وہ حصہ جو انسان کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے اور دوسرا جو انسان کے باطن کو سنوارتا ہے۔ پہلے کا نام شریعت اور دوسرے کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔

صوفیاء نے اعضائے رئیسہ کو ظاہری قوت کے علاوہ ان کی باطنی قوت کو بھی تسلیم کیا ہے اور ان کے نزدیک لطیفہ عقل، لطیفہ قلب اور لطیفہ نفس ہے اور ان کے روشن ہونے سے احوال اور مقامات پیدا ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب الطاف قدس میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھے اس لطیفہ کو سمجھانے کے لئے ایک اونٹ دکھایا گیا جو زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے تینوں لطائف بہت کمزور ہیں مگر اس کے باوجود وہ قافلہ کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس کے پاس بجز چلنے کے کوئی طاقت نہیں۔ وہ دم نکلنے تک چلتا رہا یہاں تک کہ اس کی روح مسافر ہو گئی گویا اس کی موت اور رکنا دونوں فعل بیک وقت ہوئے۔ اس طرح گویا وہ اونٹ لطیفہ جوارح کے مقام فنا میں تھا۔ اس مثال سے لطیفہ جوارح کی وضاحت یوں ہوئی کہ انسان میں اعضائے رئیسہ یعنی دل، دماغ اور جگر کا ایک رخ جوارح کی طرف ہوتا ہے جس کی تکمیل و اصلاح شریعت کا مقصد ہے اور اس کا دوسرا رخ باطن کی طرف جو اس کا اصل منبع ہے اور ان لطائف کی تکمیل تصوف سے ہوتی ہے۔

اس طرح سے اگر انسان کے مختلف قویٰ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں تصور کر لیا جائے اور دل و دماغ کے ظاہری اعمال سے شروع کر کے لطیفہ جوارح پر پہنچیں تو پھر اس سے عقل، قلب اور نفس کی باطنی قوتوں پر آئیں اور ان تمام کو قویٰ کے مختلف درجے مان لیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ جس طرح یہ قویٰ ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور وابستہ ہیں اسی طرح شریعت جو جوارح کی اصلاح اور تکمیل کرتی ہے اور طریقت جس کے اعلیٰ لطائف تزکیہ اور پاکیزگی ہے دونوں الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک چیز کے دو رنگ یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ اسی طرح سے شریعت اور طریقت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ایک انسان کا ظاہر سنوارتی ہے اور دوسری اس کی تکمیل کر کے باطن روشن کرتی ہے۔

اصل میں طریقت یہ ہے کہ اگر کسی صاحب دل سے محبت ہو جائے تو وہ خود ہی اس کا ظاہر اور باطن سنوار لے گا۔ اس صورت میں گو مدت صحبت تھوڑی ہی ہو تب بھی کام پورا ہو جائے گا اور الفت کے بغیر اگر سالہا سال صحبت رہے تو نہ کوئی نعمت ملے گی اور نہ ہی کوئی فائدہ برآمد ہو گا۔ طریقت کی وضاحت ایک جملہ میں یوں ہو سکتی ہے:

> "طریقت کی معراج تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ معاملہ صدق اور مخلوق کے ساتھ معاملہ خلق کا رکھے اور بس۔"

اس مقام تک رسائی کے لئے رہبر کامل یعنی شیخ کی ضرورت پیش آتی ہے جو تزکیہ کے ساتھ ساتھ تکمیل بھی کرائے گا۔

ترک دنیا اور مخالفت نفس

لوگوں کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو ہر چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ وہ ہر چیز کے حصول کے لئے کوشش کرے گا۔ اس صورت میں مخلوق سے کس طرح الگ تھلگ رہ سکتا ہے اور اپنی طبیعت کے خلاف کس طرح کر سکتا ہے۔ ان تمام چیزوں پر ہی تو دنیا کے نظام کا دار و مدار ہے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ لوگ جو اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ وہ فقراء کی باتوں کی تہہ تک نہیں پہنچتے اور ترک دنیا اور مخالفت نفس سمجھ لینے سے قاصر ہیں۔

ان تمام چیزوں کو ترک کرنے سے ہماری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ خداوند کریم کی نافرمانی کی جائے۔ اگر کوئی مخلوق سے تعلق رکھتا ہے تو بظاہر وہ دنیا داروں میں سے معلوم ہو گا لیکن حقیقت میں اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہو گا اور وہ تارک دنیا ہی کہلائے گا اگرچہ وہ اس صورت میں نفس کے موافق ہی عمل کر رہا ہو۔ علماء محققین کا کہنا کہ مقصود اس سے حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے نہ کہ نفس کی مخالفت یعنی صوفیائے کرام نفس کے خلاف چلتے ہیں اور جو نفس کہے اس کے خلاف کرتے ہیں۔ وہ یوں اس لئے کرتے ہیں تاکہ نفس احکام خداوندی کے تابع ہو جائے اور راہ راست پر آ جائے اور اگر نفس پہلے ہی راہ راست پر ہو تو اس کی مخالفت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

فقیر ہوں یا غنی' امراء ہوں یا رعایا' مالک ہوں یا مملوک' خادم ہوں یا مخدوم' فقراء کو تو صبر کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہیے اور اغنیاء کو شکر' امراء کو عدل' اور رعایا کو فرمانبرداری' مالکوں کو رحم اور مملوکوں کو خدمت' خادموں کو ادب' مخدوموں کو عنایت' ہر گروہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے راستے پر چلے۔ بندگی اور انصاف کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس پر پابندی سے عمل کرے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا واصل اور مقرب بن جائے گا۔ اس جگہ اس امر کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ ہر گروہ کا اپنا اپنا مشغلہ اور کام متعین ہے۔ اگر وہ اپنے مقرر و متعین کردہ راستہ پر چلے تو سالک ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گروہ کے لئے ایک دستور العمل اور قاعدہ مقرر کر دیتے تھے تاکہ وہ اس پر عمل کرے اور اس سے باہر نہ جائے اور اگر اس سے باہر جائے گا تو اس سے کفر اور فسق سرزد ہو گا۔ سعادت مندی اور نیک بختی کا راز شریعت کے سامنے اپنی گردن جھکا دینے میں مضمر ہے۔

مرشد سے تعلق کی برکت

ایک مجلس میں آپ نے مرشد سے تعلق کے ثمرات کے بارے میں یوں ارشاد

فرمایا: مرشد کے سایے تلے آنے کا مقصد اور مطلب اس سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ ان کی مجالس میں آپ کو علوم ملیں گے۔ جتنا تعلق بڑھاؤ گے اتنی ہی محبت بڑھے گی۔ اس سے دو قسم کے ثمرات میسر آئیں گے۔ ایک یہ کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ان کی زبان سے دعا کا نکلنا اس بات کی واضح اور بین علامت ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا وقت آگیا ہے۔ دوسری وجہ خفی اور پوشیدہ ہے' وہ یہ کہ تمہارے نیک اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہو جائے گی۔

دراصل مقناطیس کی طرح ان کے قلب میں کشش ہوتی ہے جو طالب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ فقرائے محمدیؐ کا قلب حق تعالیٰ سے ملا ہوتا ہے۔ وہ طالب کو حق سے ملا دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ طالب میں خلوص ہونا انتہائی ضروری ہے۔

ادب کی تین قسمیں

آپ علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا: جان لو کہ لوگ آداب میں تین قسم کے ہوتے ہیں۔

پہلی قسم اہل دنیا ہیں۔ ان کے نزدیک فصاحت' بلاغت' علوم و فنون اور تحقیق و تدوین ہوتی ہے۔

دوسری قسم اہل دین ہیں۔ ان کے نزدیک ادب' نفس کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی بنانا' اعضاء کو تادیب' حدود الٰہی کی حفاظت اور خواہش نفسانی کو ترک کرنا ہے۔

تیسری قسم اہل خصوصیت ہیں۔ ان کے نزدیک دل کو پاک رکھنا' باطن کے بھید کی رعایت کرنا' عہد پورا کرنا' وقت کی نگہداشت' اور پراگندہ خیالات کو کم کرنا ہے نیز طلب اور قرب کے مقامات اور حضوری کے اوقات میں بہت اچھا ادب کرنا ہے۔

یہ تینوں باتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے کہ جس کو مروت حاصل نہیں اس کو سنت کی بھی حفاظت حاصل نہیں' اس کو حرمت کی بھی رعایت حاصل نہیں کیونکہ معاملات میں آداب کی حفاظت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب دل سے مطلوب کی تعظیم کی جاتی ہے۔

اور بیٹا! ادب ہی ہے طریقت کا لب لباب۔

بیعت کی حقیقت اور ضرورت

سلاسل اولیاء اللہ میں داخل ہونا معرفت حق حاصل کرنے کے لئے بہ اجماع اولیاء و صلحاء' مشائخ و علما واجب اور لازمی ہے۔ اس پر محقق ظاہری و باطنی' متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اس مقدس طریقہ کا اختیار کرنا سبب قرب ربانی اور موجب برکات و فیوض و صفات ہے۔ اس مبارک اور پسندیدہ طریقہ کو دیدہ دانستہ ترک کرنا' چشم پوشی یا رد و نزاع کا دروازہ کھولنا دراصل مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے اور فساد پیدا کرنے کے مترادف ہے اور یہ امر رب جلیل کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے "لا تفسدو فی الارض" (زمین میں فساد نہ کرو) فرما کر ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پسندیدہ طریقہ کے بارے میں اختیار کرنے کی نسبت فرمایا ہے: ترجمہ: اے ایمان والو خوف الٰہی رکھتے ہوئے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو۔" (سورہ مائدہ)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ کی بھی یہی تحقیق ہے' انہوں نے اپنی کتاب القول الجمیل میں لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ شفاء العلیل میں یہ درج ہے:

""اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔"

اس کے حاشیہ میں وضاحت و صراحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

""ہم نے اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم فاروقی علیہ الرحمتہ کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہم عصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت و بدعت ہونے پر گفتگو کی۔ جد امجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ "وسیلہ" سے مراد ایمان لیا جائے۔ اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یاایھا الذین آمنو اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے' امتثال اوامرو

اجتناب نواہی ہے۔ اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغائرت بین المعطوف علیہ کا متقضی ہے اور اس طرح بدلیل مذکورہ جہاد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تقویٰ میں داخل ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے۔ پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے' ذکر و فکر میں تاکہ فلاح حاصل ہو کہ عبادت ہے وصول ذات پاک ہے۔"

نیز ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: "اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون اللہ سے زیادہ قریب ہے کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔" (سورہ بنی اسرائیل)

تمام حضرات سلف صالحین جن کا صادق القول ہونے کا جمہور اسلام کو یہاں تک یقین ہے کہ وہ بالاتفاق اولیاء اللہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کا انہی آیات شریفہ پر عمل رہا ہے۔ وہ خود بھی مرید ہوئے اور دوسروں کو مرید کیا۔ جن میں بڑے بڑے خلفاء' سلاطین و امراء کے علاوہ علماء' صلحاء اور زہاد بھی شامل ہیں۔

عورتوں کی بیعت کے بارے میں سورہ ممتحنہ میں ارشاد خداوندی ہے:

"اے نبی جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں مسلمان عورتیں حاضر ہوں تاکہ وہ بیعت ہوں اس شرط پر کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ کریں' چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں' اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور کوئی افتراء و بہتان آگے پیچھے نہ باندھیں اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں تو انہیں بیعت فرما لیجئے اور ان کی بخشش طلب فرمایئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

نکتہ: اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ شیخ کا کام مرید کے لئے بخشش طلب کرنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

بیعت نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے۔ اگر واجب ہوتی تو ضرور اس کے

تارک پر انکار وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ بیعت سنت ہے اور حقیقت سنت میں فعل مسنون بلا دلیل وجوب تقرب الی اللہ کا موجب ہے۔

مرید کے لئے شرائط

مرید کے لئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ نابالغ اور پاگل و مجنون خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقویٰ اور اجتناو فی الطاعات کا اس کے حق میں کیا ذکر۔

بعض مشائخ بچوں کی بیعت کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف برکت اور نیک فال ہے۔ اس کی دلیل مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت زبیرؓ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بیعت کے واسطے لائے اس وقت وہ سات برس کے تھے۔ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ان سے بیعت لی۔

اقسام بیعت

بیعت کی کئی قسمیں ہیں:

بیعت کی پہلی قسم معاصی اور گناہوں سے تائب ہونے کے لئے ہے۔ بیعت کی دوسری قسم بیعت تبرک ہے۔ اس بیعت کا مقصد صالحین کے سلسلہ میں داخل ہو کر حصول برکت ہے۔ بیعت کی تیسری قسم خلوص کے لئے معصم ارادہ کرنا ہے۔ امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے' یہی طریقہ اصل ہے اور اسی میں ہمارے بزرگان بیعت لیا کرتے ہیں۔

بیعت کے نور کی آبیاری اور دیکھ بھال کا تعلق سراسر مرید کے ارادہ' محبت شیخ اور تقلید شیخ پر مبنی ہے۔

احساس

احساس ہی ایمان ہے۔

اگر نیکی کرنے کے بعد دل کو راحت ہو تو یہ امر ایمان کی پختگی کی دلیل ہے۔ اگر برائی کر کے اس برائی کا احساس ہو جائے تو یہ بھی ایمان کی سلامتی کی نشانی ہے۔ اگر

برائی کر کے احساس ہی نہ ہو تو اللہ ہی حافظ ہے۔

تصوف

تصوف کی تعریف ایک جملہ میں یوں ہے کہ خود کسی کا ہو جائے اور اپنے مطلوب کو روح اور قلب دونوں میں جگہ دے تو یہی تصوف ہے۔

فیوض و برکات شیخ

شیخ کا کام ہے کہ وہ مرید کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ وہ دنیوی فروعات میں نہ پڑے۔ اس کی وجہ سے ابتداء میں مرید کو تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر اصل کو دیکھ کر وہ ہر لحاظ سے مطمئن ہو جاتا ہے۔

جب تک طالب خود کو "لا" نہ کرے "الہ" تک اس کی رسائی نہ ہو گی۔ اور وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ کے توسل سے' کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایک پردہ ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و برکات سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس نور کو پیدا فرمایا وہ نور حقیقت محمدیؐ ہے۔ اس کے بعد دیگر مخلوق کو جس میں فرشتے' انبیاء اور انسان شامل ہیں' پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی رسائی حاصل کرنے کے لئے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہو گا گو یہ مشکل ہے اس لئے اس آدمی کو وسیلہ پکڑو جو وہاں تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ وہ آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔

اوراد و وظائف

شیخ کامل کی توجہ کے بغیر تمام وظائف بے سود ہیں اور اگر توجہ موجود ہے تو وظائف کی ضرورت نہیں البتہ حکم عدولی درست نہیں۔ شیخ کی جانب سے جن اوراد کی تلقین کی جائے' ان کو پورا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ فرمان شیخ کی اطاعت بھی شیخ کی توجہ قائم رکھتی ہے۔ شیخ کی حیثیت ظل نبی کی ہوتی ہے۔ اس کی یاد تم کو ان کی توجہ میں رکھے گی اس طرح تم خود پر قابو پائے رکھو گے اور فیضان نظر بھی جاری رہے گا۔

نافع محبت

محبت انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے۔ خواہ یہ محبت کسی سے ہی کیوں نہ ہو تو بہتر اور افضل بات یہی ہے کہ پھر محبت برائے خداوند قدوس آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے تاکہ دین و دنیا دونوں میں آسانی میسر آئے۔ اس کے لئے بھی کسی کے جوتے سیدھے کرنے ہوں گے اور وہ ہے ذات شیخ۔

حفظ مراتب

عورت عورت ہی ہے۔ وہ ماں ہو' بیوی ہو یا بہن مگر لذات نفسانی کے لئے بیوی کو ماں اور بہن پر ترجیح دے دی جاتی ہے حالانکہ وہ بھی عورت ہے۔

فرمان نبویؐ کی روشنی میں ماں بڑی چیز ہے مگر نفس اس کو بھی پامال کر دیتا ہے اور اگر نفس کو پامال کر دیا جائے تو پھر ہر ایک کو اس کا مرتبہ مل جاتا ہے۔ اس سرکش گھوڑے کی سواری کے لئے انسان کو ایک رہبر یا محتسب کی ضرورت ہو گی۔

ظن

انسان انعام کا حقدار نیت کے مطابق ہی ہو گا اس لئے ضروری امر یہ ہے کہ جب بھی کسی درویش کے پاس جائے تو اس کے بارے میں ظن اور گمان بھلائی کا رکھے۔

آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔ اس کے باوجود بھی جو آپؐ کے پاس آیا اور جس ظن کے ساتھ آیا' اس نے اس کے مطابق حاصل کیا۔ تو خیال رہے کہ ظن ہمیشہ اچھا رکھے تاکہ فلاح حاصل کر سکے۔

اللہ کا فضل

اس بات کو دل میں جگہ دے دو کہ رزق اور روزی اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ خدا کی یاد سے غافل ہو کر' محنت اور مشقت سے روزی نہیں ملتی۔

گرفت

خیال رہے کہ انسان ابلیس کی گرفت سے تو نکل جاتا ہے۔ خدا کی گرفت سے ہرگز نہیں نکل سکتا۔ اسی لئے حکم ہے کہ ذکر الٰہی سے دل کو روشن کرو تاکہ ابلیس کی گرفت سے بچے رہو۔

رحمت خداوندی

سید امورالحسن علیہ الرحمتہ نے ایک دن اپنی مجلس میں مسلم شریف کی ایک حدیث مبارکہ رحمت خداوندی کے ضمن میں سنائی: "خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ایسے ہو جاؤ کہ گناہ تم سے سرزد ہی نہ ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں زمین سے ہٹا دے گا اور پھر تمہاری جگہ دوسرا گروہ پیدا کر دے گا۔ جس کا شیوہ یہ ہو اور پھر خدا سے بخشش کا طلب گار ہو۔"

تغیر اور ارتقاء

وجود حیوانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کرتا رہا اور مستقبل میں بھی تغیر اور ارتقاء جاری رہے گا یا نہیں؟ اس کے بارے میں غور طلب امر یہ ہے کہ ماضی میں بے شمار صورتیں مٹیں اور نئی زندگیاں ظہور میں آئیں تو پھر اس بات پر بھی حیرانی یا تعجب کا اظہار کس طرح کر سکتے ہیں کہ موجودہ زندگانی نہیں مٹے گی۔ دراصل اس کے بعد بھی ایک اعلیٰ تر صورت اور زندگانی کا وجود موجود ہے۔

نظام ربوبیت

کائنات ہستی کی پرورش نظام ربوبیت ہے۔ دراصل اس کائنات کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں صرف پرورش ہی نہیں بلکہ پرورش سے زیادہ بنانے' سنوارنے اور فائدہ پہنچانے کی حقیقت کارفرما ہے۔

اس کی فطرت میں بناؤ ہے۔ اس کے بناؤ میں حسن و خوبی مضمر ہے۔ اس کے مزاج میں اعتدال ہے۔ اس کے افعال میں خواص ہیں۔ اس کی صورت میں حسن ہے۔ اس کی صداؤں میں نغمہ ہے۔ اس کی بو میں عطر بیزی ہے۔ اور اس کی کوئی بات ایسی

نہیں جو اس کے کارخانے کی تعمیر و درستگی اور آئینہ بندی کے لئے مفید نہ ہو۔ لہٰذا یہ حقیقت جو اپنے بناؤ اور فیضان میں ربوبیت سے بھی زیادہ وسیع اور عام ہے وہ رحمت ہے اور خالق کائنات کی رحمت اور ترحم کا ظہور ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پیری اور مریدی

ایک مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا: شریعت کی نورانی مشعل کو ہاتھ میں لئے بغیر کوئی بھی عارف نہیں بن سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے۔ (آمین) عارف کو چاہیے کہ شریعت محمدیہ کو اپنا جسم اور طریقت (جو محافظ شریعت ہے) کو اپنی روح قرار دے کر دونوں نعمتوں سے سرفراز ہو (آمین)

پیری اور مریدی باطنی نور حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پیری اور مریدی وہی نافع' کامل اور اکمل ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کی عظمت اور محبت دل میں موجزن ہو۔ اطاعت اور عبادت میں حلاوت اور دل بستگی ہو۔

کسی ولی کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے ہدایت کی جو بھی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت ہے کیونکہ ایمان جو اس خیر و برکت کا سبب ہوا وہ ولی تک بواسطہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پہنچا ہے۔

مرید اور پیر کا تعلق

شیخ اپنے مرید کی ذات میں متمکن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ مگر یہ خوبی مرید کی ہے کہ جب شیخ کے ساتھ محبت کاملہ ہوتی ہے تو وہ شیخ کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور مرید کی ذات شیخ کا مسکن بن جاتی ہے۔ یہ واضح رہے کہ مرید کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

1- کبھی تو شیخ کے ساتھ اس کی محبت کامل و خالص اور دائمی ہوتی ہے۔ اس صورت میں شیخ کے تصرفات مرید کے اندر متواتر ظہور پاتے ہیں اور بڑھتے ہیں حتیٰ کہ

نسبت سلسلہ حاصل ہو جاتی ہے۔

2- بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ شروع میں سچی اور کامل محبت ہوتی ہے مگر کچھ عرصہ بعد کسی حادثہ یا واقعہ کے پیش آنے سے منقطع ہو جاتی ہے اور شیخ کے متعلق نیت بدل جاتی ہے۔ اس صورت میں شیخ کے اسرار اور انوار بھی بند ہو جاتے ہیں اور جو شعاعیں پھیل رہی ہوتی ہیں' وہ نورانی کرنیں رک جاتی ہیں اور کبھی۔

3- ایسا ہوتا ہے کہ محبت چلتے چلتے ٹھٹھک جاتی ہے۔ اور اس کی رفتار رک جاتی ہے مگر پھر کبھی جلدی یا چند دنوں بعد یا پھر کبھی طویل مدت کے بعد آگے بڑھنے لگتی ہے ایسی صورت حال میں شیخ کے اسرار بھی رک جاتے ہیں اور جب محبت عود کر آتی ہے تو اسرار بھی عود کر آتے ہیں۔

اب مرید کو اپنی حالت کا خود امتحان کر لینا چاہیے کہ وہ ان تینوں قسموں میں سے کس قسم کے اندر داخل ہے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق اور ہدایت کی درخواست کرنی چاہیے۔

نیز یاد رہے کہ اگر مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ محبت اس کی ولایت یا علم یا کرم وغیرہ کی وجہ سے ہے تب بھی محبت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ سودمند اور نفع بخش محبت صرف وہی ہے جو غرض کے لوث سے مبرا ہے اور صرف خلوص سے ذات شیخ کی طرف متوجہ ہے۔ کبھی غور کیا محبت بچوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس میں ابھارنے والی کوئی غرض نہیں ہوتی نہ سبب۔ محض الفت اور ذاتی کشش ہوتی ہے۔ پس اگر مرید کو شیخ کے ساتھ اس قسم کی محبت ہے تو وہ جاذب اسرار و انوار ہے اگر اس میں غرض کا دخل ہے تو وہ ضرور شیطان کا دخل ہو گا۔ اس حالت میں طرح طرح کے وسوسے پیش آئیں گے۔

مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ ذات شیخ سے محبت استوار رکھے کہ نفع لینے کا یہی طریقہ ہے۔

اسمائے الہیہ

آپ علیہ الرحمتہ نے ایک بار اپنی مجلس میں اسمائے الہیہ کے بارے میں ارشاد

فرمایا: اسمائے الہیہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ہر ولی اپنی منازل کے مطابق ان کے انوار کا مشاہدہ کرتا ہے مگر عام طور پر ننانوے مشہور ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ننانوے حصر نہیں۔ دراصل اس غیر متناہی ذات کی غیر متناہی صفات ہیں۔ جس ولی کو جتنی ترقی ہوتی ہے۔ اسی قدر زائد اسمائے الہیہ کے بارے میں اس کا مشاہدہ بڑھتا ہے۔

درجات اولیاء

آپ علیہ الرحمتہ کی ایک مجلس میں ولی کے ایک وقت میں کئی جگہوں پر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہونے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا: چھوٹے درجے کا ولی جب دیوان میں آتا ہے تو وہ ذات ترابی کے ساتھ آتا ہے جبکہ بڑے درجے کا ولی تفکر اور ہمت سے کام لیتا ہے اور اپنے گھر سے غائب نہیں ہوتا کیونکہ بڑے درجے کا ولی جس شکل و صورت کو چاہتا ہے اختیار کر سکتا ہے اور کمال روح کی وجہ سے اگر چاہے تو تین سو ساٹھ (360) ذوات میں متکون بن سکتا ہے۔

کون سی چیز بہتر ہے

دنیا میں جنت میں بھی داخل ہونے سے کونسی چیز بہتر ہے اور کونسی چیز جہنم میں داخل ہونے سے بھی بدتر ہے' ان معاملات کے بارے میں آپ علیہ الرحمتہ نے اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: وہ چیز جو جنت میں جانے سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔ وہ ہے سید کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارکہ کہ بحالت بیداری کہ ولی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت و سراپا مبارکہ میں دیکھے جس میں صحابہ کبارؓ نے دیکھا۔ پس یہ جنت کے داخلہ سے بھی بدرجہا افضل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ تمام جنتوں کی نعمتوں کی عمومی لذت سے بدرجہا بہتر ہے۔

جو چیز دوزخ میں بھی جانے سے زیادہ بری اور بدتر ہے' وہ ہے فتح نصیب ہونے کے بعد اس کا سلب ہو جانا۔

عبادت کی حقیقت

آپ نے ایک بار ارشاد فرمایا: عبادت الٰہی کی حقیقت اسما الٰہی کے حقوق ادا کرنا ہے۔ مثلاً معبود: اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ رحمٰن: اس کا حق ہے کہ اس کی رحمت حاصل کی جائے۔ اسمائے الٰہیہ چونکہ لامتناہی ہیں تو اس کے حقوق بھی لامتناہی ہیں اور لامتناہی کے اوپر قدرت محال ہے تو ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی عبادت کرنے پر کوئی قادر نہیں اس لئے بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر دربار خداوندی میں لائے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی عبادت عظمت خداوندی کے لائق ہو۔

بقول سعدی علیہ الرحمتہ

من نگویم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو برگنا ہم کش

ترجمہ: میں نہیں چاہتا کہ میری اطاعت قبول کریں کیونکہ میرے پاس اطاعت ہے ہی کہاں۔ صرف یہ التجا ہے کہ بخشش کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دیجئے۔

دعا کی اہمیت

انسان کا مقدر روز ازل لکھا جا چکا ہے۔ اس لحاظ سے دعا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں تو پھر دعا ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اس مسئلہ کے جواب میں سید امورالحسن علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا: بعض کام ایسے بھی مقدر کی لوح (تختی) پر درج ہوتے ہیں۔ جن کا حل دعا ہی میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے دعا سے اجتناب اور احتراز حماقت سے خالی نہیں بلکہ اس کا التزام خیر و برکت سے خالی نہیں۔

مومن کو ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور جتنے امور شرعیہ ہیں' ان کی پابندی ضروری ہے خواہ ان احکام کو عقل تسلیم کرے یا نہ کرے اس سے کوئی سروکار نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی ایمان لے آئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کی عقل میں کوئی بات نہ آئے۔ ایمانی قوت میں ایسی تاثیر ہے کہ اس کے حامل کو تمام امور روز روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں اور وہ بلا چوں و چراں اس پر عمل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ ہر چیز میری پیدا کردہ ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کو تسلیم کریں۔ اگر ارشاد ہو کہ تمہارے اعمال تمہارے قبضہ اور اختیار میں ہیں تو اس کے جواب میں بھی یہی کہیں کہ ہم اسے بھی مانتے ہیں۔ اگر ارشاد ہو کہ تمام نیک کام میری طرف سے ہوتے ہیں اور تمام برے کام تمہاری طرف سے تو پھر جواب یہی ہو کہ تمام نیک کام تیرے ہاتھ میں ہیں اور تمام برے کام میری طرف سے (یعنی اے اللہ! بھلائی کا صدور تیری جانب سے ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) اس کا نام بندگی اور ایمان ہے' اور تمام مقبول اور بزرگ لوگوں کا یہی طریق رہا ہے کہ جو دلبر کہے اسے قبول کرے۔

اپنی عقل اور فہم کو حکم اور ممانعت (اوامر نواہی) کے تابع کر کے خاموشی اختیار کی جاتی ہے اور پھر دعا کر کے اس سے قبولیت کی امید رکھی جاتی ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حد ہے کہ وہ کلام پاک میں فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا" تمہارا کام ہے مجھ سے مانگتے رہنا اور میرا کام ہے نوازتے رہنا۔

بندہ کا کام ہے دعا کرنا اور مانگتے رہنا کیونکہ وہ چار صفتوں سے موصوف ہے: (1) فقر (2) ضعف (3) عجز (4) خواری

اور اللہ تعالیٰ میں چار صفات ہیں' جن سے وہ موصوف ہے:۔

1- غنا 2- قوت 3- قدرت اور 4- عزت

اور بندے کے اندر جو صفات ہیں' وہ اوصاف الٰہیہ کی صفتوں کا پرتو اور عکس ہیں۔ اور جب بندہ اس کی صفات میں کامل و اکمل ہو جاتا ہے تو خداوند کریم کے انوار اور صفات کا اثر اس کے اندر پیدا ہوتا ہے یعنی اس کی تاریکی روشنی سے بدل جاتی ہے۔

بندے کے لئے لازم ہے کہ وہ دعا کرتا رہے اور رب العالمین سے عافیت کا طلبگار رہے کیونکہ اس میں ظاہر و باطن کی سب نعمتیں شامل ہیں۔

عارف

عارف اسے کہتے ہیں جو امراض نفس سے واقف ہو اور ان کا علاج درست طور

پر کر سکتا ہو۔

آپ علیہ الرحمتہ نے اس سلسلہ میں مزید فرمایا: انسان کو اتنی بے فکری بھی درست نہیں کہ اپنے نفسانی امراض کا علاج بھی نہ کرے اور اتنی فکر بھی بری ہے کہ باوجود شیخ کے سپرد کرنے کے ہر وقت متفکر رہے۔ شیخ کے سپرد ہونے کے بعد بے فکر ہو جائے اور اس کی اتباع کی فکر کرے۔

حفاظت اسلام

آپ علیہ الرحمتہ کا ارشاد گرامی ہے کہ اہل اللہ سے بیعت کا عمل حفاظت اسلام (سلامتی ایمان) کے لئے بڑا سنگین پہرہ دار ہے۔ تقویٰ حال سے پیدا ہوتا ہے اور حال کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے، کیونکہ نفس اس کے بغیر سیدھا نہیں ہوتا۔

تواضع و توجہ

ایک بار ارشاد فرمایا: میاں ہم اس نیت سے بیعت کر لیتے ہیں کہ اگر مرید زور دار ہوا تو ہم کو لے جائے گا اور اگر ہم زور دار ہوئے تو اس کو لے جائیں گے۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

توبہ

جو مشائخ اہل ادراک ہیں وہ رات دن دیکھتے رہتے ہیں کہ مریدین کو ان سے کیا کیا فیض ہوئے لیکن اس کا اظہار ان سے نہیں کرتے اس لئے کہ ان کا دماغ بگڑ نہ جائے اور کبر، عجب، اور نخوت و تکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے شیخ کی اتباع کرنا علاج اعظم ہے۔

تلقین ذکر

سید امور الحسن علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا: ذکر کی تلقین ہم اس لئے کرتے ہیں کہ یہ وصول الی اللہ کے لئے ہے۔ اگر ایک مرتبہ بھی لفظ "اللہ" خلوص کے ساتھ

منہ سے نکل جائے تو یہ کافی ہے' وصول الی اللہ کے لئے۔ ذکر ہمت سے زیادہ نہیں کرنا چاہیے لیکن جتنا بھی ہو سکے' کافی ہے' اور اسے بے کار نہ سمجھو۔ قاعدہ سے بے قاعدہ سے' ناغہ سے بلا ناغہ سے کرتے رہو ایک دن عنایت ہو ہی جائے گی۔

ناراضگی

آپ علیہ الرحمتہ نے ایک بار اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: شیخ جو اپنے خدام سے کبھی کبھی ناراض ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ کبھی دور بھی کر دیتے ہیں تو وہ صرف زبان سے ناراض ہوتے ہیں' دل سے نہیں بلکہ دل سے کشش رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نکالنے سے وہ جاتا نہیں بلکہ معذرت کرتا ہے اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ یہ شیخ ہی کے جذب کا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر محبت اول شیخ ہی کو ہوتی ہے۔

غذائے جسمانی و روحانی

جس طرح ذکر اللہ کی کثرت سے غذائے جسمانی میں کمی آ جاتی ہے۔ اسی طرح غذائے جسمانی سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ میں کمی آ جاتی ہے۔

دعا میں انکساری

دعا میں صرف معنی ہی معنی مقصود ہے اور عبادات میں گو معنی ہی اصل مقصود ہے مگر تاہم ایک درجہ میں صورت بھی مقصود ہے اور وہ ہے نیاز' انکسار' خشوع قلب اور جب یہ بھی نہ ہو تو وہ دعا کیا ہوئی۔

جتنی بھی عبادات ہیں اگر وہ تمام دنیا کے لئے ہوں تو عبادات نہیں رہتیں مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ دنیا کے لئے بھی ہو تب بھی عبادت ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے مثلاً دعا میں مال' دولت' رزق اور کوئی دیگر دنیاوی حاجت بھی مانگے پھر بھی ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ امور اختیاریہ میں بھی اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے ہرچند کہ ان کا وجود اور ترتیب بظاہر تدبیر اور اسباب پر مبنی ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو ان اسباب کا جمع ہونا حقیقت میں غیر اختیاری ہے مثلاً کھیتی میں ہل چلانا اور بیج بونا اختیاری ہے مگر

پالا (سردی وغیرہ) زیادہ پڑ جانا یا کسی اور آفت کا آنا غیر اختیاری اور اس کا علاج دعا کے سوا اور کوئی نہیں۔

فہم اور تقویٰ

نور فہم سے اور تقویٰ حال سے پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے کیونکہ یہ نفس اس کے بغیر سیدھا نہیں ہوتا۔

اصلاح

بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے اور یہ بھی کافی ہے اور مفتوح ہے طریق کی۔ جس شخص کو اپنے عیب بھی نظر نہ آئیں تو پھر اس سے بڑھ کر کون محروم ہو سکتا ہے۔

فیضان نبوت

اگر حق تعالیٰ کے ساتھ قلب میں صحیح رابطہ نصیب ہو جائے تو بغیر کتاب اور استاد کے علوم نبوت کا فیضان قلب میں موجزن دیکھو گے۔

وہ گھڑا جس کو سمندر سے رابطہ ہو جائے اس کے سامنے دریا بھی زانوئے ادب طے کرتے ہیں کیونکہ دریا تو خشک ہو سکتا ہے مگر وہ مٹکا جس کا رابطہ سمندر سے قائم ہے باوجود اپنی افادیت کے کبھی خشک نہ ہوگا۔

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی
جو ہو سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

صراط مستقیم

آپ نے ایک مرتبہ اپنی محفل میں ارشاد فرمایا: اگر کوئی صراط مستقیم پر ہے تو اس

کے لئے تمام ظلمتیں انوار ہی ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آنکھیں منبع انوار ہیں مگر خود سیاہ ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ لطیفہ اخفیٰ کا لون بھی سیاہ ہے اور تجلی ذاتی سیاہ رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس اگر اعمال اختیاریہ میں خلل نہیں تو قلب میں کیسی ہی ظلمت ہو وہ سب خیر و نور ہی ہیں' چاہے وسواس کیسے ہی کیوں نہ ہوں' ان سے گھبرانا نہیں چاہیے البتہ استغفار کا ورد اس سے چھٹکارا دے سکتا ہے۔

کتابوں سے دین نہیں ملتا' ضابطہ دین تو کتاب سے آ سکتا ہے مگر حقیقی دین ہنا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ جوتیاں کھائے بغیر نہیں آتا کیونکہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اہل اللہ کا تصرف اور فیض

بزرگوں کا فیض بعد وفات بھی ہوتا ہے۔ یہ برکت بڑی وسیع چیز ہے۔ تجربہ کر کے دیکھ لو اور اہل ظلمت کی تصنیف و تالیف میں گو اس میں باتیں نوری ہی ہوں' ظلمت ہوتی ہے اور اہل اللہ کی تحریر سے نور پیدا ہوتا ہے گو مضامین معمولی ہوں اور ذوق صحیح سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اہل اللہ کے الفاظ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔

کیمیا گری

تانبہ کی مانند کیمیا گر کی خدمت کرتا رہ' وہ اپنے فیضان محبت سے تجھے سونا بنا دے گا۔ ہاں اسی طرح سے صحبت شیخ پتھر کو موتی بنا دیتی ہے۔

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں' اٹھائے جاتے ہیں

راہ عشق

راہ عشق کی منازل میں بے ہوشی مفید اور ہوش مضرت رساں ہے۔ اس لحاظ سے محبوب سے باہوش اور باخبر لیکن غیروں سے بے ہوش اور بے خبر ہونا ہی تکمیل

عشق ہے۔

تو کر بے خبر ساری دنیا سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بال بچوں، اقرباء اور احباب سے بھی بے خبر ہو جائے بلکہ ان کی خبر گیری بھی اللہ کے لئے ہو۔ ان سے بدلہ لینے یا بدلہ دینے کی نیت سے نہ ہو۔ اس طرح یہ بھی عین عبادت ہو گی۔

مسئلہ وحدت الوجود

مسئلہ وحدت الوجود حقیقت میں حالی ہے قالی نہیں۔ وہ حال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی ذات پیش نظر ہوتی ہے تو اس وقت دوسروں کا اور خود اپنا وجود کالعدم نظر آتا ہے جیسے کسی خیال میں منہمک شخص کو دوسری چیزوں کی مطلق خبر نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر اس کے قریب آ کر بھی اگر کوئی اس کو آواز دے تو وہ مطلق بے خبر ہو گا۔

اسی طرح صاحب حال جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر پہلے ذات کی طرف پڑتی ہے اور پھر صفات پر یعنی وہ صفات میں بھی ذات ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ ہے، مسئلہ وحدت الوجود۔

خشوع

خشوع کے معنی ہیں کہ اپنے اختیار سے دوسرا خیال عبادت میں نہ لانا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کا خیال دل میں نہ آئے دراصل خیال کا آنا تو اختیاری نہیں اور خیال کا لانا اختیاری ہے۔ پس نماز میں از خود خیال نہ لانا چاہیے۔ اگر خیالات خود آئیں تو التفات نہ کریں، انشاء اللہ از خود کم ہو جائیں گے۔

ذکر کے درجات

ذکر کے تین درجات ہیں ایک تو وہ جس میں صرف زبان کو حرکت دی جاتی ہے

جب بھی فیصل آباد سے آتے تو آپ علیہ الرحمتہ ان سے اکثر کسی نئی چیز کی فرمائش کرتے۔ نعتیہ کلام اور شاعری کی چند کاوشیں جو حضرت کی داد کی مستحق ٹھہریں' انہیں ذیل میں درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

نعت

جہاں آپؐ کا ہے' عدم آپؐ کا
دو عالم پہ یکساں کرم آپؐ کا
وہاں آپؐ پر ہیں درود و سلام
یہاں ذکر کرتے ہیں ہم آپؐ کا
دو عالم میں سرکار میرے لئے
عزیز دل و جاں ہے' دم آپؐ کا
یہ ارفع تقدس' کہ کونین میں
ہے پیکر بہت محترم آپؐ کا
دو عالم کی خوشیاں فدا کیوں نہ ہوں
میرے دل کی زینت ہے غم آپؐ کا
خدا کے سوا بزم کونین میں
کرے کون اسوہ رقم آپؐ کا
خدا نے خدائی اسے بخش دی
بھرا ہر نفس جس نے دم آپؐ کا
غریبوں پہ شاہ امم آپؐ کا
کرم ہو' کرم ہو' کرم آپؐ کا
جبیں اپنی ندرت دکھنے لگی
سجایا جو نقش قدم آپؐ کا

نعت

نہیں ہاں نہیں ہم نے دیکھا نہیں
کہ تم سا حسیں ہم نے دیکھا نہیں
نگینوں کی دنیا میں ایسا نگیں
کبھی اور کہیں ہم نے دیکھا نہیں
تمہارے سوا بزم کونین میں
کوئی مہ جبیں ہم نے دیکھا نہیں
تمہارے خدا کی قسم
علاوہ
کوئی دل نشیں ہم نے دیکھا نہیں
حسیں اس قدر کشت گلنار میں
گلاب مبیں ہم نے دیکھا نہیں
ہوا جب سے تدرت تمہارا ہوا
اسے پھر کہیں ہم نے دیکھا نہیں

غزل

نگیں جس دل میں تیرا غم نہیں ہے
وہ دل برباد دل سے کم نہیں ہے
چراغ دل کی لو مدھم نہیں ہے
کرم ان کا یہ مجھ پہ کم نہیں ہے
میرا مسلک ہے ان کو یاد کرنا
میرے مسلک میں درد و غم نہیں ہے
جمال یار کو جی بھر کے دیکھوں
میری آنکھوں میں اتنا دم نہیں ہے
رہے قائم میرا ان سے تعلق

مجھے محشر کا ندرت غم نہیں ہے

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حکیم محمد سلیمان کے درج ذیل اشعار بہت سراہے گئے:

زیب دیتا ہے دعویٰ اسے یکتائی کا
کام ناداں سے لیتا ہے جو دانائی کا

○

نسبت خاص ہے راہ نوردی سے مجھے
ورنہ اوجھل مری آنکھوں سے تو منزل بھی نہیں

○

بعد اللہ کون سمجھا ہے
ذات اقدس ہے آپؐ کی کیسی؟

○

وعدہ ضبط جنوں ان سے ہوا ہے ورنہ
راز فطرت کا میری آنکھ سے محجوب نہیں

حمد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا حق ادا کرنے کا آخری درجہ یہی ہے کہ اس سے قاصر اور ناقابل ہونے کا اعتراف کر لیا جائے تاہم اس کی عجیب و بوقلموں صنائع اور صفات سے آگاہی کے لئے غور و فکر کرنا ضروری ہے۔

اس کائنات میں اس کی عظمت کے آثار و انوار نمایاں ہیں اور یہ تمام عجیب و غریب کارخانہ قدرت اس کی حکمت کے باعث ہے اور اس کے جمال کا پرتو ہر دور میں کار فرما ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کے لئے عالم ملکوت اور اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے عالم جبروت کے بھید ظاہر فرمائے اور اپنے عاشقوں کا خون اپنے جلال کی تلوار سے بہایا اور اپنے عارفوں کے دل کو اپنے وصال کی خوشی کا مزہ چکھایا۔ وہی اپنی کبریائی کے انوار سے دلوں کی مردہ زمین کو زندہ کرنے والا ہے۔ اے اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' آل و اصحاب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم' ازواج مطہرات اور اہل بیت کے صدقے ہمیں اپنی خصوصی رحمت و کرم سے نواز دے۔ (آمین)

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح دین اسلام اپنی ابدی تعلیمات اور ان کی جامعیت کی وجہ سے دیگر مذاہب عالم میں ممتاز و منفرد ہے اسی طرح سے سید الکائنات' رحمت عالم' پیکر خلق عظیم' باعث تخلیق کائنات' سید الانبیاء' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیمات کے نمونہ عمل ہونے کے لحاظ سے دیگر انبیاء و رسل میں ممتاز اور اعلیٰ و ارفع مقام حاصل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بارے میں اتنا کچھ ہر زمانے' ہر ملک اور ہر زبان میں لکھا جاچکا ہے کہ یقین اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اتنا کسی اور شخصیت کے بارے میں آج تک نہیں لکھا گیا ہے۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشے کو مورخین اور ارباب سیر نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا۔ جوں جوں زمانہ نے ترقی کی اسی رفتار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا کمالات کی اہمیت بڑھتی رہی۔

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجٰی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ وآلہ

درود شریف

درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے برگزیدہ ہستی اور اپنا محبوب قرار دیا ہے۔ درود پاک واحد عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فوراً" قبول ہو جاتی ہے اور اس کا اجر بھی فوراً" ملتا ہے۔ درود شریف پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے تو اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے درود پاک سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اپنے نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود بھیجا کرو اور اچھی طرح سلام بھیجو۔ (پارہ 22 الاحزاب 56)

احادیث مبارکہ میں بھی درود پاک کی بے پناہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے قریب ہو گا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہو گا۔ ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں دربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہؐ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا درود پڑھوں آپ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کی کہ اگر زیادہ میں بہتری ہے تو میں وظائف کا نصف وقت درود پاک میں لگا دیا کروں فرمایا تیری مرضی اور اگر تو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کی سرکار وظائف کے وقت میں سے دو

تنہائی میں درود پڑھ لیا کروں فرمایا تیری مرضی اور اگر تو اس میں زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے تو عرض کی کہ حضور میں پھر سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد پاک فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

آداب درود شریف

درود و سلام پڑھتے ہوئے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا اشد ضروری ہے۔ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ادب و احترام اور عقیدت سے بارگاہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود پیش کیا جائے۔ درود شریف پڑھتے ہوئے ظاہری اور باطنی آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

جب بھی درود شریف پڑھیں' پورے ذوق و شوق اور لگن سے پڑھنا چاہیے۔ دل و دماغ کو پوری طرح حاضر رکھا جائے اور دل سے ہر طرح کے خیالات نکال کر اپنی پوری توجہ درود شریف پر رکھنی چاہیے اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل مقدسہ میں حاضری ہے اس لئے ان کی شان' عظمت اور رفعت کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے لانا چاہیے۔

درود شریف پڑھتے وقت اپنے چہرے کا رخ اس طرف کرنا چاہیے جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس ہے۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی صورت میں درود پاک پڑھنا شروع کرے۔

درود شریف پڑھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرنا چاہیے جب درود شریف کی کثرت ہو جائے گی تو پھر درود پڑھنے والے کی روح کا مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنا جانا ہو جائے گا وہ روح کی آنکھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں گم ہو جائے گا اور جوں جوں ان کی محبت بڑھتی جائے گی اسی نسبت سے اس

کی روح پر اللہ تعالیٰ کے انوار کا نزول ہو گا اور دن بدن اس پر رحمت خداوندی بڑھتی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا وقت آ جائے گا کہ وہ اپنے گرد نور کا بحر بے کراں محسوس کرے گا اور اس بحر بے کراں میں درود پڑھنے والے کی روح غوطہ زن ہو کر روحانیت سے مالا مال ہو جائے گی۔

درود پاک کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع تصور کرنا چاہیے اور درود شریف پڑھنے کا مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

درود پاک پڑھنے والے کا جسم اور لباس پاک صاف ہونا چاہیے۔ درود شریف باوضو پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔ مسواک سے منہ کو صاف رکھنا چاہیے۔ خوشبو لگانا اور بھی بہت بہتر ہے۔ جس مقام پر بیٹھ کر درود پاک پڑھا جائے اس کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے ناپاک یا گندی جگہ درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔ نہ ہی ایسی جگہ پر جہاں حقہ نوشی ہوتی ہو۔ غیر شرعی گفتگو' لطیفے بازی' لہو و لعب کی مجلس' عیش و عشرت کی محفل' ناچ' گانے یا ایسی ہی دیگر جگہ جہاں سے نفرت آتی ہو ان مقامات پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔

درود پاک پڑھتے ہوئے شہرت یا ریاکاری سے بچنا چاہیے۔ دنیاوی جاہ و جلال حاصل کرنے کی نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی کی دعوت پر محفل درود شریف میں شرکت کرے تو دعوت دینے والے یا کسی اور پر احسان نہیں جتانا چاہیے بلکہ اس میں رضائے الٰہی کا مقصد مد نظر ہونا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نام سنے یا لکھے تو اس وقت درود ضرور پڑھے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہے یا لکھے۔ درود پاک آہستگی اور بلند آواز میں دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے البتہ اونچی آواز میں پڑھتے وقت آواز کو دلکش آواز میں محبت و عقیدت سے نکالنا چاہیے۔ درود آہستہ پڑھنے سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے اور روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

درود شریف میں جہاں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور وہاں سیدنا کا لفظ اگر نہ لکھا ہو تو سیدنا کا لفظ محبت و احترام اور ادب و عقیدت کے لحاظ سے پڑھ لینا

چاہیے۔

درود پاک ہر مسلمان مرد اور عورت کو کثرت سے پڑھنا چاہیے اگر اس کے پڑھنے کے لئے شیخ کامل سے اجازت لے لی جائے تو زیادہ بہتر ہے اس طرح سے شیخ کامل کی اجازت سے اس کی دعا بھی شامل حال ہو جاتی ہے اور انسان شیطانی وسوسوں سے نجات پا لیتا ہے اور پورے ادب و احترام سے درود شریف پڑھتا ہے۔ اس سے زیادہ روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جو شخص کہیں بیعت نہ ہو۔ اسے درود شریف پڑھنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ جلد بازی سے درود شریف پڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ درود شریف آہستہ آہستہ اور ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

درود شریف ایک ایسا وظیفہ ہے جو ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے نہ پڑھنے کی تعداد مقرر ہے اور نہ وقت بلکہ جب چاہے پڑھے جتنا چاہے پڑھے' دن کے وقت پڑھے' رات کے وقت پڑھے' نماز سے پہلے پڑھے یا نماز کے بعد پڑھے' دعا سے پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھے' کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر پڑھے گویا ہر گھڑی' ہر آن' ہر لحہ' ہر پل درود شریف ادب و احترام سے پڑھے۔ دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پاک پڑھنا قبولیت دعا کے لئے اکسیر ہے۔ دوران حج درود پاک کا پڑھنا بہت افضل ہے۔ کوہ صفا' کوہ مروہ' حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت' قیام منیٰ' عرفات' مزدلفہ میں بھی درود پاک کا ورد باعث برکت ہے۔ مدینہ شریف اور مسجد نبویؐ میں داخلہ کے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے۔ زیارت روضہ اقدس رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے۔ ریاض الجنہ' اصحاب صفہ کے چبوترے پر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آثار دیکھتے وقت' مقام بدر اور مقام احد میں بھی درود شریف کا ورد کرنا چاہیے۔ ہر روز صبح و شام' جمعہ کی نماز سے پہلے' جمعہ کی نماز کے بعد' نماز تہجد کے بعد' پیر کے روز صبح کے وقت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مقدس کا دن ہے' درود پاک کا ورد بے پناہ فضیلت کا حامل ہے۔ رات کو سوتے وقت' سو کر اٹھتے وقت' رمضان المبارک' شب برات' ختم قرآن کے وقت' گھر میں داخل ہوتے وقت' مجلس

ذکر کے آغاز اور اختتام پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ حالت غربت و افلاس میں' مصیبت اور سختی کے وقت' معانقہ و مصافحہ کے وقت' ہر نیک کام کرتے وقت' سفر پر روانگی سے پہلے' سفر سے واپسی پر' صاف پانی بہتا دیکھ کر' خوشبو سونگھتے وقت' تہمت سے بری ہونے کے لئے' دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات ہونے پر' کاروبار یا تجارت کا آغاز کرتے وقت اور ہر نیک کام کرتے وقت درود پاک کا پڑھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔

الصلٰوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلٰی آلک واصحابک یا حبیب اللہ۔

شرف انسانیت

اللہ تعالٰی نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں اعلٰی اور برتر بنایا ہے۔ انسان کو زبان' بصارت' سماعت' ذوق و وجدان کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ عقل و شعور اور فہم و ادراک خیر کی تبلیغ و ترویج اور شر سے روکنے کے لئے عطا کیا گیا ہے۔ زبان کا وظیفہ یاد الٰہی ہے۔ نگاہ حق و باطل میں امتیاز عطا کرتی ہے۔ نظر حق کا حسن و جمال دیکھنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالٰی کی ان تمام عطا کردہ نعمتوں کو اس کی مشیت کے تابع رہ کر استعمال کرنے سے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔

اللہ تعالٰی کی ان عطا کردہ نعمتوں کو غلط استعمال کرنے کے سبب انسان شرف انسانیت کے رتبے اور مرتبے سے نیچے گر جاتا ہے۔

روح کا تعلق انسانی جسم میں اس کے ہر رگ و ریشہ میں موجود ہے۔ روح کا جو رابطہ قلب انسانی سے ہے وہ دماغ سے نہیں اور جو دماغ سے ہے وہ دیگر اعضاء سے نہیں۔ جس طرح اللہ تعالٰی کی ذات پاک تک کسی برائی کی رسائی نہیں ہے' اسی طرح سے انسانی خواہشات خواہ کتنی ہی مچلتی رہیں مگر روح کی پاکیزگی تک کسی کدورت یا غلاظت کا اثر نہیں پہنچتا۔ وہ اسی طرح لطیف و حاکم و متصرف رہتی ہے۔ اس کو ذکر کی خوراک سے مزین رکھنا چاہیے اور اس کی نسبت کسی پاک روح سے کر دینی چاہیے۔

نائب حق

اس کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتی ہے۔ کسی شخص کو اس کے نظام ربوبیت میں اسے اپنی مرضی سے ڈھالنے کی قدرت میسر نہیں ہے۔ آفتاب کے طلوع و غروب میں کوئی رد و بدل ممکن نہیں۔ دریاؤں کی روانی و طغیانی میں کسی کو اختیار حاصل نہیں۔ کائنات کی ہر چیز اس خالق و مالک کی مرضی کے تحت جو خدمت جس کے ذمہ ہے' پوری کر رہی ہے۔

آقا و مولا کے فیصلوں میں غلام ترمیم کرا سکتا ہے بشرطیکہ وہ خواجہ کے مزاج میں ڈھل چکا ہو۔ اس کی نگاہیں محبوبیت کا درجہ حاصل کر چکی ہوں۔ ہر غلام ایاز نہیں بن سکتا اور نہ ہر محمود ہر زلف میں اسیر ہو سکتا ہے۔ آگ اس وقت گل و گلزار بنتی ہے جب خلیل کا منصب حاصل ہو جائے اور چھری گلے پر اس وقت رکتی ہے جب اسماعیل کی اطاعت میسر آ جائے۔

تسلیم و رضا کا پیکر بننے کے بعد ہی بندے کو یہ منصب عطا ہوتا ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ بندے تیری رضا کیا ہے؟ بہت سے صحراؤں اور بیابانوں کی خاک چھاننے کے بعد حسن کی بارگاہ میں باریابی نصیب ہوتی ہے۔ وہ محبت اور تعلق جو کسی کو کسی سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہو' وہ حق کی محبت میں ہی داخل ہے اور اس میں استقامت بھی منجانب اللہ ہی عطا ہوا کرتی ہے۔

محبت

ایک مرتبہ سید امورالحسن شاہ صاحب علیہ الرحمتہ اپنی ایک محفل میں ارشاد فرمانے لگے۔ انسان کا اصل جوہر اس کے باطن کی پاکیزگی اور صفائی ہے۔ دل کی پاکیزگی سے انسان ظاہری آرائش کے بغیر بھی زندگی کے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت

کا ایک ٹکڑا ہے جس کو دل کہتے ہیں اگر یہ صحیح ہو جائے تو انسان کا جسم تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی صحت کے بغیر انسان کے جسم کی صحت ممکن نہیں رہتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد پند و نصائح ہی نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزکیہ نفس بھی فرماتے تھے۔ نگاہ نبوت آلودہ دلوں کو پاک اور صاف کر دیتی ہے۔ آفتاب کے سامنے آنے سے ظلمتوں کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور دل کی کدورتیں دھل جاتی ہیں۔ محبت میں کشش ہوتی ہے اور یہ کشش اپنی عجیب و غریب کرشمہ سازیاں دکھاتی ہے۔ محبت کے دل میں اپنے سے زیادہ محبوب کی طلب ہوتی ہے۔ اور وہ محبت اغراض سے پاک ہوتی ہے۔ بقا کی منزل کا مسافر ہی بقا کی حقیقتوں سے آشنا ہو سکتا ہے۔ فانی منزل کا مسافر خود فانی ہے۔ اور اس کے عطیات بھی فانی۔

اسلام محبت اور اخوت کا درس دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں کے لئے ان پر رحمت اور بھلائی کے ارادہ سے ہے۔ ایمان تو محبت ہے اور محبت کسی حال میں بھی مایوس ہونا نہیں جانتی۔ محبت کا گمان ہمیشہ خوشگوار ہوتا ہے۔ وہ دوست پر بداعتمادی کو کفر جانتی ہے۔ اور اعتماد کو سرمایہ حیات۔ محبت کے دامن میں سب کچھ کھو دینے کے بعد اور ساری ذلتیں اور رسوائیاں برداشت کرنے کے بعد بھی اگر اعتماد کا سرمایہ موجود ہے تو محب سرمایہ دار ہی کہلائے گا۔ چراغ میں اگر تیل ختم ہو جائے تو وہ گل ہو جاتا ہے اور کسی کو نور عطا نہیں کر سکتا۔ محبت کے چراغ کی ساری نور پاشی اور جان نوازی کا انحصار یقین اور اعتماد پر ہوتا ہے۔ شیخ پر اعتماد کامل سے اس کی نظر کرم بھی ہوگی اور ذات پاک کا کرم بھی!

تخلیق انسانی

تمام مظاہر قدرت کو انسان کی غلامی میں اس لئے دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی تخلیق کا مقصد سمجھ لے۔ جو ذات ہواؤں کو کنٹرول کر رہی ہے۔ جس نے ستاروں کو دل آویزیاں عطا کی ہیں۔ سبزے کو روئیدگی کی صلاحیت عطا فرمائی۔ پھولوں کو تبسم دیا اور

ہر چیز کی تکمیل کا ذمہ لیا اور وسائل نہ ہونے کے باوجود روزی عطا کرنے پر قادر ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ اس قادر و قیوم ذات پاک کو اپنا مالک و مختار سمجھے۔ اور اسی کے سامنے عبودیت کا اظہار کرے۔

گناہوں کی گرد

بارش اکثر گرد آلود مطلع صاف کر دیتی ہے۔ فضاؤں کے حسن کو نکھارتی ہے جو فضائیں دھندلی ہوں وہ دل فریب نہیں ہوتیں۔ آنکھوں سے جب ندامت کے آنسو نکلتے ہیں تو گناہوں کی گرد دھل جاتی ہے۔ دل کی فضاؤں میں نیا روپ اور بانکپن آ جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کبھی خزاں آئی ہی نہیں۔ توبہ کرنے والا یوں پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ توبہ زندگی کے مرغزاروں میں نئی بہار کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے سب سے پہلے اپنے عیوب کی دید عطا فرما دیتا ہے۔ اور پھر اس طرح سے اسے توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ توبہ کے بغیر کوئی عبادت درست نہیں۔ جب گناہ گار بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والا بہت محبوب ہے۔ فعل بد سے پشیمانی توبہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا قول ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں موجود ہیں کیونکہ توبہ کی ایک شرط تو مخالفت احکام الٰہی پر افسوس کرنا ہے۔ دوسری شرط لغزش کو فوراً چھوڑ دینا اور تیسری شرط گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا ارادہ کرنا ہے۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب فعل بد پر ندامت پیدا ہوئی تو باقی شرائط خود بخود اس کے ساتھ آ جاتی ہیں۔ اس لئے توبہ و استغفار کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔

توبہ کا دروازہ

گناہ گار کی توبہ اس لئے قبول ہوتی ہے کہ وہ سعادتوں سے محروم ہوتا ہے۔ اس

خدائے قدوس کو مائل بہ کرم کرتے ہیں۔ توبہ کے بعد حسین روح جس پر گناہوں کی کثافتیں چھائی ہوتی ہیں' جب وہ ندامت کے آنسوؤں سے غسل کر لیتی ہیں تو اس کی تابندگی اور تابانی ظاہر ہونے لگتی ہے۔

دل حقیقت آگاہ

دل کی حقیقت سے آگاہی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہاں دل سے مراد حقیقت روح ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو جسم مردار کہلاتا ہے۔ انسان کی تخلیق میں دو چیزوں کو عمل میں لایا گیا ہے ایک تو یہ ظاہری ڈھانچہ یعنی انسانی قالب' جو ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے اور دوسری چیز انسان کا باطن ہے جسے دل و جان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کو ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی بلکہ اس کو باطن کی آنکھ ہی سے دیکھا جا سکتا ہے۔

جب دل کو نسبت الٰہیہ اور نسبت رسالتمآبؐ راسخ ہو جائے تو پھر اس وقت دل کو فی الحقیقت دل کہا جا سکتا ہے۔ نوازش اور کرم صرف قلب سلیم کے لئے مخصوص ہے۔ پراگندہ دل حق تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں جھک سکتا۔ قرب الٰہی دل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اگر عقل کے ذریعے حاصل ہو جائے تب بھی وہ قرب نہیں کہلاتا کیونکہ عقل دل کا راز پانے سے قاصر ہے۔

دل کی روشنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دل کی روشنی اور نور کا باعث بننے والی چیز توبہ' استغفار اور گریہ و زاری ہیں۔ قلب سلیم کی روشنی اور نورانیت کے لئے استغفار کا نسخہ اکسیر و کیمیا ہے۔

توبہ سے نجات

اللہ تعالیٰ کی جانب سے توبہ کا حکم ہر بندے کے لئے ہے۔ نجات کے امیدواروں کے لئے توبہ ہی سے یہ نعمت مل سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ہے کہ جو شخص توبہ کرے گا۔ پیشتر اس کے کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج مغرب کی طرف سے نہ طلوع ہو گا اور نہ یہ ہو گا کہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہو۔ پشیمانی بذات خود توبہ ہے۔ جو شخص توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اللہ تعالٰی کی حکمت سے وہ فرشتے جو گناہ لکھنے پر مقرر ہیں۔ اس کا گناہ لکھنا ہی بھول جاتے ہیں تاکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں موجود ہو۔

جسم اور روح کے تعلق کا جائزہ

جسم اور روح کے تعلق کا نام زندگی ہے۔ اور ان دونوں کی جدائی موت ہے۔ جسم اس وقت تک زندہ و سلامت ہے جب تک اس میں روح موجود ہے۔ روح کے نکل جانے کے بعد یہ بیکار ہو جاتا ہے۔ جسمانی زندگی روح سے ہے۔

دل کو زندگی یاد الٰہی سے ملتی ہے۔ محبت الٰہی موجود ہے تو دل زندہ ہے۔ دل سے یاد الٰہی نکل جائے تو وہ ایک گوشت کا ٹکڑا رہ جاتا ہے۔ جو حیوانوں میں بھی موجود ہے۔

مومن کا دل جس میں یاد الٰہی سے نورانیت آ چکی ہے وہ حیات افروز اور حیات آفریں ہے۔ جب تعلق اللہ تعالٰی سے بن جائے تو اس کی رحمت کا حصول لازمی امر ہے اور اگر شیطان سے تعلق ہو تو اس کے اثرات کی جھلک واضح طور پر نظر آنے لگتی ہے۔ اب انسان کو اختیار ہے کہ وہ کونسی راہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

دل کی شان ایک آئینے کی طرح ہے اور لوح محفوظ بھی ایک آئینہ ہے جس میں تمام موجودات کا عکس پڑتا ہے۔ جس طرح دو آئینے اگر آمنے سامنے رکھ دیئے جائیں تو ایک کا عکس دوسرے پر پڑے گا تو اسی طرح اگر دل کا آئینہ صاف ہو گا تو لوح محفوظ کی صورتیں اس میں دکھائی دیں گی۔ اس طرح دل کی نسبت لوح محفوظ سے ہو جائے گی مگر جتنی دیر تک اس کا تعلق عالم محسوسات سے استوار رہے گا اس وقت تک عالم ملکوت سے حجاب میں رہے گا۔ اس کٹھن منزل کے حصول کے لئے مجاہدہ و ریاضت اور مرشد کامل سے نسبت ضروری امور ہیں۔ یہ مقام معرفت اور طلب الٰہی کی منزل ہے۔

توبہ کی توفیق

دل میں ایمان کی دولت ہو تو مشکلات کا ہجوم بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ ایمان کی قوت سے محروم انسان کے لئے معمولی پریشانی اور مصیبت بھی گونا گوں آلام کا موجب بن جاتی ہے۔

بارگاہ الہٰی میں شرف قبولیت پانے والا حسن وہ نہیں جس کی شمع کو حوادث کے جھونکے بجھا دیں۔

سچا انسان محبوب حقیقی کے حصول کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے اور راہ محبت کے ثمرات سمجھ کر قبول کرتا ہے اور ایمان سے خالی انسان ناگواری اور پریشانی آنے پر بے چین اور بیقرار ہو جاتا ہے۔

اہل محبت کی مراد ارباب غرض کی مراد سے مختلف ہوتی ہے۔ دونوں میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔ ایک بامراد ہوتا ہے اور دوسرا نامراد۔ دونوں کی راہیں مختلف ہوتی ہیں۔ بامراد وہی ہوتا ہے جو عیب دار ہونے کے باوجود استغفار کا ذاکر ہو۔ وہ اس کانٹے کی مانند ہوتا ہے جو زبان حال سے رو رو کر التجا کرتا ہے کہ اے عیب چھپانے والے اللہ! میرا عیب کیسے چھپے گا۔ میں تو کانٹا ہوں۔ اس کی التجا و فریاد اور گریہ و زاری سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اپنے خاص کرم سے اس کی عیب پوشی اس طرح کرتی ہے کہ اس پر پھول اگا دیتا ہے۔ جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں وہ خار اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔ پس اگر کوئی کانٹا بھی ہے تو اسے اہل اللہ لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے تاکہ ان کی برکت سے اسے خصلت گل سے نواز دے۔ اللہ کے بندوں کی یہ شان ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا اسے توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے دل کی سیاہی دھل جاتی ہے۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا کرتا ہے' ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں پر بھی ابر کرم کے چھینٹے اس کے فضل و کرم سے پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی محروم نہیں رہتے۔

چشمہ فیض

مومن کا دل چشمہ فیض الٰہی ہوتا ہے وہ ہر طرف تجلیاں بکھیرتا ہے اگر ان خوبیوں کا حامل نہ ہو تو اسے چشمہ فیضان الٰہی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ بخیل کہلاتا ہے اور بخیل فطرت کا نمائندہ نہیں ہو سکتا۔

اضطراب اور سکون

انسان اپنے اعمال' افعال اور کردار کی بدولت اس دنیا کو جہنم بھی بنا سکتا ہے اور جنت کا نمونہ بھی یہ زندگی بن سکتی ہے۔ جو کچھ ہمیں پیش آتا ہے دراصل وہ ہمارے ہی اعمال کا ثمرہ ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ فقرائے محمدی کو جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ امتحان ہوتی ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ عام ہم جیسے انسانوں کو جو ناگواریاں پیش آتی ہیں وہ ہمارے اعمال کا ثمر ہوتی ہیں۔

ایمان کی حقیقت

ایمان کی حقیقت تعلقات کی استواری اور درستگی کا نام ہے۔ وہ محبت کا وعدہ جو اپنی عبودیت کا اعتراف اور اس کی حاکمیت کے احساس کے ساتھ بندہ باندھ لیتا ہے' اس کو ایمان کہتے ہیں جو اعمال صالحہ کا نتیجہ اور ثمر ہے۔

موجودہ زمانے میں اس پیمان محبت کو قائم رکھنے کے لئے تربیت اور طلب کے زاویے کا رخ درست کرنے کی ضرورت ہے جو کسی مرد حق آگاہ کی تربیت اور صحبت اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایمان خوف و رجا' امید و بیم' یاس اور آس کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے یعنی انسان جب اپنی کوتاہیوں' گناہوں' لغزشوں اور نافرمانیوں پر نظر ڈالے تو اس پر ایک خوف کی حالت طاری ہو جائے اور وہ اپنی بخشش سے ناامید ہونے لگے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی شان غفاری و ستاری کا تصور کرے تو اس کا دل بخشش اور اچھی امیدوں کے

خیال سے مسرور ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول

قرآن مجید میں جابجا ارشاد ربی ہے کہ آسمان' زمین' چاند' ستاروں' سورج' پہاڑوں' دریاؤں اور اس کے دیگر مظاہر پر غور و فکر کیا جائے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور ان پر غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی قدرت و حکمت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کی ذات کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ دل گواہی دیتا ہے کہ یہ تمام مظاہر فطرت بیکار تخلیق نہیں کئے گئے۔ صرف بصیرت اور بصارت سے محروم انسان کچھ دیکھ سکتا ہے نہ عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ دولت صرف متلاشی کو حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

انسان زندگی کے کسی بھی مرحلے پر گناہ کا اعتراف کر کے عاجزی و انکساری کا سرمایہ لے کر جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اس کی بے پایاں رحمتوں کا حقدار بن جائے گا۔ رحمت حق بہانہ می جوئید۔ اس کی رحمت تو بہانہ تلاش کرتی ہے۔

اتباع رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم

محبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا ثبوت آپ کی مکمل اتباع ہے۔ چلنے پھرنے میں' کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' ملنے جلنے میں' اخلاقیات میں' معاملات میں' سیاسیات میں' خلوت میں' جلوت میں' بیرونی زندگی میں' گھریلو زندگی میں' غرضیکہ زندگی کے ہر ہر عمل میں' ہر ہر حرکت اور سکون میں' ہر لمحہ اور ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ' آپ کے معمولات اور تعلیمات کو مدنظر رکھنا ہو گا۔ سچی محبت کی تجلیاں انسان کو سرشار اور شاداں رکھتی ہیں۔

ایمان اور محبت

تکمیل ایمان کے لئے محبت لازمی ہے۔ ایمان کے خیابانوں میں اس وقت بہار آتی

ہے جب محبت صدیق بن جاتی ہے۔ محبت میں کھوٹ ہو تو ایمان میں کھوٹ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ اگر محبت آلائشوں سے پاک ہو تو امتحان کی آگ میں گزر جانے کے بعد ایمان کندن کی طرح چمکتا ہے۔

توحید کا کمال

توحید کا کمال یہ ہے کہ دل پر توحید کے سوا کسی چیز کا گزر ہی نہ ہو جب انسان کے دل پر توحید کا پوری طرح غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی کے کسی گوشہ میں بھی توحید کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

مظاہر قدرت

سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' دریا' صحرا اور میدانی علاقے سب پر غور و فکر اور تدبر کیا جائے' تو ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ سب مظاہر قدرت ہیں اور سب ایک قاعدے' اصول اور نظم و ضبط کے ساتھ اپنی اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کی گردش اور طلوع و غروب میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ یہ سب مظاہر فطرت پوری وفاداری سے اپنا فریضہ پورا کر رہے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی کسی لغزش کا ہونا ممکن نہیں ہے۔

بھلائی کا امیدوار

ہر وہ شخص جو اپنی ذات کے لئے بھلائی کا امیدوار ہو اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں سے بہتر سے بہترین سلوک کرے جن پر اس کو اختیار دیا گیا ہے۔ دوسروں پر بے جا سختی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے کرم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ رحمتیں اسی شخص کا ساتھ دیتی ہیں جن کے دل رحم و کرم کے پاکیزہ جذبات سے معمور ہوں۔ دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کریں۔ زیر دستوں' کمزوروں اور ضعیفوں کا سہارا بنیں۔ انتقام لینے کی بجائے عفو اور درگزر سے کام لیں۔

مومن کی زندگی

مومن کی زندگی بندگی کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے تھوڑی عبادت بھی اس کو بندگی کے مفہوم اور معنی سے آشنا کر دیتی ہے۔ عبادت کے وقت مومن پر جو خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے۔ اس کی روح جن مستیوں سے سرشار ہوتی ہے وہ کافر کو نصیب نہیں ہوتی۔ عبادت کا لطف اس وقت آتا ہے جب بندے کو اپنے معبود کے قادر مطلق اور رحیم و کریم ہونے کا احساس ہو جاتا ہے۔

رضا کی منزل

اہل دنیا کا اصول ہے کہ اپنے مہمان کی تواضع کمال شفقت' فیاضی اور فراخدلی سے کرتے ہیں تو اس کریم ذات سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ رضا کی منزل میں آ جانے والے مہمان کو بھوکا' پیاسا رکھے گی۔

مومن اور کافر کی زندگی کا فرق

کافر کی زندگی اور مومن کی زندگی میں ایک واضح فرق ہے۔ کافر کی زندگی کا سارا دار و مدار اور اس کی تگ و تاز دنیا کے لئے ہی ہوتی ہے۔ آخرت کی زندگی کا اس کو کوئی تصور نہیں ہوتا۔ اس لئے آخرت کی کوئی امنگ اس کے دل میں پیدا ہی نہیں ہوتی۔ وہ مرتے دم تک دنیا کو سنوارنے میں لگا رہتا ہے۔

مومن دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتا ہے۔ اس کی نظر آخرت کو سدھارنے پر مرکوز ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک دنیا آخرت کا ثمر ہے۔ دنیاوی کام کاج کی انجام دہی میں اس کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ اسے ایک دن آخر اس زندگی سے منہ موڑنا ہے اور یہاں کی زندگی میں جو کام کروں گا اس کا اخروی زندگی میں انجام اور وظائف حیات کا ثمر میرے سامنے آ کر رہے گا۔

شریعت پر عمل

سچے اور جھوٹے کا فرق شریعت پر استقامت یا عدم استقامت سے معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص سچا ہے وہ باوجود سکر و مستی اور بے خودی کے بال برابر بھی شرع کے

مخالف عمل نہیں کرتا۔

تصوف اور شریعت

اخلاص یہ ہے کہ عمل میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو۔ زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا یعنی سچائی کی عادت بغیر تکلیف اور تصنع کے حاصل ہو جانا حقیقت یعنی تصوف ہے۔ پس تصوف شریعت کو کامل کرنے والا ہے نہ کہ اس کا مخالف ہے۔

اسم الٰہی ____ اللطیف

شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ شاہ امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ کے پیرو مرشد ہیں۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ اس نسبت کی وجہ سے اپنے حلقہ مریدین کو جو ذکر اذکار تعلیم فرماتے تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی نسبت اور اسم الٰہی الطیف کی نسبت سے اسم "یا لطیف" کا اضافہ فرمایا کرتے تھے۔ اس بندہ عاصی پر معاصی نے ایک بار صحت و تندرستی کے لئے التجا کی کہ حضرت دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ واستغفر اللہ یا شافی یا لطیف پڑھا کرو۔ اسی طرح دیگر احباب حلقہ بھی واقف ہیں کہ حضرت یالطیف کا ورد بطور خاص تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

اسم الٰہی الطیف کا ایک مجلس میں ذکر ہونے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا: لطیف وہ طاقت اور قوت ہے جو ہر ایک بات کی تاریکی کو جانتا ہے اور تمام جہان میں یہ کمال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ افعال و اشیاء میں اللہ تعالیٰ کا لطف حد سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موجودات کو ایجاد کر کے ان اسماء ا لٰہیہ کا نور اپنے خاص بندوں پر ڈالا ہے۔ کیونکہ لطیف کا لطف انہی بندوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس اسم کا ورد ذاکر کو لطف الٰہی میں پہنچا دیتا ہے اور تقرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ اس اسم پاک کے ورد سے نفسانی خطرے اور خواہشیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔

اس اسم میں رنج و غم دور کرنے اور سختیوں سے نجات پانے کی اس میں خاص

تاثیر موجود ہے۔ جو لوگ دنیا کے رنج و غم سے تنگ آ گئے ہوں وہ اس اسم کو پڑھیں تو تمام سختیوں سے نکل جائیں گے۔ حاجت روائی اور رزق کی کشائش بھی اس اسم کی خاص خاصیت ہے۔

باب سوم

خزینہ تصوف

انبیائے کرام کے معجزات اور بزرگان دین کی کرامات سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ دونوں خوارق برحق ہیں۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام کے معجزات کا ذکر متعدد جگہ پر آیا ہے اور اللہ کے نیک بندوں کے تذکرے ان بزرگوں کی کرامات سے بھرے پڑے ہیں۔ درحقیقت اگر بنظر غائر باطنی بصیرت سے کام لے کر دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اظہار کرامت کسی مرد حق آگاہ کی صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ بعض منکرین اسلام اور جوگی سادھو قسم کے لوگ بھی ایسے خوارق جنہیں استدراج کہتے ہیں' دکھا دیتے ہیں۔ دراصل ان اللہ کے نیک بندوں کی دین حق پر استقامت تمام کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔ اکثر و بیشتر اولیائے کرام اور بزرگان دین نے کرامت کے ظاہر کرنے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اپنی کرامتوں کو چھپاتے پھرتے رہے یا پھر اپنی کرامت کو اپنے رہبر طریقت کے نام کر دیا۔ دراصل سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمۃ بھی ان بزرگوں میں سے تھے' جو اپنی کرامتوں کو چھپاتے تھے۔ ان تمام باتوں کے باوجود آپ کی محفل میں بیٹھنے والے لوگ بخوبی آگاہ ہو جاتے تھے۔ ان کے ہر روز مشاہدہ میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور آ جاتی جو لفظ کرامت کے زمرے میں حرف بحرف آتی تھی۔ مثلاً مندرجہ ذیل واقعات قریباً ہر روز کا معمول تھے:۔ (1) کسی لاعلاج اور پرانی بیماری سے شفا ہو جانا (2) سائل کے دل کی بات کا اندازہ کر کے اسی قسم کے ارشادات کا بیان (3) کسی مقدمہ میں کامیابی (4) محض دعا کرنے سے صحت یاب ہو جانا (5) باہمی لڑائی جھگڑوں اور عداوتوں کا ختم ہو جانا (6) باطنی حالت کا اندازہ کر کے اسے اس طرح سے عمومی گفتگو کا رنگ دے کر بیان کر دینا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور کسی

کا بھید نہ کھلے' راز بھی رہ جائے اور باطنی اصلاح اور روحانی تربیت بھی ہو جائے۔ نادم شخص پھر ہمیشہ کے لئے ایسے افعال سے تائب ہو جاتا۔ (7) رزق اور روزی میں کشادگی (8) نرینہ اولاد کے طالبوں کے لئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بھئی ہم تو لڈو کھانے والوں میں سے ہیں کیا لڈو کھلاؤ گے۔ میرے اللہ کے ہاں کونسی کمی ہے۔ میرا اللہ تمہیں بیٹا دے گا۔ بس اس قسم کے الفاظ حضرت ارشاد فرماتے اور پھر یہی بات مشاہدہ میں آئی کہ سال بھر کے بعد وہ شخص بامراد آیا۔ (9) سالہا سال بعد آنے والے واقعات کو بڑے دلچسپ اور محبت بھرے انداز میں ارشاد فرما دیتے۔

سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ نے کبھی اپنی کسی کرامت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ آپ تو ساری زندگی رابطہ میں آنے والے احباب کو حسن معاملہ' حق پرستی اور انسان دوستی کا اخلاقی درس دیتے رہے۔ آپ کی ذات اقدس میں ایک مرد حق پرست کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اخلاق و مروت' ایثار و محبت' عفو و درگزر' صبر و شکر' تسلیم و رضا' شرم و حیا کا پیکر تھے۔ غریبوں' محتاجوں' بے کسوں' یتیموں' مفلسوں اور ناداروں پر خصوصی نوازشات فرماتے اور ان کی دلداری میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔ حق پرستی' نام و نمود سے نفرت' عجز و انکساری اور قول و فعل کی برابری و صفائی جیسی خوبیاں اور صفات نے آپ کو عامتہ الناس میں محبوب بنا دیا تھا۔ آپ کے ارشادات میں ایسی ملاحت ہوتی تھی جو دل نشینی اور تزکیہ باطن کا سبب بنتی تھی۔ یہی دراصل اولیائے کرام کی صحبت کا فیضان ہوتا ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والے وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں کہ انہیں پھر کسی کشف و کرامت کی ضرورت نہیں رہتی۔

کشف و کرامات کا سلسلہ

آئندہ سطور میں صرف چند ایک واقعات صرف انشراح صدر کے لئے درج کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین اس بات کا بخوبی اندازہ کر لیں کہ اس قحط الرجال کے گئے گزرے دور میں بھی آپ جیسے عظیم المرتبت' صاحب بصیرت' سچے اور کھرے پارس موجود تھے۔ ہمارے ایک دوست فقراء اور اہل اللہ لوگوں کی دو قسمیں بیان فرمایا کرتے

ہیں کہ ایک سونا صفت ہوتے ہیں اور دوسرے پارس صفت۔ سونا صفت بس اپنی ذات کی حد تک ہوتے ہیں اور پارس صفت وہ ہیں کہ جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں آیا' وہ بھی سونا ہو گیا۔ سید امور الحسن شاہ علیہ الرحمتہ کی ذات گرامی دوسرے درجے میں آتی ہے۔ جو کوئی آیا وہ جھولیاں بھر کر لے گیا اور سونا بن گیا جسے زوال نہیں۔

○

ایک بھائی مرشد کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ کئی جگہ گئے مگر تسلی نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی تو خود اس کی تلاش و جستجو میں نکل پڑے۔ کافی دوڑ دھوپ اور تگ و دو کے بعد وہ بزرگ مل گئے مگر زیارت اس طرح نہ ہوئی جس طرح خواب میں بشارت ہوئی تھی۔ بزرگ سے ملاقات کے بعد بھی دل کو تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے فرمایا' آپ پاکپتن آئیں ہم وہیں رہتے ہیں۔ حسب وعدہ جب آئے تو وہی محفل تھی جس طرح خواب میں نظر آئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھئی اب تو کوئی شک نہیں۔ سائل کی تسلی ہو چکی تھی' پھر وہ اطمینان قلب سے حلقہ غلامی میں آ گئے۔

○

نوری بھوری نامی شخص گجرات میں رہتے تھے۔ آپ کا ایک دفعہ ادھر سے گزرا ہوا تو آپ گاڑی سے اترے اور ان سے کہا کہ گجرات میں کیا کر رہے ہو؟ خدمت خلق کا شوق ہے تو گاؤں میں جاؤ' مخلوق خدا وہاں بھی آئے گی۔ پھر وہ بزرگ شیخوپورہ روڈ کے قریب ایک گاؤں میں اقامت پذیر ہو گئے۔ اب اس جگہ ان کا فیضان جاری ہے۔ یہ حضرت کی نظر کیمیا اثر کا فیض اور ثمرہ ہے۔

○

ایک دفعہ ایک بھائی داڑھی' مونچھیں ٹھیک کر رہے تھے۔ اس دوران انہیں خیال آیا کہ ہم اچھے مرید ہوئے کہ ہمیں بھلا دیا۔ آپ اسی وقت شیشہ میں نمودار ہوئے اور فرمانے لگے تو نے بھلایا ہے یا ہم نے بھلا دیا ہے۔ اس بھائی نے یہ واقعہ اور بھائیوں کو بھی سنایا۔

○

سید شمیم الحسن فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا مکان کرایہ پر دے رکھا تھا۔ اب ایک عرصہ سے کرایہ دار نہ کرایہ دیتا تھا اور نہ ہی مکان خالی کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں وہ فکر مند تھے۔ ایک شام انہیں یہ خیال دامن گیر ہوا کہ والد محترم (سید امور الحسنؒ) سب کی پریشان حالی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے رہتے ہیں اور ہمارے لئے دعا بھی نہیں اور ہمارا کچھ خیال بھی نہیں۔ انہی خیالوں میں اس رات وہ سوئے اور جب صبح وہ بیدار ہوئے تو مکان خالی تھا۔ نہ جانے رات کو کب کرایہ دار مکان خالی کر گیا۔

○

سید امور الحسنؒ میرٹھ اپنے پیر و مرشد کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ شہناز اختر ان دنوں کچھ معاملات کی وجہ سے کبیدہ خاطر اور پریشان تھیں۔ اسی پریشانی کے عالم میں انہیں کسی نے ایک بزرگ کا بتایا کہ میں بھی جا رہی ہوں، تم بھی میرے ہمراہ چلو۔ جب انہوں نے جا کر اپنی پریشانی بیان کی تو اس بزرگ نے کچھ دیر کے لئے توقف کیا اور کہا کہ انہیں کسی دعا کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے لئے دعا ہو رہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب سید امور الحسن علیہ الرحمتہ انڈیا سے واپس تشریف لائے تو سیدھے راولپنڈی اسی بیٹی کے پاس چلے آئے اور آتے ہی فرمانے لگے، اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی کہ دوسرے لوگوں کو تکلیف دی (اس بزرگ کے پاس جانے کی بات دہرائی) پھر آپ چند دن رہ کر چلے گئے اور اسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سب معاملات درست کر دیئے۔

○

سید شمیم الحسن فرماتے ہیں کہ جب میری دوبئی تعیناتی ہوئی تو آپ نے رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ، جب وقت ہو گا، ہم خیر سے بلا لیں گے۔ اس وقت انہیں یہ بات سمجھ نہ آئی مگر جب آپ کا وصال ہوا تو انہیں پاکستان آنے کے لئے رات گیارہ بجے فلائٹ ملی تھی اور بڑی مشکل سے تین چار بجے پاکپتن پہنچے۔

جہاز پر سوار ہوئے تو اس وقت دل میں خیال آیا کہ آپ کے جنازہ کا وقت صبح دس بجے ہے اور میری وجہ سے انہیں تکلیف ہو گی۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیات مقدسہ کا ورد شروع کر دیا۔ ہوائی جہاز نے صبح چھ بجے اسلام آباد ائیرپورٹ پر اترنا تھا۔ جب اسلام آباد ائیرپورٹ کے قریب جہاز پہنچا تو اعلان ہوا کہ ہم تھوڑی دیر کے بعد ائیر پورٹ پر اترنے والے ہیں' موسم بالکل ٹھیک ہے مگر جہاز جیسے ہی ائیرپورٹ پر پہنچا تو ائیرپورٹ پر اتنے زبردست بادل آئے اور بجلی چمکی تو پائلٹ کو اعلان کرنا پڑا کہ ہم اسلام آباد ائیرپورٹ پر نہیں اتر سکتے ہم لاہور جا رہے ہیں۔ اس طرح چھ گھنٹے کا سفر پون گھنٹے میں طے ہو گیا۔ لاہور ائیرپورٹ پر شاقب کو علم تھا کہ ایک آفیسر کے والد ماجد رحلت کر گئے ہیں اور انہیں پاکپتن جانا ہے۔ ائیرپورٹ پر فوراً" ضروری کاروائی کے بعد ٹیکسی لے کر پاکپتن روانہ ہوئے۔ وہ جب ٹیکسی میں سوار ہو رہے تھے تو اعلان ہو رہا تھا کہ اسلام آباد کا موسم ٹھیک ہو گیا ہے۔ اب ہم اسلام آباد روانہ ہو رہے ہیں۔ اس طرح سید شمیم الحسن ساڑھے نو بجے پاکپتن پہنچ گئے اور ٹھیک دس بجے تمام رسومات سے فارغ ہو گئے۔ یہ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کی کرامت تھی کہ انہوں نے وقت رخصت پہلے سے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ جب وقت ہو گا' خیریت سے بلا لیں گے۔ یہ بات سورج کی روشنی کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہر دروازہ کھول دیتا ہے اور ماضی' حال' مستقبل ایک کھلی کتاب کی مانند ان کے سامنے ہوتے ہیں۔

○

سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کی دعا سے متعلق ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں۔ آپ کے ایک مرید ہر ماہ کی 3 تاریخ کو آپ کے پاس حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے ایک شخص کو آپ کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھا ہے جو ابھی ابھی کمرے سے نکل کر گیا ہے۔ اس پر بہت سے مقدمات ہیں اور اس کی داستان سن کر میرا دل کانپ اٹھا ہے۔ اس مرید نے دل میں خیال کیا کہ اس کا کام تو ہو گیا۔ اتفاق ہے کہ

اگلے ماہ جب وہی مرید حاضر ہوئے تو اتفاق سے وہی شخص آپ کے کمرے سے باہر نکل رہا تھا اور ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا اور باہر بالکل نئی کار کھڑی تھی۔ جب حاضری ہوئی تو فرمانے لگے' تم نے اس آدمی کو پہچانا ہے جو ابھی ابھی گیا ہے۔ اس مرید نے عرض کیا۔ یہ وہی شخص ہے جو پچھلے ماہ بہت خستہ حالت میں تھا اور اب تو پہچان میں نہیں آتا تھا۔ آپ نے فرمایا' ہاں یہ وہی شخص ہے' جس پر کافی مقدمات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے مقدمات اس کے حق میں کر دیئے ہیں۔ یہ مجھے رقم سے بھرا ہوا بریف کیس اور نئی گاڑی دینے آیا تھا مگر میں نے اسے کہا ہے کہ فقیر کو اس کی ضرورت نہیں۔

○

ایک عورت اپنی بیمار بیٹی کو لے کر پاکپتن کے لئے روانہ ہوئی۔ اتفاق سے اس بچی کی سانسیں راستہ میں ہی اکھڑ گئی تھیں۔ آپ اس وقت گولر کے درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ ماں نے آتے ہی بچی کو آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور بین کرنے لگی کہ میں تو گھر سے بچی کو زندہ لے کر آئی تھی اور زندہ ہی لے کر جاؤں گی۔ آپ نے سر اوپر اٹھایا اور دعا کی۔ کچھ دیر اس بچی کو گولر کے درخت کے نیچے لٹائے رکھا۔ کچھ دیر کے بعد بچی نے اللہ کے فضل سے آنکھیں کھول دیں اور وہ عورت دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ وہ بچی اب تک زندہ ہے اور بچوں کی ماں ہے۔ وہ خانقاہ شریف کے عرسوں میں باقاعدگی سے حاضر ہوتی ہے۔

○

ایک صاحب حیثیت مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ آپ جب تک یہاں قیام پذیر ہیں' میں لنگر کا خرچ برداشت کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ لنگر کا خرچ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی پورا کرنے والا نہیں ہے۔ آپ اس کی تربیت کے لئے صبح کو اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ بھائیوں کی زبانی ہے کہ صبح سے شام تک صرف چائے کا دور چلا' کبھی دودھ' کبھی پتی اور کبھی چینی ختم ہو جاتی اور صاحب خانہ صبح سے شام تک انہی کو پورا کرتے رہے۔ شام کو اس بھائی نے ہاتھ جوڑ دیئے اور

عرض کیا کہ حضرت واقعی بزرگوں کے لنگر کی ایک چیز بھی پورا کرنا مشکل ہے۔ اللہ کے بندوں کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے' دراصل اللہ کی مرضی سے ہی اس کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی بزرگی اور عظمت قائم ہے۔

○

ایک زمیندار جس کی کافی زمین تھی۔ وہ خانقاہ کے لنگر کے لئے زمین وقف کرنا چاہتا تھا۔ اس نے حضرت سے عرض کیا کہ میں ایک دو مربعے زمین لنگر کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو میرا توکل چھیننا چاہتا ہے؟ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ میری جوتیاں اٹھا کر دیکھ' اس نے جب جوتیاں اٹھائیں اور اس کے نیچے نظر کر کے دیکھا تو اسے ہیرے جواہرات کا سمندر چلتا ہوا نظر آیا۔ وہ فوراً" حضرت علیہ الرحمتہ کے قدموں میں گر گیا اور معافی مانگی۔

○

ایک بار حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے موقعہ پر خانقاہ میں جو بھی مرید آ رہا تھا' زخمی حالت میں آ رہا تھا۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی۔ حجرہ میں تشریف لے گئے اور جب صبح کو باہر آئے۔ تو مریدین سے فرمایا کہ بابا علیہ الرحمتہ سے بات ہوئی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ آئندہ آپ کے کسی چاہنے والے کو پاکپتن آنے جانے میں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہے اور انشاء اللہ نہ کبھی ہو گی۔

○

سید شمیم الحسن جون کے مہینے میں اسلام آباد سے پاکپتن کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ پہلے کھاریاں سٹاپ کیا کرتے تھے مگر گرمی کی شدت کی وجہ سے وہاں نہ رکے اور چلتے آئے۔ قریباً تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد ایک پٹرول پمپ پر ٹھنڈا پینے کے لئے رکے۔ گاڑی کا بونٹ اٹھایا تو ریڈی ایٹر پر نظر پڑی تو کیپ غائب تھا مگر پانی پورا تھا۔ ادھر ادھر دیکھا تو کیپ بھی ایک سائڈ پر اٹکا ہوا نظر آیا' تو جان میں جان آئی۔ کولڈ ڈرنک پی کر سفر پر روانہ ہوئے اور بخیر و خوبی پاکپتن پہنچ گئے۔

○

بھائی جعفر (فیصل آباد) درگاہ شریف میں حاضر تھے۔ رات گیارہ بجے دیوان صاحب تشریف لائے۔ حضرت علیہ الرحمتہ نے چائے بنا کر پیش کرنے کے لئے فرمایا۔ لنگر خانہ میں اس رات چینی نہیں تھی۔ چپکے سے جا کر عرض کیا' حضرت چینی نہیں ہے۔ فرمانے لگے' وہیں کہیں دیکھو' اس ڈرم میں دیکھو۔ ڈرم جو اس سے پہلے دو بار دیکھ چکا تھا۔ اب جو آ کر دیکھا تو وہ چینی سے بھرا ہوا تھا۔

○

ایک مرید نے بتایا: ایک بار عرس کی تقریبات سے پہلے اجازت کے بغیر میں نے حضرت کے حجرہ کا دروازہ کھولا تو آپ کا جسم تین ٹکڑوں میں پڑا دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے گھنٹی دی اور فرمایا کہ بغیر اجازت کے دروازہ کیوں کھولا۔ میں نادم ہوا۔ ایک ہفتہ چپ چاپ رہنے لگا تو میری یہ حالت والدہ نے آ کر بیان کی' تو حضرت نے آنے کی اجازت دی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا دیکھا تھا؟

○

یہ 1985ء کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ مکہ مکرمہ سے واپس آئے اور پھر خانقاہ پاک پتن میں تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے:

> "حضور آپ کب تشریف لائے۔ میں نے آپ کو دوران طواف دیکھا اور پھر باوجود کوشش بسیار آپ کو نہ پا سکا کیونکہ یہ میرا طوف وداع تھا۔ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں' میں نے تعاقب کیا مگر آپ کو پھر مل نہ سکا۔ میں وہاں سے سیدھا جدہ گیا اور پھر بذریعہ پرواز کراچی اور کراچی سے لاہور۔ آج ایک ماہ بعد پاکپتن شریف آیا ہوں۔ اب آپ کی قدم بوسی سے سرفراز ہوا ہوں۔ آپ کب تشریف لائے۔"

حضرت علیہ الرحمتہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ "بھائی

آپ کو مغالطہ ہو گیا ہو گا۔ میں یہاں سے کہیں نہیں گیا۔" وہ گویا ہوا کہ جناب مغالطہ نہیں، میں آپ کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ آپ یہ کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ آپ نے سن کے فرمایا (مسکراتے ہوئے): "اب میں کیا بتاؤں۔" (اس وقت حافظ غلام علی شاہ صاحب بھی موجود تھے) آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیوں بھائی میں نے ٹھیک نہیں کہا وہ بھی مسکرا دیئے اور خاموش رہے۔"

حافظ صاحب حقیقت میں جانتے تھے کہ ایک ولی کامل ایک وقت میں ذات ترابی کے ساتھ تین سو ساٹھ جگہوں پر جا سکتا ہے۔☆

☆ انوار لطیف (ڈاکٹر جان عالم) 1992ء ص 48

میں اور میرا مرشد

مرشد کی ذات اقدس کے ساتھ ہر مرید کا ربط و تعلق اور اس کی نوعیت انفرادی حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ کسی شخص کو بیعت کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کے پس منظر میں محرکات و عوامل کیا تھے؟ مرید نے اپنے مرشد کو کس زاویہ نظر سے دیکھا اور پرکھا؟ پیر و مرشد نے مرید کی دنیاوی' دینی اور باطنی و روحانی لحاظ سے کیسے تربیت کی۔ مرید کی زندگی میں اس ربط و تعلق سے کیا انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس قسم کے بے شمار ذاتی اور انفرادی حیثیت کے سوالات کا جواب آئندہ صفحات میں ملے گا۔ ان اوراق میں آپ کے چند مریدوں نے تاثرات و مشاہدات کو بلا کم و کاست بیان کیا ہے۔

راؤ عبدالواحد

میں عارف والا ریلوے سٹیشن کے قریب بابا جمال شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر باقاعدہ حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے مزار پر دل میں خیال آیا کہ مجھے بیعت کرنی چاہیے مگر جب تک بابا جمال شاہؒ اجازت نہ دیں گے' بیعت نہیں کروں گا؟ کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ میں ایک نورانی باریش شخصیت سے بیعت ہو رہا ہوں۔ ایک دن جمعہ کی نماز پڑھ کر عازم پاکپتن ہوا۔ یہاں سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ ایک نوجوان کو بیعت سے سرفراز فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے' آ گئے ہو۔ پھر دو اور اشخاص کے بعد مجھے بیعت کیا۔ میں کافی دیر سوچتا رہا کہ میں بھیجا گیا تھا یا بلایا گیا تھا۔

میرے مرشد محبت' خلوص اور ایثار کے مجسم پیکر تھے۔ موصوف اپنے مرید کی

روحانی تربیت و ضرورت کے ساتھ ساتھ دنیاوی ضروریات کا بھی پورا خیال رکھتے تھے۔ جود و سخا کا عنصر نمایاں اور واضح طور پر نظر آتا تھا۔ لنگر امیر غریب سب کو ایک جیسا اور ایک جگہ برابر ملتا تھا۔ صاحبزادہ بھائی شمیم الحسن کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے ان کے فیوض و برکات اور درجات بلند فرمائے اور ان کو لمبی عمر دے (آمین)

میں آج بھی جب تصور کرتا ہوں۔ پیر و مرشد مسکراتے ہوئے' آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

تصور سے دل و جاں میں اجالا کر لیا میں نے
جب آنکھیں بند کیں ان کا نظارہ کر لیا میں نے

غلام مرتضیٰ

پیر و مرشد سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ 21- دسمبر 1962ء کو ہمارے گاؤں کے امام مسجد امیرالحسن کے پاس تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں اس دن آپ کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ میرے والدین بھی چشتی صابری سلسلہ میں بیعت تھے۔ انہی دنوں میرے گاؤں کے احباب میں بھائی مجید' نذیر' صوفی عبدالستار اور بھائی مشتاق بھی حلقہ ارادت میں آئے۔ ان احباب نے بھی بارہا اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے بیعت ہونے کے بعد اس کے اثرات و ثمرات یوں محسوس کئے ہیں کہ جیسے اب زندگی پہلے کی نسبت بہت ہلکی پھلکی سی ہو گئی ہے۔ مساجد اور نماز سے دلی رغبت پیدا ہو گئی ہے۔ زندگی رکوع و سجود کے آئینہ میں ڈھل گئی ہے جبکہ اس سے پیشتر نماز سے کوسوں دور تھے۔ اب اپنی مسجد کو نہ صرف آباد کیا ہے بلکہ بڑے والہانہ پن اور خشوع سے ذکر اسم ذات کرنے لگے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہمارے ذکر کے ذوق و شوق کی دور دور دھوم ہو گئی اور اس سے ہم جیسے کئی دیگر لوگ بھی مستفید ہو کر مساجد کا رخ کرنے لگے۔ ہمارے ہاں ذکر سے پہلے کبھی کبھار محفل سماع ہوتی تھی اس کے بعد ذکر کا سلسلہ شروع ہوتا تو تہجد کے وقت تک جاری رہتا۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کے پیر و مرشد شاہ عبداللطیف

میر نمی علیہ الرحمتہ ملتان کے حلقہ ذکر خانقاہ چشتیہ لطیفیہ' خونی برج میں احباب کے ساتھ ذکر میں شامل ہوتے تو ان کی آواز سب کی آوازوں میں نمایاں' بلند اور بھاری سنائی دیتی' جب وہ ذکر جلی کراتے تھے۔

ہم نے اپنے گاؤں میں پہلی بار 1967ء میں چھ رجب کو خواجہ بزرگ' خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے منایا۔ حیات خواجہ بزرگ اور ان کی تعلیمات کو بیان کیا گیا۔ تقسیم لنگر کے لئے کئی دیگیں بڑی محبت سے پکوائیں۔ اس لنگر کے لئے پیر و مرشد قبلہ سید امورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کچھ رقم عنایت فرمائی۔ لنگر تقسیم کرنے کے بعد رات کو محفل سماع بھی ہوئی۔ جس کا اختتام درود و سلام بحضور سید کونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

عبدالحمید

بھائی عبدالحمید نے حضرت خواجہ شاہ امورالحسن علیہ الرحمتہ سے فیضان اور حصول برکات کا ذکر کرنے کے بعد مزید بتایا کہ جڑانوالہ میں شبینہ کا تصور نہ تھا۔ صابری مسجد چک 127- گ- ب میں آپ نے شبینہ کی داغ بیل ڈالی۔ دو تین مرتبہ چھ- رجب کو خواجہ بزرگ علیہ الرحمتہ کا عرس منایا گیا۔ اسی طرح کوٹ عبدالمالک میں حضور غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کا عرس مبارک 17- ربیع الثانی کو ہوتا رہا۔

محمد رمضان

بھائی محمد رمضان نے بتایا کہ ان کا چالیس سال پہلے سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا تھا۔ صوفی عبداللطیف پہلے سوتر منڈی اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں مقیم تھے جو بعد میں کوٹ عبدالمالک چلے گئے تھے۔ لاہور میں صوفی عبداللطیف کے مکان کے سامنے خواجہ امورالحسن علیہ الرحمتہ کے چچا سکونت پذیر تھے۔ وہاں صوفی عبداللطیف سے ملاقات ہوئی۔ ایک دن صوفی عبداللطیف جہاں ان کی آشنائی تھی' وہاں

جا رہے تھے۔ سید امورالحسن نے انھیں آواز دی۔ لڑکے بات سن۔ وہ حضرت کے پاس
چلے آئے۔ حضرت نے انھیں وہاں جانے سے روک دیا اور انھیں یکدم پلٹ دیا پھر اپنی
بھرپور محبت و الفت دی جس کے اثرات ایسے پڑے کہ حضرت کے غلام بن گئے۔
ایک رات اپنے پاس رکھا پھر صبح کو ان کی والدہ ماجدہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ لڑکا اللہ واسطے
مجھے دے دیں۔ ان کی والدہ نے حضرت کے فرمان پر لبیک کہا۔ آپ نے اس کے بعد
ان کی تربیت شروع کر دی۔ آٹھ دن کی آپ نے رخصت لے لی۔ حضرت ان دنوں
جہلم میں محصول چنگیات کے انسپکٹر تھے۔ سید امورالحسنؒ بلا ناغہ انھیں حضرت بالا پیر
میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر لے جاتے رہے اور باطنی تربیت کے
ساتھ فیوض و برکات سے مالا مال کرتے رہے۔ چھٹے روز وہ تانگے سے نکل کر بھاگ گئے
اور کہنے لگے 'کون' 'کون' یہ کہہ کر آگے آگے بھاگنے لگے پھر حضرت علیہ الرحمۃ انھیں
پکڑ کر لے آئے اور تانگے میں دوبارہ بٹھا لیا۔ اس کے بعد واپس گھر چھوڑ گئے اور
فرمانے لگے اس کو ایک ہفتہ دودھ پلاتے رہیں' جتنا بھی پئے پلاتے رہیں' اگر پیسے نہیں
ہیں تو مجھ سے لے لیں' جس قدر درکار ہوں۔ آپ نے آٹھویں روز چھوڑ دیا تاکہ
اپنا کام دھندہ کرے۔ ایک ملنے والے نے کہا کہ کیا تمہیں آپ کے پیر و مرشد نے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ سے مشرف کرا دیا ہے یا نہیں؟ یہ
تو پہلے کرانی چاہیے۔ یہ بات دل میں لے کر وہ حضرت کے پاس جہلم چلے گئے۔ گھر کے
سامنے باغ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ باغ میں چلو' میں آتا ہوں۔ وہاں آ کر آپ نے
فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے آئے ہیں۔ وہاں باغ میں
سلا دیا کہ صبح اٹھو گے' تو بات کریں گے۔ جب صبح بیدار ہونے پر حضرت سے ملاقات
ہوئی تو کہنے لگے کہ حضرت مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ شہادت
کے ساتھ ہو گئی ہے۔ مجھے خواب میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ حضور سرور عالم صلی
اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پھر صوفی عبداللطیف وہاں سے چلے آئے۔ حضرت علیہ الرحمۃ
نے پھر انھیں مزید باطنی تربیت کے لئے اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمۃ
کے پاس انڈیا بھیجا۔

محمد رمضان نے صوفی عبداللطیف کے متذکرہ بالا واقعات کے علاوہ اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا کہ جب حضرت نے صوفی عبداللطیف کو اعلیٰ حضرت کے سلام کے لئے میرٹھ بھیجا تھا۔ ان دنوں آپ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں کسی درویش سے ملنے کے بعد مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ جب سید امورالحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرو گے؟ تو میں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت وہ تو درویشی اور فقیری کو بدنام کرنے والے ہیں۔ میں تین دن تک حضرت کے سامنے بیٹھا رہا۔ آپ نے فرمایا: مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ انہوں نے اپنے وجود سے میری آنکھیں پرنم کر دیں اور آج بھی مرشدی اسی لمحہ کی طرح میرے سامنے موجود ہیں۔ میں نے تیسرے دن عرض کیا۔ حضرت مجھے بیعت کرلیں۔ آپ نے فرمایا ابھی دو تین سال عیش کرو۔ تم ہمارے ہی ہو' بیعت کرلیں گے۔ میرا حضرت سے میل جول اور رابطہ استوار رہا۔ کبھی راولپنڈی' کبھی جڑانوالہ' غرضیکہ حضرت کے حلقہ ارادت کے لوگ جہاں جہاں موجود تھے' میرا بھی وہاں آنا جانا ہوتا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر پیران کلیر رحمتہ اللہ علیہ کا عرس آیا۔ حضرت علیہ الرحمتہ نے مجھے کلیر شریف جانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو میرے پیر و مرشد شاہ عبداللطیف" فرمائیں' اسے تسلیم کرلینا' وہاں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں کلیر شریف چلا گیا اور اعلیٰ حضرت کے حکم و فرمان کی دل و جان سے تعمیل کرتا رہا۔ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے وقت رخصت کچھ تبرکات عطا فرمائے اور فرمایا کہ اپنے پیر و مرشد کو دے دینا' وہ جسے چاہیں عطا کردیں۔ واپسی پر کلیر شریف اور اعلیٰ حضرت کے بارے میں مجھ سے تفصیلات سن کر آپ بے اختیار زار و قطار روتے رہے اور مجھے رلاتے رہے۔ شاہ عبداللطیف علیہ الرحمتہ میرے پیر و مرشد کے بارے میں کبھی جلال سے اور کبھی جمال سے گفتگو فرماتے تھے۔ حضرت علیہ الرحمتہ کے وصال سے قریباً آدھ پون گھنٹہ پہلے میں پاکپتن شریف پہنچ گیا تھا۔ آپ نے مجھ سے لاہور کے سب بھائیوں کے بارے میں "فرداً فرداً" استفسار فرمایا اور لاہور میں نیاز فاتحہ جس کے لئے آپ نے پیغام بھیجا ہوا تھا' اس کے بارے میں بھی دریافت فرمایا۔

رحمت علی

میں ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے ایک سال بعد پاکپتن میں بیعت سے سرفراز ہوا۔ چک 274 کلا میں امیرالحسن شاہ امام مسجد رہتے تھے جو آج کل گوجرانوالہ میں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد آ رہے ہیں' آپ بھی ان کی زیارت کے لئے آئیں۔ وہاں میری حضرت علیہ الرحمتہ سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔

میں نے وہاں اس دن ایک واقعہ دیکھا کہ حضرت جس کمرے میں تشریف فرما تھے' اس کے باہر آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو تاکہ کوئی عورت اندر نہ آئے۔ دو عورتیں آئیں۔ میں نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا: آنے دو۔ جب وہ عورتیں اندر گئیں تو آپ نے ان کا حال احوال پوچھ کر ان کے حق میں دعا کی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد رخصت کر دیا۔ میں اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ دروازے کے باہر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اندر سے آواز آئی۔ "آؤ میری بات سنو۔" ہم حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ سوچتے ہوں گے کہ پہلے میں نے عورتوں کو اندر آنے سے منع کیا اور پھر آنے بھی دیا۔ یہی بات ہمارے دل میں تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ عیسائی عورتیں تھیں' اگر میں انہیں اندر نہ بلاتا تو ان کا دل ٹوٹ جاتا تھا کہ پیر نے ہم سے نفرت کی' اس لئے ان کو اندر بلا لیا تھا اگر کوئی اور ہوتیں تو نہ بلاتا۔ اس لئے بیٹے کسی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔

غالباً 1966ء کی بات ہے' گوجرہ ہسپتال میں میری بیوی کے ہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا۔ میرے بڑے بھائی نے کہا کہ یہ اٹھرا کا مرض ہے۔ حضرت سے عرض کریں گے۔ حضرت سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ جب دوبارہ امید ہو تو بتانا۔ میں کوٹ عبدالمالک پہنچا تو آپ مجھے شاہ عالمی چچا سراج کے ہاں کار میں ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ عشاء کے بعد لنگر کھلایا گیا۔ کتوں کو روٹیاں ڈالی گئیں۔ لنگر کے بعد محفل سماع شروع ہوئی جو ساری رات جاری رہی۔ فجر کے وقت آپ نے سب کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ سب ملتے جاؤ اور جو بات کہنی ہے' کہہ کر اپنے گھروں کو جاؤ اور محنت مزدوری کرو۔

میں نے اپنا سارا حال بیان کیا کہ اب گھر میں امید ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکی پیدا ہو گی' اس کا نام فاطمہ رکھنا' گھبرانا نہیں۔ تین دفعہ یہی فرمایا۔ تین ماہ بعد بچی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کا نام کنیز فاطمہ رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے دیے۔

محمد ضیاء

شیخ اختر عرف بھولا کے ہاں حضرت سے پہلی ملاقات ہوئی۔ میری اس سے پہلے سوسائٹی ناؤ نوش والوں کے ساتھ تھی۔ جب میری پہلی ملاقات ہوئی' حضرت ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور میں نشے کے عالم میں تھا۔ حضرت نے مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا۔ میں جب باہر آیا تو میری حالت ایسی تھی جیسے میں نے کچھ پیا ہی نہیں۔ اس کے بعد میں تائب ہو گیا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد غلامی میں آ گیا۔ اس سے مجھے کچھ یوں بے پایاں مسرت ہوئی جیسے پنجرے سے کوئی پنچھی رہا ہوتا ہے۔

محمد افضل

1979ء میں ساون' بھادوں کا موسم تھا۔ زور دار بارشیں ہو رہی تھیں۔ میں اپنے عزیز ڈاکٹر جعفر محمود کے ہمراہ حضرت سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان دنوں سفلی عملیات کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھ سے کوئی بات سنے بغیر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ سفلی علوم پر گفتگو فرمائی۔ آپ کی گفتگو کا ماحصل تھا کہ سفلی علوم ذہن کو ماؤف کر دیتے ہیں اور کچھ ان کے اثرات نہیں ہوتے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ 17- ربیع الثانی کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بعد نماز مغرب میں نے ڈاکٹر جان عالم سے کہا کہ مجھے بیعت کرا دو۔ وہ حضرت کے پاس لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ "یہاں فقیری ہے' دولت نہیں ہے۔" میں نے عرض کیا: "حضرت آخرت کی دولت ملنی چاہیے۔" جس نے غلامی میں آنا ہو' یہ اس کے مقدر میں جہاں ہو' پہنچ جاتا ہے' میں بیعت سے سرفراز ہوا۔ مجھے آپ نے فرمایا کہ اگر تنگ دستی کا وقت آ جائے تو بیٹا کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا۔

مرشدی حضرت سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کوٹ عبدالمالک تشریف لائے

ہوئے تھے۔ میں آپ کے لئے تین جوڑے جراب اور تین بنیان لے گیا۔ آپ کو پیش کیں تو آپ نے فرمایا کہ بغیر مجھ سے پوچھے کیوں لائے ہو۔ ایسی چیزیں میرے پاس بہت پڑی ہیں۔ خراب ہو جاتی ہیں۔ جراب پہن کر دعائیں دیں۔ وقفہ وقفہ کے بعد فرمانے لگے تین جوڑے جراب اور تین بنیان۔ اس وقت آپ پلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر فرمانے لگے یہ تین تین ہیں تو اللہ مبارک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بیٹے اور تین بیٹیاں دیں۔ بیٹا محمد عاصم ہارون قرآن سنا رہا ہے اور بیٹی حفظ کر رہی ہے۔

آپ کے وصال کے بعد مجھے دو بار زیارت ہو چکی ہے۔ مزار شریف کی تعمیر کے دنوں میں دیکھا کہ آپ بہت خوبصورت اور مزین کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ ایک آدمی پیچھے کھڑا ہے۔ میں نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ دوسری مرتبہ اپنے مکان میں لاہور دیکھا کہ بڑا خوبصورت کمرہ ہے اور اس میں ہلکی ہلکی روشنی ہے۔ مزار شریف کی تعمیر کے سلسلہ میں صاحبزادہ جناب سید نسیم الحسن نے ڈیوٹی لگا دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے یہ فریضہ مجھ سے پوری استقامت سے پورا کرا دیا۔

ملک عبدالرشید

جب میں بیعت سے سرفراز ہوا تو حضرت علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا کہ تم کبھی درگاہ میں خالی ہاتھ نہ آنا اور نہ ہی خالی ہاتھ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ ایک بس لاری اڈہ فیصل آباد سے بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے آئی۔ ان لوگوں کے ساتھ میں بھی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ آیا۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کے بعد میں پیر و مرشد کے مزار اقدس پر چلا آیا۔ یہاں آکر مزار شریف کے اندر صفائی کی۔ قرآن خوانی اور فاتحہ میں خاصی دیر مشغول رہا۔ میرا چچا زاد بھائی کہنے لگا کہ اب بس جا چکی ہو گی اور ہمارے باقی ساتھی بھی جا چکے ہوں گے۔ میں نے کہا، مجھے

اجازت ملے گی تو جاؤں گا ورنہ نہیں جاؤں گا بے شک بس چلی جائے۔ میں نے جی بھر کر دعا کی اور فاتحہ میں مشغول رہا۔ بعد میں ہم اس جگہ چلے آئے جہاں بس کھڑی تھی۔ وہاں آئے تو بس موجود نہ تھی۔ میرا بھائی گھبرا گیا۔ بس وہاں سے پھاٹک تک چلی گئی تھی پھر وہاں سے واپس آ گئی۔ انہوں نے ہمیں بس میں سوار کیا اور ڈرائیور کہنے لگا کہ مجھے غائبانہ آواز آئی کہ تمہاری بس میں دو آدمی کم ہیں۔ اسی وجہ سے میں پھاٹک سے آپ دونوں کو لینے چلا آیا۔ یہ نسبت شیخ ہے' جس نے مجھے نوازا ہے۔ میں آپ کے عطا کردہ اوراد و وظائف پوری پابندی سے کرتا رہتا ہوں۔ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے کاموں میں آسانی فرما دیتا ہے۔

سجاد حسین

حافظ محمد مظہر کی موجودگی میں حضرت علیہ الرحمتہ نے درج ذیل ارشادات وصال مبارک سے سات روز قبل فرمائے تھے۔

"تم لوگ ماننے والوں میں سے ہو اس لئے بتا رہا ہوں کہ اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ مع جسم تشریف لائے تھے۔ انہوں نے یہاں دو گھنٹے قیام فرمایا۔ آپ نے وہی چشمہ لگا رکھا تھا جو آپ اکثر پہنا کرتے تھے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا کمرہ اسی طرح سجا رہے تاکہ آپ جب جی چاہے تشریف لائیں۔ نیز ان کے کمرے میں رات کسی کو نہیں ٹھہرانا چاہیے چاہے خواہ کوئی گورنر ہی ہو۔"

اکبر علی

میں اپنے بیمار بیٹے کو لے کر درگاہ شریف میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر جاؤ اور پھر خواجہ عزیز کیؒ سلام کر کے حاضر ہوں۔ اللہ کریم نے آپ کی بے لوث دعاؤں کے طفیل میرے لاعلاج بیٹے کو شفا کاملہ عطا کی۔ پھر میں کافی عرصہ تک حاضر ہوتا رہا۔ چھ' سات سال بعد آپ نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالیا۔

صوفی عبدالستار

صوفی عبدالستار نے اپنے بیعت ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری رہائش فیصل آباد میں تھی۔ ایک دن میرے والد محمد ابراہیم ڈجکوٹ سے آئے اور کہنے لگے کہ آؤ تمہیں پیرو مرشد کی زیارت کرا دوں۔ میں والد صاحب کے ساتھ گیا تو آپ کالی کملی اوڑھے آرام کر رہے تھے۔ میں نے آپ کے قیام کی جگہ اور شاہانہ لباس دیکھا تو مجھے کچھ تعجب سا ہوا کہ یہ کوئی اللہ کے ولی نہیں بلکہ یہ تو کوئی بادشاہ معلوم ہوتے ہیں۔ چند منٹ قیام کے بعد واپس چلا آیا اور اپنے والد صاحب سے کہا کہ میں نے بیعت نہیں ہونا۔ اسی دن شام کے وقت میرے دل پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی جیسے کوئی چیز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔ پھر میں نے اپنے ابا جان سے کہا کہ پیرو مرشد کے پاس لے چلیں۔ میرے اصرار پر وہ آپ کے پاس لے آئے۔ اس وقت پیرو مرشد میرے چچا کے گھر قیام پذیر تھے۔ میرے چچا اور میرے پھوپھا نے مل کر آپ کی دعوت کی ہوئی تھی۔ ان دونوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کشیدہ تھے۔ ہم چوک میں آپ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ آپ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو امام مسجد امیرالحسن نے آپ سے عرض کیا کہ عبدالستار آپ کا مرید ہونا چاہتا ہے۔ پیرو مرشد نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بیٹا آپ کا کون سا گھر ہے۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے گھر کے متعلق بتایا تو آپ ہمارے ساتھ گھر تشریف لے آئے۔

آپ نے مجھے وضو کر کے دو نفل پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے بعد بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اپنے چچا نظام الدین کو بلا لاؤ۔ جب پیرو مرشد نے یہ حکم دیا تو میرے دل میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ چچا سے تعلقات کشیدہ ہونے کی وجہ سے میرا جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اپنی والدہ سے اس بات کا ذکر کیا تو والدہ نے فرمایا جاؤ۔ میں قریباً آدھ گھنٹہ چچا کے گھر کے باہر کھڑا رہا۔ پھر مجھے یوں لگا جیسے مجھے کسی نے دھکا دیا ہو۔ میں نے چچا زاد بھائی کو آواز دی وہ آیا اور مجھے اندر لے گیا۔ جب میں اندر گیا تو چچا جان' چچی محترمہ اور چچا زاد مجھے گلے مل کر روئے۔ میں نے چچا جان سے کہا کہ آپ کو پیرو مرشد بلاتے ہیں۔ چچا جان میرے ساتھ ہمارے گھر آئے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا اور میرے والد کی طرف اشار

کر کے کہا کہ نظام الدین یہ تمہارا کیا لگتا ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا' بھائی کے قدم پکڑ لو۔ جب چچا جان قدم پکڑنے لگے تو میرے ابا جان سے ارشاد فرمایا: محمد ابراہیم اس کو گلے سے لگاؤ یہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔

چچا جان نے پیرو مرشد سے عرض کیا کہ حضور ہماری ایک بہن بھی ناراض ہے تو پھر آپ نے فرمایا نظام الدین اب بہن کو تم بلا لاؤ۔ چچا جان ہمارے پھوپھا اور پھوپھی کو لے آئے۔ آپ نے پھوپھی جان سے پوچھا (میرے والد کی طرف اشارہ کر کے) یہ آپ کا کیا لگتا ہے' انہوں نے کہا یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ پھر میرے والد سے پوچھا کہ یہ آپ کی کیا لگتی ہیں؟ میرے والد نے کہا: حضور یہ میری چھوٹی بہن ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد ابراہیم چھوٹی بہن کے سر پر ہاتھ رکھو۔

پیرو مرشد نے ارشاد فرمایا کہ بیعت تو میں نے عبدالستار کو کیا ہے مگر جو دس سال سے بگڑا ہوا قبیلہ تھا وہ میرے اللہ نے ایک کر دیا۔ آپ فرمانے لگے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں یہی بات کہوں گا۔

بیعت ہوتے وقت آپ نے درج ذیل ارشادات عالیہ فرمائے تھے:

صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرنا' ماں باپ کی عزت کرنا' بروں کی صحبت سے بچنا' اسلام کی عظمت کے لئے کام کرنا' کوئی ایسی بات یا عمل نہ کرنا جس سے اپنے پیرو مرشد کی ذات پر حرف آئے۔ ارکان اسلام پر عمل پیرا رہنا۔

پیرو مرشد جڑانوالہ کے قریب چک رسالدار میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ شرف نیاز حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم تمہارے ساتھ نہیں جا سکتے' پھر کبھی تمہارے پاس آئیں گے تو اس وقت میرے دل پر بجلی سی گری۔ میں نے اصرار کیا تو آپ نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا کہ پرسوں ہم آ جائیں گے۔ آپ نے میرا شوق میزبانی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ عبدالستار ہم ایک ہفتہ تمہارے پاس قیام کریں گے۔ کسی کو مت بتانا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دال اور روٹی کا لنگر ہو گا۔ اس سے زیادہ کی کوشش مت کرنا۔ ان دنوں میں روزانہ چار چادریں تیار کرتا تھا اور ان کو کارخانہ بازار میں ایک

دوکاندار کو دے کر پندرہ روپے مزدوری لیتا تھا اور گھر آکر ان پندرہ روپوں سے لنگر کا انتظام کرتا تھا۔

میرے ہاں قیام کے دوران ہی ایک دن پیر و مرشد فرمانے لگے کہ کوئی ہے جو مجھے ایک کنگروں والا سکہ (دس پیسے کا سکہ) دے اور مجھ سے کھوٹا سکہ لے لے۔ سب نے اپنی اپنی جیب سے نکال کر سکے اپنے ہاتھوں پر رکھے اور پیر و مرشد کے آگے کر دیئے۔ میں نے بھی یہ عمل کیا۔ آپ نے میری ہتھیلی سے ایک سکہ اٹھایا اور مجھے کھوٹا سکہ دے دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میرے پاس ایک کھڈی تھی پھر اس کھوٹے سکے کا کمال دیکھئے کہ رفتہ رفتہ میرے پاس 14 کھڈیاں ہو گئیں۔

ایک مرتبہ چھ رجب کا عرس میرے ہاں منعقد کیا گیا۔ واپسی پر میرے عزیز و اقارب پیر و مرشد کو بس پر بٹھانے کے لئے پل جوالا نگر تک گئے۔ وہاں آپ نے میرے بہنوئی محمد رمضان سے فرمایا کہ جاؤ تنور سے ایک روٹی لے آؤ۔ وہ گئے اور جا کر دو روٹیاں لے آئے آپ فرمانے لگے' تمہیں ایک روٹی کا کہا تھا تم دو لے آئے ہو۔ اب یہ دونوں روٹیاں اس کتے کے آگے ڈال دو جو کھوکھے کے نیچے لیٹا ہوا ہے۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ وہ کتا اس طرح سے لیٹا ہوا تھا کہ کسی کی نظر وہاں نہیں پڑتی تھی۔ کتا بھی خارش کی بیماری کا شکار تھا۔ جب کتے کو دو روٹیاں ڈالی گئیں تو وہ دونوں روٹیاں منہ میں دبا کر نہر کے دوسرے کنارے چلا گیا۔ آپ نے رمضان سے فرمایا: تمہاری دونوں روٹیاں قبول ہو گئی ہیں۔

ایک بار چھ رجب کا عرس کالیکے میں بھائی مجید کے ہاں منعقد ہوا۔ اس عرس کا اہتمام پیر بھائیوں نے بڑے خلوص سے کیا۔ عرس کے آخری دن آپ علیہ الرحمتہ نے سائیں صدیق سے پوچھا کہ لنگر کے سامان سے کیا کچھ بچا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دو بوری آٹا' دو دیگوں کے چاول اور کافی دال پڑی ہے۔ آپ نے فرمایا: ان چیزوں کا لنگر تیار کرو اور کتوں کو ڈال دو۔ تلاش بسیار کے باوجود گاؤں کے اندر اور گاؤں کے باہر کتے کہیں بھی نظر نہ آئے۔ ہم نے آکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ گاؤں کے لوگوں میں تقسیم کر آؤ۔ گاؤں کے قریبا دو سو گھروں میں لنگر تقسیم کیا۔ پھر بھی کچھ بچ گیا تو

آپ نے فرمایا کہ روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے چھتوں پر ڈال دو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔

پھر ایک بار چھ رجب کا عرس میرے غریب خانہ پر منانے کا پروگرام بنا۔ آپ نے فرمایا: عبدالستار لاؤڈ سپیکر کا انتظام ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر حکومت نے پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ اس وقت جنرل یحییٰ خان کا دور حکومت تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ہے' لاؤڈ سپیکر کا انتظام کرو' دیکھا جائے گا۔ لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے تھوڑی دیر بعد میرے بیٹے نے اطلاع دی کہ ابا جان پولیس آئی ہے۔ میں باہر آیا تو اقبال شاہ ایس۔ ایچ۔ او نے پوچھا۔ آپ نے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت لی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ ایس ایچ او نے کہا کہ ہم نے کسی کو لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔ میں نے کہا: میں نے اپنے پیرو مرشد سے سپیکر کے استعمال کی اجازت لی ہے۔ ایس ایچ او اقبال شاہ نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے اجازت لے کر آتا ہوں۔ میں اندر آیا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ مسکرائے اور فرمانے لگے ارے بھئی دیکھو عبدالستار اپنی جان چھڑا رہا ہے اور مجھے پھنسا رہا ہے۔ جاؤ ایس ایچ او کو اندر لے آؤ۔ میں ایس ایچ او کو اندر لے آیا تو آپ نے اسے چارپائی پر بٹھانے کی کوشش کی مگر اس نے کہا حضور مجھے اپنے قدموں میں ہی بیٹھنے دیں۔

پیرو مرشد نے فرمایا اقبال تم نے تو اجازت نہ دی۔ ہمارے آقا غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا عرس تھا۔ ہم نے کہا تھا' لاؤڈ سپیکر چلاؤ۔ اس پر ایس ایچ او اقبال نے عرض کیا۔ آپ کا جب تک دل چاہے لاؤڈ سپیکر استعمال کریں آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر اقبال ایس ایچ او میرے ساتھ باہر آیا اور میرے ہاتھوں اور منہ کو بوسے دیتا رہا اور کہنے لگا صوفی عبدالستار آپ نے کہاں سے ایسا ہیرا تلاش کیا ہے؟ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ان کی زیارت کرائی ہے۔ یہ عرس تین دن رہا اور تین دن ہی لاؤڈ سپیکر بھی استعمال ہوا۔

ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت تھا۔ ہمارے محلہ کی جامع مسجد سلطانیہ صابریہ کے

خطیب حافظ محمد یٰسین نے بھی میرے ساتھ پاکپتن پیرو مرشد کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہم 5۔ محرم کو جوالا نگر پل فیصل آباد سے بس پر سوار ہوئے۔ ان دنوں پاکپتن شریف جانے کے لئے براستہ چیچہ وطنی' ساہیوال کے راستے جانا پڑتا تھا۔ جب ہماری بس ہڑپہ سے تھوڑی دور آگے گئی تو ڈرائیور نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی چیز بس کی باڈی کے ساتھ ٹکرائی ہے۔ بس کا کنڈیکٹر ایک سابقہ فوجی تھا۔ اس نے ڈرائیور کو کہا' استاد جی: گاڑی کو تیز چلاؤ۔ گاڑی پر فائر ہوا ہے۔ ڈرائیور نے سپیڈ اور تیز کر دی اور پھر ساہیوال جا کر گاڑی کو روکا۔ باہر نکل کر جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ گولی مڈگارڈوں (ٹائر کور) سے ہوتی ہوئی آگے نکل گئی ہے۔ ہم نے فجر کی نماز پیرو مرشد کے آستانہ عالیہ پر جا کر ادا کی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ بیٹا عبدالستار آگیا ہے' میں نے کہا' جی حضور اور ساتھ ہی حافظ صاحب کا تعارف کرایا تو آپ فرمانے لگے حافظ صاحب حدیثوں میں بہت کچھ آتا ہے مگر اپنے نفس پر قابو رکھنا' تم تو بابا فرید کے مہمان آ رہے تھے' تم کو کون گولی مار سکتا ہے۔

حب حافظ صاحب نے پیرو مرشد کی زبانی یہ واقعہ سنا تو آپ کے قدموں میں گر گئے اور بے اختیار رونے لگے۔ بعد میں پتہ چلا کہ سفید رنگ کی کار میں چار گن بردار بیٹھے ہوئے تھے اور وہ پہلے بھی کئی لوگوں کو لوٹ چکے تھے۔ حافظ صاحب ان دنوں امریکہ میں ایک اسلامی درس گاہ میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

چھ رجب کے عرس کا پروگرام بنا۔ ان دنوں میری پھوپھی (جو میری ساس بھی تھی) بہت زیادہ بیمار تھیں' ہر دیکھنے والا خیال کرتا تھا کہ چند دنوں کی مہمان ہیں۔ پیرو مرشد سمن آباد' فیصل آباد میں مقیم تھے۔ عرس میں ابھی تین دن باقی تھے۔ میری بیگم صاحبہ نے جا کر پوری صورت حال بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ عبدالستار کو کہو کہ عرس مبارک ملتوی کر دو۔ اس پر میری بیوی نے کہا کہ والدہ بیمار ہیں تو کیا' وہ فوت نہیں ہوتی۔ ہم عرس ضرور کرائیں گے۔ اگر والدہ صاحبہ کو کچھ ہوا تو یہ سارا معاملہ ہم نے آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے عرس کی تیاری کی اجازت دے دی۔ عرس کے بعد والدہ کا پتہ لے آنا۔ ہم عرس کے بعد والدہ کی خبر لینے گئے تو وہ تندرست اور توانا تھی۔

اس واقعہ کے بعد والدہ صاحبہ تقریباً دس سال زندہ رہیں۔

ہمارے ایک پیر بھائی برکت علی محلہ پرتاپ نگر فیصل آباد کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد میں پیر و مرشد سے ملنے کوٹ عبدالمالک لاہور گیا۔ آپ نے فرمایا: مستری برکت فوت ہو گیا ہے۔ اس کی قبر کے بارے میں معلوم کرنا کہ کہاں ہے۔ میں نے پتہ کر کے اطلاع دینے کا وعدہ کیا۔

مستری برکت علی کا بھتیجا شوکت علی مجھے اپنے چچا کی قبر پر لے گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پیر و مرشد تشریف لائے تو فرمایا کہ برکت علی کی قبر کا پتہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کے مدفن کا علم ہے۔ میں پیر و مرشد کے ہمراہ گٹو شالہ موڑ والے قبرستان آیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک قبر میں لرزش پیدا ہوئی۔ اس شدید قسم کی لرزش سے قبر کے اوپر سے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے نیچے آ گئے۔ مجھے احساس ہوا کہ شاید مرید اپنے پیر و مرشد کے استقبال کے لئے کھڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے قبر میں اس قسم کی شدید لرزش پیدا ہوئی ہے۔

محمد جمیل

حضرت کوٹ عبدالمالک تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں ان دنوں طالب علم تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے بھائی عبدالرزاق کے پیر و مرشد سے ملنا ہے' مجھے لاہور جانے کی اجازت دیں۔ انہوں نے کہا کہ دادا سے پوچھ لیں۔ میرے دادا بڑے سخت مزاج تھے' ان کا خیال تھا کہ مجھے اجازت نہیں ملے گی۔ جب دادا سے بات کی تو انہوں نے جانے کی اجازت دے دی۔ رات کو محفل سماع ہوئی۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ مرید ہوئے بغیر واپس نہ جاؤں گا۔ مجھے حضرت نے فجر کے بعد بیعت کیا۔ آپ جب بھی جڑانوالہ تشریف لاتے تھے تو میں بڑے اشتیاق سے ملا کرتا تھا۔ اس کے بعد میرے اصرار پر میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لانے لگے۔

ایک مرتبہ ہمارے پڑوسیوں نے چھت کے اوپر پڑی ہوئی لکڑیوں کو آگ لگا دی۔

دراصل ہمارے گھر پر محفل ذکر ہوا کرتی تھی اور دائیں بائیں ہمارے پڑوسی غیر مقلد تھے۔ آگ لگانے کے بعد انہوں نے خود ہی شور مچا دیا۔ پھر انہوں نے خود ہی آگ بجھائی۔ ہمارا کوئی نقصان نہ ہوا۔ میرے والد لاہور ملنے گئے تو آپ نے ازخود ہمارے بتانے سے پہلے ہی فرمایا کہ آگ کیسے لگی؟ جبکہ اس واقعہ کی انہیں کسی نے اطلاع نہ دی تھی۔

ان دنوں چند شرارتی لوگ ہمارے خلاف تعویذات کا چکر چلا رہے تھے۔ کسی نے روٹیوں کی بھٹی یعنی توی میں تعویذ دفن کیئے تھے۔ آپ نے لاہور سے بھائی صدیق کو بھیجا اور ساتھ ہی نشان دہی بھی کر دی تھی کہ تعویذات کہاں دفن ہیں۔ وہ آتے ہی کہنے لگے کہ مجھے حضرت کا حکم ہے کہ میں آپ کے گھر چلوں اور جہاں روٹیوں کی بھٹی یعنی توی لگی ہے' وہ جگہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے بھٹی کے درمیان سے تعویذات نکالے اور پھر لاہور چلے گئے۔

میری بیعت کا سال غالباً 1966ء یا 1967ء ہے۔ اس کے بعد سے آج تک میرے دنیاوی اور دینی حالات میں بہتری آتی گئی ہے۔

میرے دادا نے مجھے اپنی دوکان سے نکال دیا۔ میں نے اپنا ذاتی علیحدہ کاروبار شروع کر دیا۔ اس کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کا عمل شروع ہو گیا۔ دادا کے حالات میں ابتری آنے لگی۔ حضرت جڑانوالہ تشریف لائے تو میرے دادا جان بھی آ گئے۔ جب تک معافی نہ مانگ لی۔ اتنی دیر تک وہ نہ گئے۔ پھر میرے تایا جان بھی بیعت ہوئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: "آپ کے دادا جان کا ایک کام ہے۔ اس کے بعد دوڑ جائیں گے اور پھر دوبارہ نہیں آئیں گے۔" اسی طرح ہوا اور پھر وہ اپنے کام کے بعد رابطہ توڑ گئے۔

میں شادی میں شمولیت کے سلسلہ میں دعوت نامہ دینے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تیرے ساتھ ہوں گے۔ نکاح کے وقت یہ سوچنا کہ میں سنت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ادا کر رہا ہوں۔ مزید فرمانے لگے کہ میں نہ کہیں شادی اور نہ کہیں مرگ میں جاتا ہوں۔

آپ دیگر بزرگوں کی بڑی عزت افزائی فرماتے تھے۔ کشمیر سے خواجہ امیرالدین آتے تھے۔ آپ ان کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرید کی زندگی کا کوئی گوشہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ رات کو جو میں نے باتیں کیں۔ اگلے دن وہ حرف بحرف سنا رہے تھے اور میں پیچھے چپکے سے بیٹھا ہاتھ جوڑ رہا تھا۔

تاج محمد

میں کاروباری سلسلہ میں گوجرانوالہ اکثر جایا کرتا ہوں۔ برتنوں کا میرا کام ہے۔ ایک بار مرشدی سید امورالحسن علیہ الرحمتہ میرے گھر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاق سے مجھے دوکان کے لئے مال لینے گوجرانوالہ جانا پڑا۔ میں گوجرانوالہ جلد پہنچ گیا۔ مال خرید کر بہت عجلت میں آنے لگا۔ جب واپسی کے لئے شاہدرہ موڑ آیا تو کوئی سواری نہ تھی۔ اس وقت گھر واپسی کے لئے ہمارا راستہ شاہدرہ کی طرف سے تھا۔ میں سواری کا انتظار کرنے لگا۔ اب یہاں کھڑے کھڑے رات کے ساڑھے آٹھ بج گئے۔ میں نے سوچا کہ حضرت سے عرض کروں کہ اب اگر آپ بلائیں گے تو حاضر ہو سکتا ہوں ورنہ میں تو ساری رات یہاں کھڑا رہوں گا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک ٹیکسی والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا' میاں کہاں جاؤ گے؟ میں نے کہا۔ جڑانوالہ' لیکن یہ تو بتاؤ' پیسے کتنے لو گے؟ کہنے لگا دس روپے۔ میں فوراً" بیٹھ گیا۔ میں گھر پہنچا تو حضرت تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے' بھئی! تم نے ضد کی تھی تو پھر اسی طرح ہونا تھا۔

ہمارے گھر میں آسیب تھا۔ حضرت علیہ الرحمتہ جب بھی تشریف لاتے۔ آپ اپنی چارپائی دوسری منزل پر وہیں بچھواتے۔ ہم نے بارہا محسوس کیا کہ آپ بسااوقات وہاں کسی سے باتیں کرتے تھے مگر ہمیں کچھ نہ بتاتے تھے۔ ہمیں اس بات کا علم ہوتا تھا کہ اوپر تو کوئی نہیں ہے۔ نہ جانے حضرت کس سے باتیں کرتے ہیں۔ جب میں نے ایک بار دریافت کیا تو فرمانے لگے کوئی بات نہیں تم ادھر ہی لیٹ جایا کرو۔ میں رات کو وہاں سویا تو مجھے کسی نے دبایا۔ میں ایک دم غصے میں جاگا تو حضرت کا تصور کیا۔ ایسی صورت

حال میں آپ نے مجھے تالی بجانے کے لئے فرمایا ہوا تھا کہ اگر آسیب وغیرہ ہوں تو جہاں تک تالی کی آواز جائے گی' یہ بھاگ جائیں گے اور تمہارا علاقہ صاف ہو جائے گا۔ آپ نے ایسی صورت میں مجھے حصار بنانے اور تالی بجانے کا حکم دیا ہوا تھا۔

یعقوب کے گھر بھی آسیب کا سلسلہ تھا۔ وہاں سے بھی وہ پیر و مرشد کے دم قدم کی برکت سے نکل گئے۔ اسی طرح ہماری ایک پیر بہن کو بھی آسیب تھا۔ وہ خاتون بہادر خاں کے چک کی رہنے والی تھی۔ جب اس پر آسیب کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس کو دیکھ کر آدمی ڈر جاتا تھا۔ میں وہاں بیٹھا تھا جب میں نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگنے لگا تو حضرت علیہ الرحمتہ فرمانے لگے "تو کہاں جا رہا ہے؟ بیٹھ' ادھر بیٹھ اور پھر وہیں بٹھا کر فرمانے لگے کہ اس کی ایسی تیسی جو ہمارے بچے کو کچھ کہے۔ میں آپ کے فرمان کے موجب وہیں بیٹھ گیا۔ آپ نے اس خاتون پر دم کیا' وہ فوراً" ٹھیک ہو گئی۔

آپ جب میرے ہاں تشریف لاتے تو پھر فرماتے کہ بیٹے وعدہ کرو' اپنا کاروبار اسی طرح چلاتے رہو گے' جس طرح ہماری عدم موجودگی میں چلاتے ہو۔ تب تو میں یہاں قیام کروں گا ورنہ نہیں۔ اپنا کاروبار بھی کرتے رہو۔ سارا دن میرے پاس بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری آمد کی وجہ سے تمہارے کاروباری معاملات میں خلل آئے۔

حکیم محمد سلیمان

مجھے کافی عرصہ تلاش بسیار کے باوجود جب کوئی رہبر نہ ملا تو میں شاہ رکن عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر یہ کہہ کر چلا آیا کہ جب کوئی گھر آ کر بیعت کرے گا تو اس کا مرید بن جاؤں گا۔ اتفاق سے انہی ایام میں سید انور الحسن شاہ علیہ الرحمتہ فیصل آباد آئے ہوئے تھے۔ دوستوں کے توسل سے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور پھر میں بار بار آپ سے ملتا رہا۔ ایک دن میں نے از خود عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی گھر آ کر بیعت کریں گے۔

یہ ہے ولی کامل کی بات کہ آپ نے بھائی کو اسی طرح بیعت کرنا چاہا جس طرح ان کی خواہش تھی۔ حضرت نے اپنے مریدوں کو مریدوں کی طرح نہیں بلکہ ان کی مرضی کے مطابق ان کی تربیت کی اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھا۔

اس وقت میری عمر ستر سال کے قریب ہے۔ وارثی سلسلہ کے بزرگ میاں منظور شاہ گیارہ سال ہمارے گھر پر مقیم رہے۔ ان کی اقامت پذیری کی بدولت ہمارے گھر پر بزرگوں کا آنا جانا تھا اور لنگر کا سا سماں لگا رہتا تھا۔

میں سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کا مرید ہوا۔ حضرت ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ کبھی دل میں خیال آیا ہے کہ میں اپنے بابا کی کوئی کرامت دیکھوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ میں بھی کوئی اندھا بہرا ہوں کہ میرے دل میں کوئی خیال آئے۔ میرے لئے تو یہی کافی ہے کہ میں والہانہ انداز میں آپ کی طرف دوڑتا ہوں۔ میرے دل میں کبھی بھول کر بھی کسی کرامت کا کوئی خیال نہیں آیا۔ دراصل یہ کونسی کم کرامت ہے کہ مجھے دونوں جہاں کے تفکرات اور غم سے آزاد کرا دیا ہے۔

میں نے ایک بار اپنی داستان غم لاہور میں بھائی رمضان کے ہاں سنائی تو آپ نے سن کر بڑے دکھ کا اظہار فرمایا۔ فرمانے لگے، اچھا اب تم فکر نہ کرنا، تیرا پیر تو ہوں۔ اب میں تیری ماں بھی ہوں اور تیرا باپ بھی ہوں۔ اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں ایک بار لاہور سے ساہیوال پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا تو بڑا بدکار انسان ہے۔ نہ جانے روز قیامت کس حال میں یا کس جانور کے روپ میں پیرو مرشد کا سامنا ہو گا۔ اسی دھن میں ساہیوال سے پاکپتن شریف پہنچا۔ یہاں آپ علیہ الرحمتہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ لنگر کھا کر آو۔ ناشتہ کے بعد حضرت کے روبرو حاضر ہوا تو میرا چہرہ فق تھا اور رنگ زرد۔ فرمانے لگے کوئی بات ہم سے بھی چھپاؤ گے، میں نے عرض کیا، آپ سے کوئی بات کیسے چھپائی جا سکتی ہے، ارشاد فرمایا کہ تم خود بیان کرو۔ میں نے پوری صورت حال عرض کی تو فرمانے لگے، انسان اپنے جانور سے پیار نہیں کرتا۔ اس پر آپ نے مجھے بڑی تسلی دی۔ میں رو پڑا تو فرمانے لگے تو تو ہے میرا۔

رہے قائم میرا ان سے تعلق
مجھے محشر کا ندرت غم نہیں ہے

ایک بار شام کو شرف ملاقات حاصل ہوا۔ فرمانے لگے تین آدمیوں کا کھانا لے آؤ۔ اگر تم نے بھی ساتھ یہاں کھانا ہو تو چار آدمیوں کا کھانا لے آؤ۔ کھانا لے کر پہنچا تو فرمانے لگے۔ ساری رات میں انہوں نے ایک شعر یاد کیا ہے اور ساتھ فیصلہ کر کے آئے ہیں کہ اب واپس بچوں کی طرف پلٹ کر نہ دیکھوں گا۔ فرمانے لگے' وہ شعر تو سناؤ اور ساتھ ہی وہ شعر بھی جس میں تحریف ہے۔ میں نے چکبست کا شعر سنایا۔

فریب زندگی جس نے نہ دیکھا ہو ہمیں دیکھے
نہ سینے میں ہے دل اپنا' نہ منہ میں ہے زباں اپنی

اس کے بعد میں نے تحریف شدہ شعر عرض کیا:

فریب بندگی جس نے نہ دیکھا ہو ہمیں دیکھے
نہ سینے میں ہے دل اپنا' نہ منہ میں ہے زباں اپنی

فی الحقیقت میں گھر سے یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اب گھر کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھنا۔

عزیزم اقبال نے شب برات کے بارے میں بات کی کہ حضرت اہلسنت والجماعت حضرات کا عقیدہ ہے کہ جس کا انتقال ہونا ہو' اس کا پتہ اس رات گر جاتا ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے؟

آپ فرمانے لگے کہ سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں۔ عرض کیا جی بارہ۔ پھر ان میں کس ماہ کی فضیلت ہے؟ عرض کیا' رمضان المبارک۔ ہفتے میں کتنے دن ہوتے ہیں؟ عرض کیا سات' ان دنوں میں کس کو اہمیت حاصل ہے عرض کیا جمعہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح قدر کی راتوں میں ایک رات ہے اور یہ اپنی خطاؤں' گناہوں اور لغزشوں سے معافی اور بخشش طلب کرنے کی رات ہے۔ اس رات پروردگار یہ چاہتے

ہیں کہ کوئی مجھ سے کچھ مانگے۔ یہ طلب بخشش اور گناہوں سے برءت کی رات ہے۔ چھٹکارے کی رات ہے۔ انعام کے طلب کرنے کی رات ہے۔

ایک بار مجھ سے پہلے لاہور کے دو پیر بھائی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سے فرما رہے تھے کہ تو جو کچھ کرتا ہے' فلم کی طرح تجھے دکھا دوں پھر تجھے یقین آئے گا۔ میں نے تجھے کئی مرتبہ ہدایت کی ہے لیکن تو باز نہیں آتا۔ اب تجھے آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اب اگر تو باز نہیں آئے گا تو پھر توبہ کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا۔ اب تیرے لئے کوئی ہدایت نہیں ہے۔

ایک بار میں نے عرض کیا کہ میں اکثر ڈر جاتا ہوں کہ کسی کی یاد میں کوئی اور نام بھی شامل ہو جائے تو پھر یہ شرک یا کفر نہ بن جائے۔ آپ فرمانے لگے بھئی! ایک پیالی میں دودھ لو پھر اس میں تھوڑا سا پانی ڈال دیا تو دودھ کی ماہیت یا خاصیت میں کونسی تبدیلی آ جاتی ہے' اس لئے ایسی باتوں سے ڈرنے یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

کسی کے ساتھ بات ہو رہی ہوتی تھی مگر اس سے دیگر حاضرین محفل کی تعلیم ہو جاتی تھی۔ بسااوقات مخاطب کوئی اور شخص ہوتا تھا مگر حاضرین محفل میں سے کسی کی بات ہو رہی ہوتی تھی تاکہ اس کا پردہ فاش نہ ہو۔ مقصد ان ارشادات عالیہ سے روحانی تربیت ہوتی تھی۔

گواہی دل یہ دیتا ہے یقین اس پر کامل ہے
وہ لائق ہیں پرستش کے وہ قابل رہبری کے ہیں
یہاں بھی جمع ہوتے ہیں' وہاں بھی جمع ہوں گے
بڑے مضبوط یہ رشتے ہماری دوستی کے ہیں

میں نے سال 1957ء میں خواب دیکھا کہ ایک وسیع ہال ہے۔ اس ہال میں بائیں طرف ایک بزرگ تشریف فرما ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس بھی بیٹھو گے اس کے بعد پورا ہال دودھیا روشنی سے بھر گیا اور سرور کائنات حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں قدموں میں گر گیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں بیعت ہوا تو آپ نے اس خواب کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں وہاں پسند کیا تھا۔

میرا پیر و مرشد علیہ الرحمتہ سے ان کے وصال کے بعد سے آج تک بارہ تیرہ مرتبہ رابطہ ہوا ہے اور بالکل یہ رابطہ جسمانی زندگی کی طرح سے ہے۔

میرے پڑوسیوں میں سے ایک پڑوسی کا لڑکا پولیس کو مطلوب تھا۔ صبح عید ہونے والی تھی۔ اس لڑکے کے پیچھے ایک DSP لگا ہوا تھا۔ وہ لڑکا چھت سے ہمارے گھر آ گیا۔ میری مدد کیجئے' میں بڑا پریشان ہوں۔ آپ کا تصور کر کے عرض کی کہ حق پڑوس ادا کرنے کے لئے جرم کر رہا ہوں۔ اب آپ ہی میرا بھرم بنائیں گے۔ پولیس چلی گئی تو اس کو اس کے گھر بھجوا دیا۔

میری گاڑی اب تک بیسیوں مرتبہ حادثات سے بچی ہے۔ میں اس کی بھی وجہ آپ کا تصرف سمجھتا ہوں۔

یہ سال 1985ء کی بات ہے' آپ ان دنوں بھائی رمضان کے ہاں لاہور سوتر منڈی میں مقیم تھے۔ ایک شخص باریش' میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس آپ کے پاس آیا۔ اس نے ڈیوڑھی میں آ کر اجازت طلب کی تو آپ ڈیوڑھی میں گئے اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اپنے ساتھ کمرے میں لے آئے۔ قالین کے نیچے آپ نے ہاتھ ڈال کر وہاں سے کاغذ کے ٹکڑے اٹھا کر اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ اس درویش نے کہا کہ یہ تھوڑے ہیں۔ آپ نے پھر عطا فرمائے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ ان سے گزارا کرو۔ بعد میں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم کہو گے کہ یہ کون شخص تھا؟ یہ لاہور کا قطب ہے اور اپنے ماتحتوں کو تنخواہ تقسیم کرے گا۔

ایک بار پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک احاطہ نما بڑی سی جگہ ہے۔ اس میں ایک طرف پانی پلایا جا رہا ہے اور دوسری طرف کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ دو بزرگ پانی پلا رہے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی علیہ الرحمتہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیر خدا حضرت علی

المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ میں نے پیالہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پانی ڈالا اور مجھے بغور دیکھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد سید امور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف لائے۔ مجھے شرف ملاقات نصیب ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ بہت بڑی دولت کمائی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے یہ غلامی کا شرف حاصل ہے کہ میں نے دونوں کا دیدار اقدس ایک ساتھ حاصل کیا۔

ایک بار آپ کوٹ عبدالمالک (لاہور شیخوپورہ روڈ پر لاہور سے چند میل پر واقع ہے) تشریف فرما تھے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ میں پچاس سال سے صاحب اجازت ہوں۔ اس عرصہ میں جو بھی آیا دنیا کے لئے آیا۔ دین کے لئے کوئی نہیں آیا۔ دراصل کسی کے خلیفہ بن جانے سے اس کے جھنڈے نہیں لگ جاتے بلکہ جو جس قدر زیادہ سے زیادہ اخلاص کے ساتھ اپنے پیر و مرشد کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس پر اتنی ہی پیر کی جانب سے مہربانی ہوتی ہے' یہ ہے خلافت' اس لئے بزرگ کی توجہ کا طالب ہونا چاہیے اور کچھ نہیں۔

میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ میری پیدائش 1927ء دہلی کی ہے۔ میں کٹرہ املی والا' محلہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ میں پیدا ہوا تھا اور حضرت کی درگاہ شریف کی حدود میں 22' 23 سال گزارے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت منظور علی شاہ (خلیفہ حضرت وارث علی شاہ علیہ الرحمتہ دیوا شریف) جنہیں ترک لذات کا حکم تھا۔ میں ان کی گود میں پیدائش سے چھٹی جماعت تک پلا' بڑھا ہوں۔ یہ ان سب اصحاب کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ میں نے اپنے پیر و مرشد کو کبھی کسی دعا کے لئے نہیں کہا۔ اگرچہ ان سے بے تکلفی سے گفتگو ہوتی تھی مگر میں ہمیشہ ان کی توجہ کا طالب رہا۔ دراصل جو دل کو پڑھتے ہیں انہیں زبان سے کچھ کہنے کی کبھی نوبت نہیں آتی۔

میں حضرت علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں عرس اور درگاہ شریف میں ہونے والی بڑی نیاز و فاتحہ کے علاوہ چاند کی تین تاریخ کو باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ ایک شکستہ حال آدمی آپ کے کمرہ سے نکل رہا ہے۔

اس کی انگوٹھی میں بڑا قیمتی یاقوت لگا ہوا تھا۔ میں جب حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اس شخص کو دیکھا ہے جو ابھی ابھی نکل کر گیا ہے۔ اس کی روداد سن کر تو میرا کلیجہ ہل گیا ہے۔ یہ مجھے اپنی انگوٹھی جس میں بہت بڑی مالیت کا یاقوت لگا ہوا ہے' نذر کر رہا تھا۔ میں نے وہ واپس کر دی ہے۔ اتفاق سے اگلے ماہ تین تاریخ کو پھر اسی شخص کو خوش و خرم حضرت کے آستانہ سے باہر نکلتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو پہچانا ہے جو ابھی ابھی نکل کر گیا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ فرمانے لگے کہ اس شخص کے حکومت سے مقدمے چل رہے تھے۔ اب یہ بتانے آیا تھا کہ مجھے تیس لاکھ کے واجبات مل گئے ہیں۔ وہ ایک بریف کیس نوٹوں سے بھر کر لایا تھا اور ساتھ ہی ایک ٹویوٹا کرولا گاڑی کہ میں آپ کی نذر کرتا ہوں۔ میں نے دونوں چیزیں واپس کر دی ہیں کہ فقیر کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔

لاہور آپ سے ملنے کے لئے ہم آٹھ' نو پیر بھائی گئے۔ رات کو گیارہ بجے فرمانے لگے کہ مجھے پاکپتن کے اپنے کبوتروں' بکروں اور بلیوں کی بڑی فکر ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ حضرت کو اپنے پالتو جانوروں کا کتنا خیال ہے۔ اس پر فوراً" مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اپنی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے تو دوسروں کی فکر کرو۔

میں پاکپتن ایک فاتحہ پر حاضر ہوا۔ سردی کے دن تھے غالباً فروری کے آخری ایام تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ درگاہ شریف کا لنگر خانہ ہر وقت چلتا رہتا ہے۔ میں نے لنگر کے لئے کوئی جنس وغیرہ آتے نہیں دیکھی۔ خدا جانے یہ مال اسباب کب آتا ہے۔ رات کو قریباً ڈھائی بجے تین مزدوروں نے لنگر خانہ میں بوریاں لا کر رکھنی شروع کر دیں۔ میں انہیں دیکھتا رہا پھر ایک آدھ منٹ کے توقف سے میں دروازہ پر آیا۔ میں نے ریڑھے کے چلنے کی آواز ایک آدھ منٹ سنی۔ پھر پتہ نہیں چلا کہ وہ ریڑھا کدھر چلا گیا۔

آپ قریباً ساڑھے تین بجے رات تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے' ہم جس کے ہیں' وہی ہمارے کام نکالتا ہے۔ اب تم نے دیکھ لیا ہے۔ وہ ہمارے کام کس طرح نکالتا ہے۔ دنیا داروں کے دینے سے کوئی پورا پڑتا ہے۔

صد آفریں کہ چرخ طریقت شعار پر
تابندہ ماہتاب جناب امور ہیں

مریدوں کے لئے آپ کا حکم ہے کہ جب کسی دوسرے شہر جائیں تو وہاں اگر کوئی مزار ہے تو حاضر ہو کر صرف فاتحہ پڑھیں اپنا مطمح نظر ظاہر نہ کریں۔ زندہ ہوں تو ان کی خدمت میں حاضری دیں۔ ان سے بھی کسی خواہش کا اظہار نہ کریں۔ دریافت کریں تو پھر بتائیں۔ اگر صاحب نظر ہو گا تو اسے پتہ چل جائے گا اور وہ پھر پیر بھائی کی طرح پیش آئے گا۔

محمد جعفر

پیرو مرشد علیہ الرحمتہ کو رات تین بجے چائے پینے کی عادت تھی۔ حضرت نے حسب معمول ایک رات گھنٹی بجائی اور چائے بنانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان دنوں درگاہ شریف میں تیل کے چولہے تھے۔ چائے بنانے میں ذرا دیر ہو گئی۔ جب میں چائے لے کر گیا تو اجازت لینا بھول گیا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت کے اعضاء الگ الگ بکھرے ہوئے ہیں اور خون میں لت پت ہیں۔ یہ دیکھ کر میری زور سے چیخ نکل گئی۔ اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا اور لوگ بھی پھر آ گئے۔ حضرت علیہ الرحمتہ نے پوچھا' کیا ہوا؟ پھر انہوں نے پانی دم کر کے دیا۔ دو تین دن بعد میرے حواس نارمل ہوئے۔ حضرت نے تنبیہہ فرمائی کہ اجازت لے کر آنا چاہیے۔ اسی قسم کا واقعہ بھائی محمد یونس نے بھی سنایا تھا۔ بھائی محمد شفیع بھی راوی ہیں کہ لاہور گھوڑا ہسپتال کے نزدیک بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ جب بھائی محمد شفیع آپ کے کمرہ میں گئے تھے تو آپ کے جسم کے اعضاء بکھرے ہوئے پڑے تھے۔ تو انہیں بھی حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ بغیر اجازت کے کیوں کمرے میں داخل ہوئے تھے؟ بھائی محمد شفیع نے آپ کی ایک دوسری حالت یہ دیکھی تھی کہ اسی طرح بغیر اجازت لئے آپ کے کمرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آپ ایک انتہائی عالیشان شاہانہ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور سر مبارک پر ایک تاج بادشاہوں کی طرح مزین ہے۔ آپ نے اس وقت بھی فرمایا تھا کہ اجازت سے

خیر ہوتی ہے۔ فقراء کے حجروں یا کمروں میں بغیر اجازت نہیں جانا چاہیے۔

عبدالقادر

بچپن سے ہی مجھے کسی برگزیدہ ہستی کی تلاش تھی۔ ایک رات میں سو رہا تھا۔ میرا کمرہ بند تھا۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک بزرگ سفید بال اور آنکھیں ان کی سرخ سی ہیں' کھڑے ہیں۔ وہ مجھے پوری طرح نظر آ رہے ہیں جبکہ کمرہ کی بتی بجھی ہوئی ہے۔ میں اس وقت تو ڈر گیا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ پھر جو بزرگ رات کو کمرے میں ملے تھے' وہی بزرگ دوبارہ مجھے جاگتے ہوئے ملے۔ میں اب اسی بزرگ کی تلاش میں رہنے لگا۔ خصلت حسین میرے ایک دوست فیصل آباد کاٹن ملز میں کام کرتے تھے۔ میں نے یہ واقعہ انہیں سنایا اور ساتھ ہی میں نے کسی مرد حق آگاہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ میں نے اس قسم کے بزرگ خواب میں دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا جب ہمارے پیر و مرشد آئیں گے تو آپ کو بتائیں گے۔ رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ تھی۔ خصلت حسین نے مجھے کہا کہ ہمارے پیر و مرشد لاہور آئے ہوئے ہیں' وہاں جانا پڑے گا۔ میں ان کے ساتھ لاہور چلا آیا۔ چچا منظور کے ہاں میری پہلی ملاقات آپ سے ہوئی۔ وہاں ان دنوں اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ سے ملاقات کے بعد مجھے ایک گونہ سکون محسوس ہوا کیونکہ یہ ہو بہو وہی بزرگ تھے جو مجھے مل چکے تھے۔ میں نے خصلت حسین کے توسل سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ آپ یہ تصور کر لیں کہ آپ بیعت ہو گئے۔ جب فیصل آباد آئیں گے تو باقاعدہ بیعت کر لیں گے۔ اب میں آپ کی آمد کا بڑی بیقراری سے انتظار کرنے لگا۔ آپ پھر سمن آباد تشریف لائے۔ یہاں پر کئی گھروں میں ملاقات ہوتی رہی۔ میں نے بیعت کا اشتیاق ظاہر کیا تو فرمانے لگے کہ ہاں بیٹا بیعت کر لیں گے۔ میں غالباً 1978ء یا 1979ء کے اوائل میں بیعت ہوا۔ بھائی نور محمد کے ہاں آپ تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں آپ نے مجھے دو نفل پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: دین کے لئے بیعت ہو رہی ہے یا

دنیا کے لئے۔ میں نے عرض کیا' دین کے لئے۔ آپ بہت مسرور ہوئے۔ بیعت ہونے کے بعد میرے شب و روز میں ایک خوشگوار تبدیلی آئی۔ بمشکل ایک ہفتہ گزرتا تھا کہ میں قدم بوسی کے لئے پاکپتن شریف چلا آتا۔

کچھ عرصہ کے بعد مجھے ایک پریشانی آئی کہ میں جو دوکان کرتا تھا۔ اس کے مالک نے کہا کہ ہم یہ ساری پراپرٹی فروخت کر رہے ہیں اور اگر یہ دوکان خریدنی ہے تو خرید لو' وگرنہ پھر میں کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دوں گا۔ میرے پاس وسائل نہیں تھے کہ میں دوکان خریدتا۔ خصلت حسین نے میری پریشانی کا تذکرہ حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمتہ سے کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوکان تو خریدنی ہے۔ خواہ مکان بک جائے۔ دوکان سے کئی مکان بن جائیں گے مگر مکان سے دوکان نہیں بن سکتی۔ ہمارا مکان مشترکہ تھا۔ اس کی فروختگی بھی بڑا کٹھن اور دشوار مرحلہ تھا۔ اب ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ مکان بھی فروخت نہ ہوا اور دوکان بھی مل گئی۔

میں ایک دن سو رہا تھا تو حضرت علیہ الرحمتہ مجھے خواب میں ملے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا تمہیں کیا پریشانی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے دوکان عطا کر دیں۔ فرمانے لگے' اچھا جھولی پھیلاؤ۔ پھر اس میں انہوں نے کچھ ڈالا اور فرمانے لگے' جا تجھے دوکان دے دی ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری ساری پریشانی ختم ہو گئی ہے۔ ایک بار ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا دوکان کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا مکان نہیں بک رہا۔ آپ نے فرمایا' کچھ زیورات ہوں گے' بیچ دو۔ پھر کچھ قرض میرے ماموں نے دے دیا۔ دوکان کا معاملہ بخیر و خوبی حل ہو گیا اور رجسٹری ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے حاضر ہو کر رجسٹری ہونے کا بتایا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا شکر ہے۔

پھر ایک بار آپ فیصل آباد بھائیوں کے گھروں کو رونق بخش رہے تھے۔ میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی حضرت علیہ الرحمتہ کو گھر بلاؤں مگر میرے پاس کچا سا مکان تھا۔ میں نے ایک بھائی سے اپنی آرزو کا اظہار کیا کہ میری بھی تمنا ہے کہ حضرت کی دعوت کروں مگر میرا مکان تو اس قابل نہیں کہ حضرت کو آنے کی زحمت دوں۔ یہ بات ایک بھائی نے حضرت علیہ الرحمتہ سے عرض کر دی۔ آپ نے ارشاد

فرمایا: ہم تیرے گھر ضرور آئیں گے مگر صرف چائے پئیں گے۔ حضرت تشریف لائے تو میرا مکان کچی سی جھونپڑی کی مانند تھا۔ وہاں حضرت نے فرمایا کہ جب اللہ اسے پکا کر دے گا دوبارہ پھر اس وقت آئیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ مکان پکے تعمیر کرا دیئے۔

آپ علیہ الرحمتہ مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بیٹے نماز پڑھنی ہے اور اپنا کام خوب محنت سے کرنا ہے۔

ایک مرتبہ ہم دو بھائی عرس کے موقعہ پر فیصل آباد سے پاکپتن موٹر سائیکل پر چلے آئے۔ جب سب بھائیوں کو اجازت ہو رہی تھی ہمیں بھی نام لے کر بلایا اور پوچھا کہ بیٹا موٹر سائیکل پر آئے ہو۔ اس میں پٹرول بھی ہے ہم نے کہا کہ ہاں جی ہے۔ یہ کہہ کر ہمیں رخصت کر دیا۔ ہم نے بھی خیال نہ کیا کہ پٹرول چیک کر لیں۔ جب ہم ساہیوال روڈ پر ملکہ ہانس کے قریب آئے تو گاڑی بند ہو گئی۔ گاڑی کو چیک کیا۔ پلگ دیکھے لیکن جب ٹینکی کھولی تو بالکل صاف تھی۔ اس میں ایک قطرہ بھی پٹرول نہ تھا۔ ان دنوں اس روڈ پر قریب قریب کوئی پٹرول پمپ نہ تھا۔ ہم نے کئی گاڑیوں اور موٹر سائیکل سواروں کو اشارہ کر کے روکنے کی کوشش کی مگر کوئی نہ رکا۔ میں نے پریشانی کے عالم میں پاکپتن کی طرف منہ کر کے کہا بابا! آپ نے تو ارشاد فرما دیا تھا ہم سے ہی غلطی ہو گئی جو آپ کا اشارہ نہ سمجھ سکے۔ اب ہم کہاں جائیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک کار آئی۔ اس نے خود بریک لگائی' پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ہم نے بتایا تو اس نے اتنا پٹرول دے دیا جس سے ہم بہ آسانی ساہیوال پہنچ گئے۔ ساہیوال آ کر پٹرول ڈلوایا پھر آہستہ آہستہ فیصل آباد چلے آئے۔ اب بھی میرا ان سے یہی معاملہ ہے۔ دل ہی دل میں بات ہوتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ہمارے گاؤں کے امام مسجد سید امیر الحسن شاہ تھے۔ میں نے ان سے بیعت ہونے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا بھائی مشتاق سید امور الحسن شاہ علیہ

الرحمتہ سے مل کر آئے ہیں۔ میں بھی انہیں ملوں۔

بیعت ہونے سے پہلے ایک رات میں بہت رویا اور گڑگڑا کر التجا کی کہ یا اللہ اب تو اپنے خاص لطف و کرم سے ایسا روحانی طبیب ملا دے جو میرے بیمار جسم و جاں کے لئے مسیحا ثابت ہو۔

بھائی مشتاق نے سید امیرالحسن علیہ الرحمتہ کو گاؤں آنے کی دعوت دی ہوئی تھی۔ آپ تشریف لائے۔ ابھی آپ ہمارے گاؤں سے باہر روڈ پر چک 45 کے اڈہ پر تھے۔ آپ دوپہر تک نہ آئے تو میں نے کہا جب تک میں نہ جاؤں گا۔ حضرت تشریف نہیں لائیں گے۔ میں وہاں گیا تو آپ چائے پی رہے تھے۔ آپ کی مجھ پر نظر پڑی تو حضرت نے از خود فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آ گئے ہو تو اب چلتے ہیں۔ حضرت تین دن گاؤں میں تشریف فرما رہے۔ ایک رات محفل ذکر ہوئی آپ نے خود ذکر کرایا۔ یہ غالباً 21_ دسمبر 1962ء کی رات کا واقعہ ہے۔ اس رات صوفی ستار' مختار' غلام نبی وغیرہ بیعت ہوئے۔ آپ ان تین دنوں میں گاؤں کے ہر شخص کے گھر گئے خواہ چائے کی ایک پیالی پی یا پانی کا ایک گھونٹ پیا۔ آپ نے اپنی رہائش سید امیرالحسن شاہ کے کچے کمرے میں ہی رکھی۔

آدھ میل کے فاصلے پر ہمارے گھروں سے دور بس گزرتی تھی۔ اس بس والے سے کہا کہ ہمارے گاؤں سے ہو کر جائیں تاکہ حضرت علیہ الرحمتہ کو آسانی سے بس میں سوار کرا دیں۔ ڈرائیور بس بھگا کر کسی اور طرف لے گیا مگر نجانے اس پر کیسی حالت طاری ہوئی کہ بس از خود سید امیرالحسن کے گھر کے سامنے لے آیا۔

امیرالحسن شاہ نے ہمیں نذر پیش کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ بیعت ہونے کے بعد زندگی ہلکی پھلکی محسوس ہونے لگی۔

ایک والہانہ وارفتگی و شیفتگی کا عجیب و غریب واقعہ ہے کہ مجھے پتہ چلا کہ پیر و مرشد لاہور تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی اقامت گاہ کا بالکل علم نہ تھا۔ میں بس میں سوار ہوا اور لاہور پہنچ گیا۔ لاری اڈہ پر اترا تو وہاں ایک پیر بھائی مل گئے پوچھا! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ پیر و مرشد نے آپ کو لینے کے لئے بھیجا ہے۔ اس

وقت آپ عبداللطیف کے مکان پر لوہاری دروازہ تشریف رکھتے تھے۔ میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے' بیٹا! جیسے ٹیلی فون کرتے ہیں۔ بلا لیتے ہیں۔ پھر مجھے ذکر کے طریقہ کی تلقین فرمائی۔ دراصل میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارا روحانی تربیت کا زمانہ تھا۔ انہی دنوں پھر کوٹ عبدالمالک بھی جاتے رہے اور وہاں بھی حضرت علیہ الرحمتہ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ آپ بلا وجہ کسی کو زیادہ دیر بٹھاتے بھی نہیں تھے۔ اسباق کی تلقین فرماتے۔ عرض معروضات پوری توجہ سے سنتے۔ اسباق طریقت سمجھانے کے بعد اجازت دے دیتے تاکہ اپنے دنیاوی مشاغل کو بھی بطریق احسن انجام دیتے رہیں۔

اکبر علی

میرے بڑے بیٹے کا ذہنی توازن درست نہ تھا۔ میں پاکپتن آپ کے پاس دعا کی غرض سے حاضر ہوتا رہا۔ آپ کی دعاؤں سے میرے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے شفائے کاملہ عطا کی۔ اسی طرح میں جب اپنا رہائشی مکان تعمیر کر رہا تھا تو اس کی تعمیر کے سلسلہ میں بھی کئی رکاوٹیں پیش آئیں۔ جب میں بہت پریشان ہوتا تھا تو آپ کے تصور سے ہی میری تمام پریشانیاں ختم ہو جاتی تھیں اور جو لوگ رکاوٹ بنے ہوتے تھے پھر وہی ہمنوا بن جاتے۔ میری یہ خوش بختی ہے کہ مجھے حضرت علیہ الرحمتہ کا غلام بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

محمد ارشاد

خانقاہ آوٹ فال میں چائے کا دور چل رہا تھا۔ میں نے فرصت غنیمت جان کر عرض کیا کہ بھائی جی! (موصوف حضرت کے ویتی بھائی ہیں) مجھے ایک خواب آئی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ حضرت نے فرمایا ضرور کہو۔ میں نے عرض کیا کہ گذشتہ رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوں اور آپ بھی وہاں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ تم تو سورۃ توبہ کی آخری دو آیات (لقد جاء کم رسول من انفسکم سے رب العرش العظیم) پڑھنے کا اہتمام کرتے ہی ہو۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پھر

حضرت علیہ الرحمتہ نے ڈاکٹر جان عالم کو التفات سے دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ ارشاد فرمایا۔ اس دن کے بعد سے موصوف نے ہر فرض نماز کے بعد ان آیات مقدسہ کو تین بار پڑھنا اپنا شعار بنا لیا ہے۔

محمد اسد اللہ

ایک مرتبہ شاہ عبداللطیف علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بابا فرید ؒ کو دیکھنا ہو۔ میرے امور کو دیکھ لے۔

خواجہ عبدالعزیز مکی ؒ کی درگاہ شریف کے اندر مسجد کی تعمیر تو بھی آپ کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ عزیز مکی علیہ الرحمتہ کے مزار شریف سے ملحقہ مسجد کی تعمیر تو میرا ہی حق بنتا ہے کیونکہ آپ قلندریہ سلسلہ میں سرور کائنات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یافتہ ہیں اور میں بھی اسی سلسلہ کا چشم و چراغ ہوں۔ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ خواجہ عزیز مکی ؒ حضرت حلیمہ سعدیہ ؒ کے پوتے ہیں۔

خواجہ صاحب موصوف علیہ الرحمتہ کی مسجد کے امام کا واقعہ زبان زد عام ہے کہ ان کی شادی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے آپ علیہ الرحمتہ سے عرض کی کہ میری شادی اور اس کے وسائل کے لئے دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور پچاس روپے بھی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو جیب میں ڈال لو۔ جتنی ضرورت ہو اسی میں سے نکالتے رہنا' اس کی شادی مکمل ہو گئی۔ ایک دن اس نے سوچا کہ پیسے نکال کر تو دیکھوں۔ اس نے دیکھا اور اگلے دن آپ کو سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تمہارا کام ہو گیا ہے ہمارے پیسے واپس کر دو۔

ایک دن دو آدمی درگاہ شریف میں آئے۔ نماز عصر کا وقت تھا۔ آپ نے انہیں نماز پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ایک شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے اور ہمیں نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا، کہ بیٹا کمرے میں سے فلاں چیز اٹھا کر لاؤ۔ وہ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ اندر نماز پڑھ

رہے ہیں۔ باہر دیکھا تو آپ باہر تشریف فرما ہیں۔ وہ شخص آکر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی طلب کی۔

صوفی محمد حسین نے ایک بار یہ خیال کیا کہ حضرت علیہ الرحمتہ نماز نہیں پڑھتے۔ جب وہ اس گمان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ محمد حسین! اگر تم نماز نہ پڑھو تو گنہگار ٹھہرو اور اگر میں نماز نہ پڑھوں تو کافر۔ اس نے توبہ کی اور معافی مانگی۔

میں ایک بار پیر و مرشد کی خدمت میں شہد پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوا آپ نے وہ تحفہ قبول کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ بیٹا میں ہر چیز خرید سکتا ہوں مگر جو تحائف قبول کر کے استعمال کرتا ہوں تو اس وقت تحفہ دینے والے کا خیال آجاتا ہے تو پھر اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے اور وہ دھیان میں رہتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ بیٹا دعا ہاتھ اٹھانے سے نہیں ہوتی بلکہ خدمت سے حاصل کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا دعا سے تو موت بھی ٹل جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کی چلہ گاہ پر لگی سل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس پر جو دو نفل ادا کرے گا اس کی دعا قبول ہو گی۔

ایک بار حضرت علیہ الرحمتہ بھائی انیس کی کار میں سفر کر رہے تھے تو راستے میں گاڑی کا اگلا پہیہ پنکچر ہو گیا۔ وہ گاڑی برابر چلائے جا رہے تھے اور لوگ انہیں غور سے دیکھ رہے تھے تو وہ کہتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا دیکھو کہ کہیں گاڑی پنکچر تو نہیں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو تو سہی' میں نے گاڑی سائیڈ پر لگائی تو دیکھا کہ اس کا ایک ٹائر پنکچر تھا۔

مظفر عالم جاوید

میرے والد گرامی محمد شریف صدیقی (م 26- ستمبر 1978ء) نے مجھے خواجہ غریب نواز' خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات سنائی ہوئی تھیں۔ ان کے سانحہ ارتحال کے بعد میں بڑا بیقرار اور پریشان رہتا تھا۔ مجھے در خواجہ

ہند الولی علیہ الرحمتہ کے آستانہ عالیہ پر اجمیر شریف حاضری کا بے حد اشتیاق تھا مگر میں وہاں کسی درویش کی دعا سے جانا چاہتا تھا۔ 1979ء میں درخواست بھجوائی مگر اس کا نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ سید امورالحسن ؒ سے میری پہلی ملاقات غالباً اکتوبر 1979ء میں ہوئی۔ میں نے کسی فقیر محمدیؐ کی دعا کی برکت کے زیر اثر اجمیر شریف جانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ پلنگ پر استراحت فرما رہے تھے۔ میری یہ عرضداشت سن کر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اگر آپ نہیں جائیں گے تو زائرین کے قافلہ کے ساتھ کوئی بھی نہیں جائے گا۔ بیٹا تمہیں خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ ضرور بلائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے خصوصی دعا سے نوازا۔ وقت آنے پر میں نے درخواست بھجوا دی۔ اپریل 1980ء کے دوسرے ہفتے میں مجھے زائرین کے ساتھ جانے کی اطلاع مل گئی۔

گورنمنٹ ملازمین کے لئے بیرون ملک جانے کے لئے چھٹی کی منظوری بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر محکمہ تعلیم پنجاب کے ارباب اقتیار کے سرخ فیتے کا چکر! خدا کی پناہ!!۔ فیصل آباد ان دنوں ڈویژن نہیں بنا تھا اور ڈویژنل ڈائریکٹر کالجز سرگودھا کا دفتری نظام ایک گورکھ دھندا تھا۔ ڈائریکٹر کے دفتر میں ڈائری کلرک وصول کر کے متعلقہ برانچ کے ڈائری کلرک کو بھیجتا۔ وہ اپنی برانچ کے ہیڈ کلرک سے مارک کرا کر متعلقہ کلرک کو دیتا۔ وہ کلرک بادشاہ اپنی مرضی سے ڈاک نکال کر پھر ہیڈ کلرک کے آگے رکھتا۔ ہیڈ کلرک سے ڈاک اسسٹنٹ ڈائریکٹر کالجز پھر ڈپٹی ڈائریکٹر اور پھر ڈائریکٹر تک جاتی اور اسی قاعدہ کے تحت پھر واپس آتی۔ پھر ایک پروفارما لگا کر کلرک پھر ہیڈ کلرک کے ذریعہ ڈپٹی ڈائریکٹر کو بھجواتا پھر اس کے دستخطوں کے بعد درخواست متعلقہ کلرک کے ذریعے ڈسپیچ رجسٹر میں درج ہو کر جنرل ڈسپیچ کلرک کے پاس آتی پھر وہ ڈی۔ پی۔ آئی کالجز کو بھجواتے وہاں پھر اسی چینل سے گزر کر سول سکریٹریٹ تک جاتی پھر کہیں دس دن کی چھٹی کی منظوری ملتی تھی۔ اگر اس سارے چینل میں ایک بھی شخص غائب ہوتا تو کام اگلے دن پر پڑ جاتا اور ڈائریکٹر کالجز تو بالعموم دورے پر رہا کرتے تھے کیونکہ اس اسامی کا بڑا مقصد تو ٹی۔ اے' ڈی۔ اے کمانا ہوتا ہے۔

چھٹی کی منظوری کے لئے دس دن کا مختصر مرحلہ تھا اور یہ سارا چینل کراس کرنے

کے لئے میرے پاس اتنا زیادہ وقت نہ تھا۔ میرے پرنسپل ان دنوں بڑے وضع دار اور انتہائی نیک اور شریف انسان تھے' ماجد علی سید۔ انہوں نے میری درخواست میری پریشانی کو مد نظر رکھتے ہوئے میرے کہنے پر براہ راست سکریٹری ایجوکیشن کو فارورڈ کر دی۔ میں درخواست لے کر سکریٹری تعلیم کے پاس چلا گیا۔ میں نے بیوروکریسی کے سرخ فیتہ کا سارا چکر سکریٹری تعلیم کو بتایا اور ساتھ ہی اپنی دس دن کی چھٹی کا ذکر کیا۔ انہوں نے ڈپٹی سکریٹری کو بلا کر کہا کہ آج ہی PRIORITY پر ان کی درخواست کو PROCESS کرا دیں۔ اور مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب اگر آپ اجمیر شریف نہیں جائیں گے تو کوئی بھی نہیں جائے گا۔ اس کے بعد میں سیکشن آفیسر ویزا انڈیا کے پاس گیا اور انہیں .N.O.C کے اجراء کے لئے گذارش کی۔ میں نے کہا کہ اگر وقت پر این۔ او۔ سی جاری نہ ہوا تو آپ لوگ تو واہگہ بارڈر پر بھی روک لیتے ہیں۔ اس وقت .S.O ویزا تجمل حسین رضوی کے منہ سے بھی وہی لفظ نکلے کہ اگر آپ نہیں جائیں گے تو پھر کوئی بھی نہیں جائے گا۔ یہ وہی لفظ ہو بہو تھے جو حضرت علیہ الرحمتہ نے فرمائے تھے۔ جب مجھے دس دن کی چھٹی کی منظوری اور .N.O.C مل گئے تو مئی کے پہلے ہفتے میں زائرین کے ساتھ اجمیر شریف چلا گیا۔ واپسی پر قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد سے میرا آپ کے وصال تک برابر رابطہ رہا۔

میں نے از خود دل میں ٹھان لی کہ وقت تو گزر ہی جاتا ہے کیوں نہ ہر چاند کی پہلی جمعرات پاکپتن شریف چلا جایا کروں۔ یہ سلسلہ حضرت علیہ الرحمتہ کے وصال کے بعد قریبا ایک ڈیڑھ سال تک برابر چلتا رہا۔ ایک مرتبہ میں نو چندی جمعرات کو درگاہ شریف پر حاضر ہوا تو آپ گولر کے درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمانے لگے' بھئی پروفیسر صاحب آج نو چندی ہو گئی۔ یہ تو بتاؤ کہ کبھی باوا صاحب (حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ) سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہر نو چندی جمعرات بفضلہ تعالٰی ملاقات ہو جاتی ہے۔ فرمانے لگے کہ بھئی پھر تو تم بہت خوش قسمت ہو۔ میں نے عرض کیا' حضرت آپ سے ملاقات بھی تو باوا صاحب سے ہی ملاقات سمجھتا ہوں۔ حضرت یہ سن کر بہت دعائیں دینے

گے۔

ایک تو چندی جمعرات جب پاکپتن آیا تو تانگہ میں بیٹھتے ہی خیال گزرا کہ درگاہ شریف میں جا کر بسااوقات کسی خادم سے ہی کہنا پڑتا ہے کہ میری آمد کی اطلاع آپ کو دی جائے۔ مزا تو تب ہے' آج جاتے ہی حضرت علیہ الرحمتہ از خود بلا لیں۔ میں درگاہ شریف میں آ کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ حافظ صاحب (خادم درگاہ) نے کہا کہ پروفیسر صاحب' حضرت آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ پہلے جا کر سلام کر آئیں۔

میرے چھوٹے بھائی مقبول احمد کی شادی کو دو سال گزر گئے تھے اور کوئی اولاد نہ تھی۔ میری والدہ ماجدہ نے مجھے کہا کہ حضرت علیہ الرحمتہ سے دعا کے لئے گذارش کروں۔ شمیم پاشا صاحب میرے برابر میں تشریف فرما تھے۔ میں حضرت سے عرض کر رہا تھا کہ اس کی اولاد کے لئے دعا فرمائیے۔ پاشا صاحب نے سرگوشی کے عالم میں فرمایا کہ اولاد' اولاد کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اسے بیٹا دے۔ میں نے یہ فقرہ بلند آواز سے دہرایا تو حضرت نے اس پر فرمایا کہ بیٹا! میرے اللہ کے ہاں کونسی کمی ہے۔ میرا اللہ بیٹا ہی دے گا ہم تو لڈو کھانے والوں میں سے ہیں' کیا لڈو کھلاؤ گے۔ میں نے عرض کیا: حضرت ضرور لڈو کھلائیں گے۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص دعائے بزرگ سے نوازا۔ قریباً ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھائی کو بیٹا عطا فرمایا۔ میں قدم بوسی کے لئے حکیم سید محمد شکیل احمد صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا' وہاں اتفاق سے حضرت علیہ الرحمتہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت نے لڈو حاضرین میں تقسیم کرا دیئے اور پھر دعا فرمائی مگر میں نے التجا کی کہ صبح چند لمحات کے لئے آپ کو اپنے غریب خانہ پر لے جا کر بیٹے کو آپ کی جھولی میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ آپ نے میری استدعا قبول فرمائی۔ اگلے دن جب میرے ساتھ حضرت جا رہے تھے تو ارشاد فرمایا کہ بیٹے کا کیا نام تجویز کیا ہے' میں نے عرض کیا: اویس مصطفیٰ۔ آپ فرمانے لگے اویس تو ساری زندگی جنگلوں میں رہے کیا اسے بھی جنگلوں میں بھیجنا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اسے جنگلوں میں بھیجنے کا قطعاً" کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے تو بھی پھر ہم تو غلام کے قائل ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت ابھی سے بیٹے کا نام غلام مصطفیٰ

ہو گیا۔ گھر آ کر میں نے آپ کے ارشاد گرامی سے سب کو مطلع کیا۔ آپ بچے کو دیر تک درازی عمر اور خیر و برکت کی دعاؤں سے نوازتے رہے۔ میری بڑی ہمشیرہ بھی بھتیجے کے تولد کی خبر سن کر آئی ہوئی تھی۔ اس نے عرض کیا حضرت بیٹا یا بھائی اکیلا تو ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کے طفیل غلام مصطفیٰ عطا کیا ہے۔ آج آپ اس کے بھائی غلام مرتضیٰ کے لئے بھی دعا فرما کر جائیں گے۔ حضرت کو یہ بات بہت پسند آئی۔ آپ نے غلام مرتضیٰ کے لئے بھی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے دو ڈھائی سال بعد غلام مرتضیٰ بھی عطا فرمایا۔

حسن اتفاق سے میں اور میری بڑی ہمشیرہ پاکپتن درگاہ شریف پر قدم بوسی کے لئے حاضر تھے۔ میری ہمشیرہ نے میری نرینہ اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بٹی پروفیسر صاحب کے بارے میں ہم یہی سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے بیٹیوں سے نوازا ہوا ہے۔ انہی نے کبھی اپنے لئے کچھ نہیں کہا۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر جب بھی میں نوچندی جمعرات کو حاضر ہوتا از خود میری نرینہ اولاد کے لئے دعا فرماتے۔ قریباً ایک سال بعد 10- جون 1985ء کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ میں چند دنوں بعد حاضر ہوا اور خوش خبری سنائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام کیا تجویز کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: علی رضا صدیقی! آپ فرمانے لگے بھئی یہ کیا نام ہے پہلے محمدؐ لگاؤ۔ میں نے فوراً" عرض کیا حضرت بیٹے کا نام ہو گیا: محمد علی رضا۔ حضرت نومولود کی درازی عمر اور خیر و برکت کی دعائیں فرمانے لگے۔ بڑی دیر تک دعاؤں سے سرفراز فرماتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرا اللہ تمہیں ایک اور بھی بیٹا دے گا۔ یہ لڑکے تمہاری نسل چلانے والے اور نیک اطوار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ اس نے حضرت علیہ الرحمتہ کی دعاؤں کے طفیل 18- دسمبر 1988ء کو دوسرا بیٹا عطا فرمایا اور اس کا نام اسد علی تجویز کیا گیا۔ یقیناً پیر و مرشد علیہ الرحمتہ مستجاب الدعوات تھے۔

آپ کا ارشاد گرامی تھا کہ لنگر کھائے بغیر درگاہ سے کبھی نہ جاؤ خواہ تمہیں سوکھے ٹکڑے ہی ملیں۔ اس میں بڑا نور اور خیر و برکت ہے۔

درگاہ شریف میں آجکل جہاں آپ کے تبرکات ان دنوں رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں

مجھے تنہائی میں اکتوبر 1985ء میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے آپ کے احوال و تعلیمات کو کتابی صورت میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ بڑی دیر تک دعاؤں سے مجھے سرفراز فرماتے رہے۔

آپ وقت رخصت جو کلمات فرماتے ان کی مٹھاس اگلی ملاقات تک برقرار رہتی اکثر آپ ارشاد فرماتے۔ اللہ خیر سے لے جائے اور پھر خیر سے ملائے۔

آپ کے سانحہ ارتحال کا مجھے اتنا صدمہ ہوا جیسے میں دوسری بار یتیم ہو گیا ہوں اور یہ سوگواری کی کیفیت دو تین ماہ تک چلتی رہی۔ طبیعت کی افسردگی کسی صورت ختم نہ ہوتی تھی۔

میں نے ایک بار عرض کیا کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا بیٹا پیدا ہونے کے بعد بیعت کریں گے۔ بیٹے کے پیدا ہونے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت بیعت کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرت فرمانے لگے بھئی کیوں۔ میں دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت اب تو بڑی بے تکلفی سے اپنی ہر آرزو آپ کے گوش گذار کر دیتے ہیں۔ پھر بیعت ہونے کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ پھر تو زبان بند' کان بند' نیچی نظریں اور ہاتھ باندھ کر رہنا پڑے گا اور یہ سخت پابندی تو مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے میری بات سننے کے بعد زیر لب تبسم سے ارشاد فرمایا:

اجی یار پروفیسر صاحب! جس باپ بیٹے کے احترام و عقیدت اور محبت و خلوص سے تم مجھے چاہتے ہو اور ملتے ہو۔ یہی پیری مریدی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ احترام اور والہانہ شیفتگی کا جذبہ' آج بھی دل میں جاگزیں ہے۔ آپ امیر' غریب' چھوٹے' بڑے غرضیکہ ہر شخص کو اتنی اپنائیت اور محبت عطا فرماتے تھے کہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ جتنا میرا ان سے قلبی تعلق ہے اور کسی سے نہیں۔ وہ کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے تھے اور سب کو برابر اپنی شفقت اور محبت سے نوازتے تھے۔

سید امورالحسن علیہ الرحمتہ پرانے وقتوں کے انتہائی برگزیدہ فقیر بے ریا اور یقیناً محبوب خدا تھے۔ اللہ تعالیٰ پیر و مرشد علیہ الرحمتہ کے ہر لحہ درجات بلند فرمائے اور ان کے مزار اقدس پر سدا نور کی بارش فرمائے (آمین)

بسن بشیراں

آپ کی درگاہ شریف میں آنے والا ہر شخص اس نیک خاتون سے واقف ہے۔ موصوفہ حضرت علیہ الرحمتہ کی خادمہ ہیں۔ انہوں نے چند کلمات مجھے کیسٹس میں ریکارڈ کرا کے بھجوائے' انہیں ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں:

ایک مرتبہ حضرت انڈیا تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک وظیفہ پڑھتے ہوئے' قبرستان میں چلے گئے۔ وہاں ایک آواز آ رہی تھی۔ اے میاں' اے میاں مجھے بچاؤ۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ تیسری مرتبہ آواز سنی! اے میاں جی مجھے بچاؤ"۔ حضرت نے آوازیں سنیں تو پریشان سے ہو گئے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ میں نے قبر سے یہ آواز سنی ہے۔ اعلیٰ حضرت ساتھ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قبر سے یہ آوازیں سنی ہیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ عذاب میں پھنسا ہوا ہے۔ آپ سے مدد مانگ رہا ہے۔ آپ نے اور اعلیٰ حضرت شاہ عبداللطیف میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔

ایک دن حضرت نے فرمایا کہ بلھے شاہ علیہ الرحمتہ بلا رہے ہیں۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ تین چار آدمیوں کا کھانا تیار کر لینا۔ میں نے دو تین سالن تیار کر لئے۔ بھائی اشتیاق آ گئے اور ان کے ساتھ ہم حضرت بلھے شاہؒ کے مزار پر چلے گئے۔ وہاں آپ نے کباب منگوائے اور وہ بھی ساتھ گاڑی میں رکھوا لئے۔ قصور سے آگے ایک جنگل میں اشتیاق سے فرمانے لگے کہ گاڑی روک لو' بہت بھوک لگ رہی ہے۔ وہاں بڑے بڑے درختوں کے نیچے بیٹھ گئے اور ایک کپڑا بچھا لیا۔ فرمانے لگے یہاں ایک شخص تین دن سے فاقہ کئے ہوئے ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مست آ گیا۔ اس نے حضرت علیہ الرحمتہ سے باتیں کیں۔ آپ نے فرمایا: کھانا لے آؤ۔ کھانا انہیں اپنے ساتھ حضرت نے پیش کیا۔ کچھ دیر گفتگو فرماتے رہے۔ فرمایا کہ جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا اللہ ہوتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آدمی بھی اچھا ملا دیا۔ پھر وہاں سے رخصت ہوئے۔ جب گاڑی میں سوار ہوئے تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ رزق کس طرح

بھیجتا ہے۔ ان کا تین دن سے روزہ تھا۔ اس مست نے ہمارے ساتھ روزہ کھولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ کام کرانا تھا۔

ایک دن ارشاد فرمایا: ہم تو فقیر ہیں اور فقیر ہر کسی کی بات برداشت کرتا ہے۔ فقیر ماؤں کی طرح ہوتے ہیں اور ماں محبت کرنے والی ہوتی ہے۔

ایک بار حضرت اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں میرٹھ حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تم نے شہر کی ہر دوکان پر جا کر بھیک مانگی ہے۔ آپ نے ہر دوکان پر جا کر بھیک مانگی۔ کسی نے بھی کوئی پیسہ نہ دیا۔ ایک دوکاندار نے دو آنے دیئے۔ جب اعلیٰ حضرت کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا کہ کتنی کمائی کر کے لائے ہو۔ آپ نے فرمایا: دو آنے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اب انشاء اللہ آپ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ یہی ہوا کہ حضرت نے ساری زندگی پھر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ نے فرمایا کہ میں شہر سودا سلف لینے جا رہا ہوں۔ آپ نے کوئی سی دال پکا لینی ہے۔ آپ کو کچھ بھی پکانا نہ آتا تھا۔ جب اعلیٰ حضرت بازار گئے وہاں ان کی چچا افضال سے ملاقات ہو گئی۔ ان کو اعلیٰ حضرت نے بتایا کہ میں "امو" (اعلیٰ حضرت میرٹھیؒ آپ کو پیار سے کہا کرتے تھے) کو کھانا پکانے کے لئے کہہ آیا ہوں اور انہیں کچھ بھی پکانا نہیں آتا۔ انہوں نے انکار نہیں کیا آپ چلے جائیں اور انہیں نمک مرچ بتا دیں اور ساتھ جا کر کھانا تیار کرو۔ آپ نے مسور کی دال میں نمک مرچ سب کچھ اکٹھا ڈال کر دال تیار کر لی۔ اعلیٰ حضرت تشریف لائے تو دال پیش کی گئی۔ اس میں نمک زیادہ تھا مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا کھانا ہم نے کہیں نہیں کھایا اور دعائیں دیں کہ اچھا بیٹا اللہ تعالیٰ آپ کو کسی کا محتاج نہ رکھے۔

برسات کے موسم میں شاہ عبداللطیف میرٹھیؒ گھومنے چلے گئے۔ ایک چھوٹا سا کتورا چیخ رہا تھا۔ حضرت اسے ساتھ لے آئے۔ اسے گرم پانی سے نہلایا۔ اس کو گرم دودھ دیا۔ پھر رضائی میں لپیٹ دیا۔ آپ نے سید انوار الحسنؒ سے فرمایا کہ آپ نے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ وہ کتا اتنا وفادار ہوا کہ میرٹھ کے پیر خانے کی چار دیواری کی حفاظت کیا کرتا تھا۔

سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرید محمد موسیٰ کے گاؤں چک 49 میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے "محمد موسیٰ ادھر آؤ۔ خشک لکڑی کو دبا دیں تو کیا سرسبز ہو جائے گی؟ آپ نے حکم دیا کہ ایک بڑا گڑھا کھودو۔ پھر اس میں وضو کیا اور چھ ماہ کا خشک درخت اس بڑے گڑھے میں دبا دیا۔ پھر ایک لوٹا پانی اس گڑھے کو دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خشک لکڑی سبز نہیں ہو سکتی مگر میرا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ محمد موسیٰ نے پانی ڈالا۔ قریباً دو ماہ بعد وہ درخت پھوٹنا شروع ہو گیا اور پھر وہ سرسبز درخت بن گیا۔ اس درخت کو دیکھ کر فرمایا کہ خشک لکڑی کون کہتا ہے سرسبز نہیں ہو سکتی۔ لوگ اس درخت کو دیکھنے بکثرت آنے لگے تو حضرت نے اس کو کٹوا دیا کہ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ لوگ بزرگوں کو بھول جائیں۔

ایک بار پاکپتن شریف میں محرم کا عرس تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے غلام صدیق سے فرمایا کہ بازار سے ایک گھڑا اور آدھ کلو شکر لے آؤ۔ گھڑے کو پانی سے بھر کر اس میں شکر ڈال دی گئی اور آپ نے اپنے ہاتھ کا رومال دیا کہ اس کے منہ پر باندھ دیا جائے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ جو کوئی پانی مانگے۔ سب کو پلانا ہے۔ وہ سب پیر بھائیوں کو پانی پلاتے رہے۔ پھر مزار حضرت خواجہ عزیز مکیؒ کی طرف غلام صدیق گھڑے کو سر پر رکھ کر چلے آئے۔ وہاں بھی سب بھائیوں کے علاوہ جس نے بھی پانی مانگا اس کو پلایا۔ پوری دنیا پانی پی گئی اور کسی کو انکار نہ کیا گیا۔ پھر وہاں سے واپس درگاہ شریف حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ چلے گئے۔ وہاں پھر گرمی کے موسم کی نسبت سے سب کو پانی پلایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ غلام صدیق اس کا رومال اتارو۔ جب رومال اتارا تو گھڑا پانی سے ویسے کا ویسا بھرا ہوا ہے اور اتنی دنیا بھی پانی پی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: پیاسے بچوں کو پانی پلانے کا حکم تھا۔ اس لئے ہم نے یہ کیا تھا۔ کمی تو نہ آئی دراصل جو اللہ کی طرف چلیں گے ان کو کبھی کوئی کمی نہ آئے گی۔ اس سے اللہ بھی خوش اور اس کا رسولؐ بھی خوش۔

○

"میں اور میرا مرشد" اس عنوان کے تحت چند احباب کی یادوں کو جمع کیا گیا ہے

کیونکہ سب کے مشاہدات و احساسات کو سمیٹنا بے حد مشکل اور دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

○

پیرومرشد سے عقیدت کے لحاظ سے سلسلہ کے تمام بھائیوں میں کسی طرح بھی کوئی کسی سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ کتاب بڑا مکمل ہو چکی تھی اور پریس میں جانے کے لئے تیار تھی۔ صاحبزادہ سید شمیم الحسن صاحب کا پاک پتن شریف سے ٹیلی فون آیا اور انہوں نے ارشاد فرمایا: "میں ابھی اپنے اور ارود وظائف میں مشغول تھا کہ اچانک سید محمود شاہؒ یاد آ گئے۔ اور ساتھ ہی ان کی پر خلوص سلسلہ کے لئے مساعی جمیلہ یاد آ گئیں اور حضرت علیہ رحمتہ سے قلبی وابستگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین)

سلسلہ کے تمام بھائیوں کو چاہیے کہ جب بھی کوئی بھائی یاد آئے جو رحلت فرما گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت ضرور فرمائیں۔

باب چہارم

شجرہ ہائے طریقت

شجرہ ہائے طریقت موتیوں کی ایسی بیش بہاء مالائیں ہیں جو نور کے انوار سے منور ہیں۔ طالب راہ حقیقت جب کسی مرشد کے حضور تائب ہو کر بیعت سے سرفراز ہوتا ہے تو رہبر طریقت اسے اوراد و وظائف کی تلقین کرتے ہیں۔ اس نعمت کے عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے سلسلہ عالیہ کا شجرہ بھی عطا کرتے ہیں۔ اس شجرہ کی نورانی برکت سے طالب اس سلسلہ کی سلک سے منسلک ہو جاتا ہے۔ اپنے شجرہ طریقت پر کاربند رہنے سے' روزانہ بطور وظیفہ عشق و شیفتگی سے پڑھنے سے' طالب اس شجرہ کے پیران عظام کی نظر میں آ جاتا ہے۔ طالب کا نور بصیرت حدت و تیزی اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی روح میں بالیدگی آ جاتی ہے اور باطن کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مرید جس چیز کی طرف دھیان کرتا ہے' ان نفوس قدسیہ کی ارواح کی برکت سے اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق کسی بھی چیز کے حقائق تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ غرضیکہ ہر چیز کی حقیقت اپنی تمام تر شرح و بسط سے ان کے سامنے حاضر ہو جاتی ہے۔

شجرہ ایک واسطہ ہے۔ ایک وسیلہ ہے۔ ایک رابطہ ہے۔ ایک جواہر بیش بہاء کی انمول لڑی ہے۔ جس میں مرشد اپنے مرید کو تسبیح کے دانوں کی طرح پرو لیتا ہے اور پھر شجرہ طیبہ کے مقدس و مطہر اور منور و تابندہ واسطوں کے توسل سے اسے گوہر مقصود سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

آئندہ اوراق میں جن جن سلاسل ہائے طریقت سے مرشدی و مولائی حضرت قبلہ سید امورالحسن شاہ سہارنپوری علیہ الرحمۃ کو فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ ان سلاسل مقدسہ کے شجرہ ہائے طریقت کو اپنے سلسلہ کے احباب کی فیض رسانی کے لئے شامل کیا جا رہا ہے۔ ان نعمتوں سے خوب جھولیاں بھریں۔ یہ نورانی خوان نعمت ہے۔ جس میں دین و دنیا کی ہر نعمت فراواں موجود ہے۔

حق! حق! حق!

شجرہ

قادریہ رزاقیہ محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ امُوریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے ثنا اُس خالق کونین کی — اور نعت اُس سیدِ دارین کی
اُن کے آل و یار ہیں جو ذوالکرم — رحمتِ حق اُن پہ ہووے دمبدم
قادری شجرہ کو میں اے طالباں — نظم میں پڑھتا ہوں تاکہ ہو عیاں
پہلے کرتا ہوں شروع مرشد کا نام — ورد اپنا ہے یہی بس صبح و شام
عارف باللہ محبوبِ خدا — شاہ اُمورالحسن صوفی رہنما
مظہرِ اسرارِ انوارِ لطیف — خلق میں مشہور ہیں شاہ عبداللطیف
پاک مرشد انتظام با علی — جن کے مرشد عالم و کامل ولی
مرشدِ پاکاں محمد با حسین — ابنِ حیدر مصطفیٰ کے نورِ عین
دستگیرِ دو جہاں حافظ حسین — شاہ فقیر بادشاہ کے نورِ عین
نام لے دل سے شہِ محمود کا — ہے وسیلہ یہ تری بہبود کا
مقتدا او پیشوا او نورِ عین — رہنمائے دو جہاں شاہ حسین
مُرشد اُن کے آلِ احمد ذونسب — عرف میں اچھے میاں جن کا لقب
شاہ حمزہ مظہرِ حق الیقین — سید آلِ محمد فخرِ دیں
شاہ برکات قطبِ دوجہاں — شاہ فضل اللہ مقبولِ جہاں
سید احمد کالپی ہے اُن کی جا — بعد ازاں سید محمد رہنما
مرشد اُن کے شاہ جمال الاولیا — یعنی وہ منظورِ انظارِ خدا

شاہ ضیاء الدین مقبولِ خدا
خلق میں مشہور تھے قاضی جیا

تھے محمد اور ہنسکاری مشتہر
ہادیِ راہِ طریقت پُر اثر

شیخ ابراہیم مشہور ایرجی
اور بہاؤ الدین بیشک تھے ولی

سید احمد اور تھے سید حسن
سید موسیٰ وُہ تھے سب نیک تن

مقتدائے دو جہاں سید علی
اور محی الدین ثانی تھے ولی

تھے ابو صالح امام صالحاں
عبد الرزاق ابنِ غوث دو جہاں

تھے محی الدین قطب العارفین
غوث الاعظم عرش کے مسند نشین

بو سعید و بو الحسن شمس الضحےٰ
بو الفرح طرطوسی بدرِ الدجےٰ

عبد واحد تھے وُہ بن عبد العزیز
بو بکر شبلی مکرم پُر تمیز

شیخ ابو القاسم جنید ذو الکرام
تھا وُہ بغداد شریف ان کا مقام

سری سقطی پہ تسلیم و رضا
خواجہ معروف کرخی باصفا

تھے علی موسیٰ رضا شاہِ جہاں
موسیٰ کاظم امام عارفاں

جعفرِ صادق امام المتقین
باقرِ کامل امام المومنین

مقتدا عالم کے زین العابدین
تھے حسین ابن علی کے جانشین

تھے امام دوسرا حضرت حسین
مصطفےٰ و مرتضےٰ کے نورِ عین

تھے علی مرتضےٰ مشکل کشا
والدِ حسنین اور شیرِ خدا

ہیں محمد مصطفےٰ محبوبِ حق
ہیں وہ احمد مجتبےٰ مطلوبِ حق

ان کی ارواحوں کی برکت سے خدا
سختیٔ دارین سے لیجے بچا

ترکیب فاتحہ

اول و آخر درود شریف قادریہ ۱۱، ۱۱ بار۔ آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورہ اخلاص سات بار، الحمد شریف ایک بار پڑھ کر ثواب اس کا ارواح پاک حضرت سید المرسلین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و آل پاک و ازواج مطہرات و ارواح پاک صحابہ و صحابیات و بزرگان سلسلہ کو بخشے۔ اس کے بعد مرشد کی ترقی درجات اور سلامتی یاران طریقت و ترقی سلسلہ کے لیے بارگاہِ الٰہی سے رجوع کریں۔

بعدہٗ آیت نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۔ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ، پڑھے۔

درود قادریہ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ ط دیگر تعلیمات کے لیے مرشدِ کامل سے رجوع کیا جاوے۔

۷۸۶

حقّ! حقّ! حقّ!

شجرۂ مبارک

قادریہ رزاقیہ عالیہ محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ اموریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت ہادینا و مولانا و مرشدنا حضرت شاہ امور الحسن محمدی قلندری لطیفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹ شوال، پاک پتن شریف)
الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبد اللطیف محمدی زنجانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵ محرم الحرام، میرٹھ)
الٰہی بحرمت حضرت محمد انتظام علی شاہ زاہدی محمدی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (۶ رجب المرجب، میرٹھ)
الٰہی بحرمت حضرت صوفی سید محمد حسین شاہ مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (۲۹ ربیع الاول، مرادآباد)

الٰہی بحرمت حضرت حافظ علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۵ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت محمد محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۸ ذی الحجہ
الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام حسین بن مُلا فقیر اخوند رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الاوّل
الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۶ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت سید فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ذیقعدہ
الٰہی بحرمت حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ صفر
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ شعبان
الٰہی بحرمت حضرت جمال الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ	۲۹ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ	بروز عید الفطر
الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ	۲۲ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ذیقعدہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۵ ربیع الثانی
الٰہی بحرمت حضرت سید احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۷ ذی الحجہ
الٰہی بحرمت حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت سید موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ صفر
الٰہی بحرمت حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۳ شوال
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ	۲۳ ربیع الاوّل
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد الرزاق ابن غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت سید میراں محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۶ شوال / ۱۷ ربیع الثانی
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	۹ ، ۱۱ ، ۱۷ ربیع الثانی
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن بن محمد یوسف القرشی رحمۃ اللہ علیہ	۲ شعبان / یکم محرم الحرام

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	۳ شعبان
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحد ابن شیخ عبدالعزیز تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ جمادی الثانی
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ ذی الحجہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۶ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	۳ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۲ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت سید امام علی موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ	۲۱ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت سید امام علی موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ	۵ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت سید امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۱۵ رجب المرجب
الٰہی بحرمت حضرت سید امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ	۷ ذی الحجہ
الٰہی بحرمت حضرت سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۸ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام	۱۰ محرم الحرام
الٰہی بحرمت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۲۱ رمضان المبارک
الٰہی بحرمت حضرت سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۲ ربیع الاوّل

حق! حق! حق!

شجرہ شریف

چشتیہ صابریہ قدوسیہ محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ و امجوریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد اُس خدائے پاک کو — اور سلام اُس سیدِ لولاک کو
رحمتِ حق ہو جیو اُن پر مدام — آل اور اصحاب پر اُن کے تمام
بعد اس کے شجرۂ پیرانِ چشت — نظم میں پڑھ تو جو ہو اہلِ بہشت
کر تو اوّل نام مرشد کا شروع — اور جنابِ کبریا میں ہو رجوع

عارف باللہ محبوبِ خدا
مظہرِ اسرار انوارِ لطیف
پاک مرشد انتظام باعلی
مرشدِ پاکاں محمد باحسین
دستگیر دو جہاں حافظ حسین
ہادیِ راہِ خدا و دستگیر
مقتدا و پیشوا و نورِ عین
مرشد اُن کے حافظِ قرآں تھے
مُرشد اللہ اُن کے تھے مُلّا فقیر
مُرشد اُن کے شاہ عنایت اللہ تھے
عُرف میں میراں جی سید شاہ بھیک
شاہ ابوالمعالی وہ مقبولِ خدا
شیخ داؤد اور گنگوہ اُن کی جا
اور نظام الدین بلخی رہنما
قطبِ عالم عبدالقدوس اُن کا نام
احمد عبدُالحق ردولی ان کی جا
تھے وہ شمس الدین شمس الحق دین
احمد صابر علاؤ الدین علی
تھے فرید الدین وہ گنج شکر
تھے معین الدین امام چشتیاں
خواجہ عثمان ہارون ان کا مقام
خواجہ قطبُ الدین مودودی لقب
تھے محمد زاہد مقبولِ رب
تھے ابو اسحاق شام اُن کا مقام
تھے ہبیرہ نام بصرہ ان کی جا

شاہ اُمورالحسن صوفی رہنما
خلق میں مشہور ہیں شاہ عبدالطیف
جن کے مرشد عالم و کامل ولی
ابن حیدر مصطفےٰ کے نورِ عین
شاہ فقیر بادشاہ کے نورِ عین
مقتدا و پیشوا شاہ فقیر
رہنما دو جہاں شاہ حسین
عبدالرحمٰن کامل انسان تھے
نام خاص عبدالکریم دستگیر
رات دن مشغول ذکر اللہ تھے
بوسعید نام پاک ان کا تو سمجھ
یاد میں تھے حق کی وہ صبح و مسا
شیخ صادق بوسعیدِ باخدا
تھے جلال الدین تھانیسر تھی جا
تھے محمد شیخ عارف ذوالکرام
تھے جلال الدین کامل اولیا
عارف باللہ تھے وہ بالیقین
حضرت مخدوم بیشک تھے ولی
خواجہ قطبُ الدین ولی پُر اثر
خواجہ ہبۃ الولی مخدومِ زماں
تھے شریف زندنی حاجی تھا نام
خواجہ یوسف ناصر الدین باادب
تھے ابی احمد وہ ابدالِ اولیں
وہ علو مشاد دینوری تھا نام
تھے حذیفہ مرعشی اہلِ صفا

حضرت سلطان ابراہیم شاہ ابن ادہم بلخی و با عز و جاہ
تھے فضیل ابن عیاض با خدا عبد واحد ابن زید رہنما
تھے حسن بصری وہ ہادی پیشوا تھے امام دو جہاں وہ مقتدا
تھے امیر المومنین مشکل کشا بو تراب مرتضیٰ شیر خدا
ہیں محمد مصطفیٰ صلو علیہ ہیں رسول رہنما صلو علیہ
ان کی ارواحوں کی برکت سے خدا دین و دنیا میں رہیں ہم باخدا

آرزو میری یہی ہے اے خدا
آپ سے اک دم نہ ہوں ہم کو جدا

ترکیب فاتحہ

شجرہ شریف پڑھنے کے بعد ایصال ثواب کے لیے یہ طریقہ عمل میں لائے کہ تین مرتبہ اول و آخر درود شریف چشتیہ، ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، تین بار سورۃ اخلاص، ایک بار الحمد شریف پڑھ کر ارواح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آل پاک و صحابہ کرام و بزرگان سلسلہ ہذا کو ثواب پہنچائے۔ اس کے بعد مرشد کی ترقی درجات اور سلامتی یاران طریقت و ترقی سلسلہ کے لیے بارگاہ الٰہی سے رجوع کریں۔ (اور واسطے ترقی مراتب مرشد کے اگر بقید حیات ہو استدعا کرے اور نیز جو قلب رُخ پر وارد ہونے کی استدعا کرے۔) اور ایک مرتبہ یہ پڑھے : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مُحِبَّكَ وَ حَبِیْبَكَ بِبَرَكَةِ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اور حصول تمامی مرادات دینی دنیاوی کے لیے التجا کرے۔

درود چشتیہ یہ ہے : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ۔

دیگر تعلیمات سلسلہ ہذا شیخ کامل سے حاصل کی جاویں۔

۷۸۶

حق! حق! حق!

شجرہ طیبہ

چشتیہ صابریہ قدوسیہ محمدیہ انتظامیہ لطیفیہ و انوریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت حضرت شاہ انور الحسن محمدی لطیفی قلندری رحمۃ اللہ علیہ	۹ شوال، پاکپتن شریف
الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبد اللطیف محمدی زنجانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵ محرم الحرام، میرٹھ
الٰہی بحرمت حضرت محمد انتظام علی شاہ زاہدی محمدی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ	۶ رجب المرجب، میرٹھ
الٰہی بحرمت حضرت صوفی سید محمد حسین شاہ مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ	۹ ربیع الاول، مرادآباد
الٰہی بحرمت حضرت حافظ علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۵ رمضان، مرادآباد
الٰہی بحرمت حضرت محمد محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ شعبان، رامپور
الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام حسین بن ملا فقیر اخوند رحمۃ اللہ علیہ	۸ ذی الحجہ، "
الٰہی بحرمت حضرت حافظ عبد الرحمٰن شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ رمضان، رامپور
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ	۲ شعبان، رامپور
الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۵ رمضان، بہاولپور
الٰہی بحرمت حضرت میراں سید شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ	۹ رمضان، کہڑام
الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ سر	۱۲ ربیع الاول، انبہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ داؤد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	۹ رمضان، گنگوہ شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد صادق گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ محرم، گنگوہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الثانی گنگوہ شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۸ رجب ، بلخ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۳ ذی الحجہ ، تھانیسر
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ	۲۲ جمادی الثانی ، گنگوہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الثانی ردولی
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۱ شوال ، ردولی
الٰہی بحرمت حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق ردولی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ جمادی الثانی ردولی
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ ربیع الاول پانی پت
الٰہی بحرمت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ جمادی الثانی پانی پت
الٰہی بحرمت حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ ربیع الاول کلیر شریف
الٰہی بحرمت حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ	۵ محرم پاکپتن شریف
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الاول ، دہلی
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ	۶ رجب اجمیر شریف
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	۶ شوال ، مکہ معظمہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ	۳ رجب ، قسترج
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	غرہ رجب ، چشت
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یوسف ناصر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۴ رجب ، چشت
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد مقبول چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۴ ربیع الاول ، چشت
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابی احمد ابدال اولین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	غرہ جمادی الثانی ، چشت
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الاول ، شام
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ	۳ محرم ، دینور
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ	۷ شوال ، بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ	۵ شوال ، مرعش
الٰہی بحرمت حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸ جمادی الاول ، شام
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول ، مکہ معظمہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ — ۷ صفر، مکہ معظمہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ — ۱۴ محرم، مکہ معظمہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ — ۲۱ رمضان، نجف اشرف

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ کائنات سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم — ۱۲ ربیع الاول، مدینہ منورہ

۷۸۶

حق! حق! حق!

شجرہ شریف عالیہ نقشبندیہ مجددیہ انتظامیہ محمدیہ لطیفیہ انوریہ

عارف باللہ محبوبِ خدا کے واسطے — شاہ انوار الحسن صوفی رہنما کے واسطے

لطف کر یارب لطیف باصفا کے واسطے — کر کرم نور انتظام بے ریا کے واسطے

بخش مجھ کو یا الٰہی اولیاء کے واسطے — سید صوفی محمد باصفا کے واسطے

حافظ و محمود حضرت شاہ غلام باحسین — عبد قادر، عبد عادل بے ریا کے واسطے

ہم زبیر و خواجہ معصوم، خواجہ نقشبند — ہم مجدد و الف ثانی باخدا کے واسطے

باقی باللہ خواجگی درویش و زاہد باصفا — آں عبید اللہ چرخی باخدا کے واسطے

آں بہاؤ الدین خواجہ نقشبند و ہم کلاں — نیز سماسی علی محرم نما کے واسطے

عارف عبد الخالق و یوسف فارمد — بوالحسن ہم بایزید اولیاء کے واسطے

جعفر و قاسم، سلیماں، ابو بکر صدیق ہم — آں جناب سید خیر الوریٰ کے واسطے

ترکیبِ فاتحہ

اوّل شجرہ شریف با اخلاص پڑھے بعدہ سات بار درود شریف نقشبندیہ ایک بار الحمد شریف ایک بار آیۃ الکرسی، سات بار سورۂ اخلاص سات بار درود شریف نقشبندیہ تلاوت کرے اور اس کا ثواب بارواح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام و بزرگانِ عظام

سلسلۂ ہذا کو پہنچائے۔ جس کے بعد مرشد کی ترقی درجات اور سلامتی یاران طریقت و ترقی سلسلہ کے لیے بارگاہ الٰہی سے رجوع کریں۔
درود شریف نقشبندیہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔
دیگر تعلیمات سلسلۂ ہذا کے شیخ سے حسب توفیق حاصل کرے۔

۷۸۶

حق! حق! حق!

شجرۂ شریف سہروردیہ انتظامیہ محمدیہ لطیفیہ امویہ

عارف باللہ محبوب خدا کے واسطے
فضل کر یارب لطیف باصفا کے واسطے
بخش مجھ کو یا الٰہی اولیاء کے واسطے
حافظ و محمود حضرت شاہ غلام با حسین
وان دیگر آل محمد برکت اللہ شاہ اویس
شاہ حسین و شاہ صفی شاہ بدھن باصفت
سید ابو جلال و رکن الدین و صدر الدین
ہم شیخ الدین وجیہ الدین محمد عمو ان
سری و سقطی خواجہ معروف کرخی اولیا
ان حبیب عجمی حسن البصری، علی المرتضیٰ

شاہ امو حضرت صوفی شہنشاہ کے واسطے
کو کرم تو انتظام بے ریا کے واسطے
سید صوفی محمد باصفا کے واسطے
آل احمد حمزہ و شاہ الہ تقا کے واسطے
ہم جلیل و عبد واحد باخدا کے واسطے
شاہ مینا شاہ و سارنگ باصفا کے واسطے
و ان بہاؤ الدین شہاب الدین باصفا کے واسطے
شیخ ممشاد و جنید باخدا کے واسطے
حضرت داؤد طائی خوش لقا کے واسطے
حضرت احمد محمد مصطفیٰ کے واسطے

ترکیب فاتحہ

شجرۂ عالیہ کا ورد کرنے کے بعد درود شریف سہروردیہ اوّل تا آخر سات بار، درمیان میں سورۃ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص سات بار پڑھ کر ثواب اس کا ارواح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و آل پاک و صحابہ کرام و بزرگان عظام

سلسلہ ہذا کو پہنچا وے۔ اس کے بعد مرشد کی ترقی درجات اور سلامتی یارانِ طریقت و ترقی سلسلہ کے لیے بارگاہِ الٰہی سے رجوع کریں۔ اور درود شریف کوئی سا بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ دیگر تعلیمات سلسلہ ہذا شیخ سے حسبِ طلب حاصل کرے۔

ترتیب شریف چشتیہ صابریہ بھیکھیہ

وتر سے پہلے بیٹھ کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۷۸۶ بار پڑھیں اور ٹوپی سر سے اتار کر قطب کی جانب رکھ کر کھڑے ہو جائیں پھر یَا رَبِّ ایک ہزار بار پڑھ کر سجدے میں چلے جاویں اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھ کر یَا اَللّٰہُ یَا سَمِیْعُ یَا بَصِیْرُ یَا عَلِیْمُ پڑھیں اور ہاتھ واسطے دعا کے کھلے رکھیں اور دعا طلب کریں۔ پھر وتر پڑھ کر فارغ ہو جائیں اور روزمرہ ۳۱۲۵۰ مرتبہ اسم ذات پڑھنا چاہیے۔ ظہر کی نماز کے بعد گیارہ سو بار یا کم از کم ایک سو گیارہ بار درود شریف چشتیہ ہمیشہ پڑھے۔ نماز عصر کے بعد استغفار چار سو مرتبہ یا کم از کم ایک سو مرتبہ ہمیشہ پڑھیں۔

مختصر اوراد

حصارِ خود پنجگانہ قادریہ

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ گرد من گرد خانہ من گرد زن و فرزندان من گرد دوستان من و مالِ من ماند شد حصار حرمی و گنبد آہنی بحق سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَبِحَقِّ اِهْیًا اَشْرَاهِیًا وَبِحَقِّ عَلِیْمًا مَلِیْعًا تَلِیْعًا اَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَبِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَبِحَقِّ یَا مُؤْمِنُ یَا مُهَیْمِنُ۔ ہر نماز کے بعد پڑھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پیچھے تک گھمائے دائیں کان پر انگلی تین مرتبہ گھمائے۔

دعائے معظم و مکرم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَیْنَا وَادْفَعْ عَنَّا بَلَاءَنَا یَا رَءُوْفُ لَبَّیْكَ وَاغْفِرْ لَبَّیْكَ وَاَكْرِمْ لَبَّیْكَ وَارْحَمْ لَبَّیْكَ وَشَفِّعْ لَبَّیْكَ وَاَعْظِمْ تَعَالٰی لَبَّیْكَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

درود معظم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْخَلَائِقِ وَاَفْضَلِ الْبَشَرِ وَشَفِیْعِ الْاُمَّةِ یَوْمَ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِعَدَدِ كُلِّ شَیْءٍ مَعْلُوْمٍ لَّكَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ؏

دُعائے بزرگ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؏ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ السَّتَّارِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ الْمُتَعَالِ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ يَا سَتَّارُ يَا سَتَّارُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ؏ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؏

اس آیت کو بکثرت صبح و شام پڑھا کریں، اکسیر ہے:- فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؏ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؏

دُرُودِ تُنجینا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ؏ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؏

ترجمہ

اے اللہ، ہمارے سرکار محمّد اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیجئے جس کی بدولت ہم کو تمام دہشتوں اور آفتوں سے نجات دلا دے اور اس درود کے طفیل ہماری تمام حاجتیں پوری فرما دے اور اس کے واسطے ہم کو تمام برائیوں سے پاک فرما دے اور اپنے پاس بلند درجوں پر پہنچا دے اور اس کی وجہ سے زندگی میں اور مرنے کے بعد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی انتہا کو پہنچا دے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ درود شریف روزانہ ۲۰۰ بار پڑھنا چاہیے۔ دینی و دنیاوی بے حد فائدے ہیں۔

پنج گنج قادریہ

اول آخر تین تین بار درود شریف قادریہ ———— !

بعد نمازِ فجر ۱۱۱ بار یَا عَزِیْزُ اور یَا اَللّٰہُ ۱۱۱ بار

بعد نمازِ ظہر ۱۱۱ بار یَا کَرِیْمُ اور یَا اَللّٰہُ ۱۱۱ بار

بعد نمازِ عصر ۱۱۱ بار یَا جَبَّارُ اور یَا اَللّٰہُ ۱۱۱ بار

بعد نمازِ مغرب ۱۱۱ بار یَا سَتَّارُ اور یَا اَللّٰہُ ۱۱۱ بار

بعد نمازِ عشاء ۱۱۱ بار یَا غَفَّارُ اور یَا اَللّٰہُ ۱۱۱ بار

اسم یَا لَطِیْفُ ۱۲۹ مرتبہ بعد درود شریف قادریہ اول و آخر گیارہ گیارہ بار جو وقت ملے پڑھے۔ سب سے بہتر وقت قبل از نماز فجر ہے۔ ہر نماز کے بعد چاروں قُل شریف تین تین مرتبہ پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے بدن کو حصار کر لیوے۔

~

اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف قادریہ
ہر نماز اور کھانے کے بعد برائے فراخیٔ رزق اسم یَا بَاسِطُ ۷۲ مرتبہ پڑھ کر سینہ پر دم کرے اور دُعا مانگے۔

نوٹ: شجرہ پڑھتے وقت پہلے قادریہ پھر چشتیہ پڑھا جانا چاہیے۔

حاصل کرنے کا پتہ: انجمن شجرۂ شرفاء و شاعت سلسلہ عالیہ محمدیہ لطیفیہ اکوریہ نقشبندیہ محمدیہ قلندریہ لطیفیہ نزد درگاہ خواجہ عبدالعزیز گلی پاک پتن شریف

اوراد و وظائف

مندرجہ ذیل چند اوراد و وظائف بہ اجازت جناب سید شمیم الحسن لکھے جا رہے ہیں۔ ان اوراد کے پڑھنے کی سب کو اجازت ہے تاکہ مخلوق خدا اس سے مستفید ہو۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ کی زبان فیض ترجمان سے جو بھی لفظ نکلا وہ مرقع حقیقت ہے۔

1- آپ نماز فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان پڑھنے کے لئے تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ اول و آخر تین یا سات مرتبہ درود شریف پڑھیں اور پھر 101 (ایک سو ایک بار) پڑھیں:

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ اور پھر اسی طرح رات کو اول و آخر تین یا سات مرتبہ درود شریف اور ایک سو ایک مرتبہ سورۃ قریش عشاء کی نماز کے بعد پڑھنے کا معمول بنا لینا چاہیے۔ ان دونوں وظائف کی مداومت سے دین و دنیا کی جملہ مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ اس کی برکت سے جملہ بگڑے ہوئے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

2- اللہ تعالٰی کے اسمائے مبارکہ میں سے کسی بھی اسم کا ورد اسم اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ سید امورالحسن علیہ الرحمتہ تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ اسم مبارک اللطیف کا ورد فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کرنا چاہیے۔ یہ اسم الٰہی "یالطیف" ____ یالطیف صبح و شام 129 مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اس کے اول و آخر بھی درود شریف قادریہ گیارہ مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اگر آسانی سے ممکن ہو تو "یالطیف" کا 903 بار ورد کرنا چاہیے۔

درود شریف قادریہ یہ ہے:

اللھم صل علٰی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم و الہ و

بارک وسلم۔

یالطیف کا ورد کرنے سے ذاکر لطف الٰہی میں آ جاتا ہے۔ جو لوگ رنج دنیا سے تنگ آ چکے ہوں وہ اس اسم مبارک کے پڑھنے سے تمام سختیوں سے نکل جائیں گے۔ حاجت روائی اور کشائش رزق بھی اس اسم کی خاصیت ہے۔ غمزدہ اور حاجت مند پڑھے گا تو اس کی حاجت روائی ہو گی۔ اس اسم کا ورد کرنے والا ارباب سلوک میں گنا جاتا ہے۔ جو لوگ بلا وجہ رنج و غم میں گرفتار رہتے ہوں یا بلا وجہ مقدمات وغیرہ میں پھنس گئے ہوں۔ سخت قسم کے مرض یا بیماری میں مبتلا ہوں یا کوئی شخص دشمنوں میں گھرا ہوا ہو۔ اگر کثرت کے ساتھ اس اسم کا ذکر کرے گا تو خلاصی ہو جائے گی۔ اس کی تعداد کچھ احباب نے 16641 بھی بتائی ہے۔ اس کا موکل علنائیل ہے اور اس کے تحت مزید چار موکل ہیں اور ان میں ہر ایک 129 صفوں کا مالک ہے۔ ہر صف میں 129 فرشتے ہیں جو مخلوق خدا میں مہربانی اور لطف پھیلاتے ہیں اور ملا ئکہ رحمت سے مدد لیتے ہیں۔ جب ذاکر اس اسم کا ورد کرتا ہے تو اس کا موکل اللہ تعالیٰ سے اس طرح اجازت لیتا ہے کہ الٰہی تیرے بندے نے مجھ کو بلایا ہے اور اپنی حاجت روائی چاہتا ہے پھر خواب یا بیداری میں اس پر نازل ہوتا ہے جیسے اس کی استعداد ہوتی ہے ویسی اس کو امداد پہنچاتا ہے۔ اس اسم مبارکہ کی بدولت کشف احوال اور سر حکمت ظاہر ہوتے ہیں۔ صفائی باطن' قلبی روشنی' وسعت رزق' کاموں میں کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و نصرت کے خواص حاصل ہوتے ہیں۔

3- گناہوں سے معافی کے لئے یہ پڑھا جاتا ہے۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین۔ (ترجمہ: اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا' ہم نامرادوں میں سے ہو جائیں گے۔)

اس کے اول و آخر بھی تین یا سات مرتبہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اس کا کثرت سے ورد کرنے سے گناہوں سے معافی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ خیر و برکت سے نوازتے ہیں۔

4- سید امورالحسن رحمتہ اللہ علیہ حصار کے لئے جو بتایا کرتے تھے- وہ یہ ہے:

حضرت چلے سوداگری کو باجا بند
نیلا شیرا بھیڑیا اور چور کی آنکھیں بند

اس کو تین دفعہ پڑھ کر ہتھیلی پر دم کر کے تین بار تالی بجائیں- جہاں تک تالی کی آواز جائے گی- امن اور خیر ہو گی- چوری' ڈاکے اور رہزنی سے محفوظ رہیں گے-

5- تنگ دستی' مفلسی اور غریبی کو دور کرنے کے لئے اور غائب سے فراواں روزی کے حصول کے لئے درج ذیل ورد 101 (ایک سو ایک) مرتبہ پڑھنا چاہیے- اول و آخر اسی طرح تین یا سات بار درود شریف پڑھنا چاہیے' یہ ورد فجر یا عشاء کی نماز کے بعد یا کسی بھی وقت دن میں پڑھا جا سکتا ہے- پڑھنے کے لئے از خود وقت کا تعین اپنی سہولت سے کر لینا چاہیے:

سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم-

6- درج ذیل شعر بھی حضرت علیہ الرحمتہ کی طرف سے عطائے خاص ہے- جب بھی مشکل میں ہوں- صدق نیت سے اس کا ورد کریں- رنج و غم سے خلاصی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیبی مدد اور نصرت ملے گی:

الٰہی بحق لطیف و امور فقیر
بہر کار مشکل توئی دستگیر

7- مرض یرقان سے نجات کے لئے فرمایا کرتے تھے:

بحق لا الہ الا اللہ یرقان دفعہ شد
بحق محمد رسول اللہ یرقان دفعہ شد
بحق امور مرشدنا یرقان دفعہ شد

اس کو سات دفعہ پڑھ کر صبح و شام دم کریں اول تو سات دن میں شفائے کاملہ نصیب ہو گی ورنہ پھر (21) اکیس دن دم کریں- انشاء اللہ خیر ہو گی اور بیماری سے

نجات ملے گی۔

8۔ مختصر اوراد سلسلہ عالیہ میں حصار خود پنج گانہ قادریہ دیا ہوا ہے۔ اس حصار کو صبح و شام تین مرتبہ پڑھنے سے انسان ہر قسم کی آفات و بلیات اور مصیبتوں سے بچا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دل کے جملہ امراض سے شفائے کاملہ کے لئے اس حصار کو تین مرتبہ پڑھ کر بہتر (72) مرتبہ یا باسط پڑھ کر ہتھیلی پر پھونک مار کر دل کے مقام پر ہاتھ پھیریں۔ اس سے خیر رہتی ہے۔ دل کو تقویت ملتی ہے اور خوب رزق ملتا ہے۔

ان متذکرہ بالا اوراد کے پڑھنے کی سب کو اجازت ہے۔

فیض عام ہے دربار امور میں
کوئی آ کے تو دیکھے باب امور میں

توفیق ادب

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ احسان اور مقام شکر و امتنان ہے کہ ارباب و احباب حلقہ سیدی امورالحسن علیہ الرحمتہ کو حج و عمرہ اور زیارت روضہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس گنہگار کی دعا ہے کہ احباب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارات سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں۔

سب احباب کی یاد دہانی کے طور پر کتاب کے اختتامیہ میں مدینہ منورہ کے زائر کو جن آداب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ان آداب میں سے چند ایک آئندہ سطور میں لکھے جا رہے ہیں تاکہ ہمیں بھرپور ادب اور تعظیم کی توفیق حاصل ہو۔ ہم سب مدینہ منورہ سے جھولیاں بھر کر آئیں۔ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ ہمیں مرشدی قبلہ سید امورالحسن شاہ علیہ الرحمتہ کے صدقے محفوظ رکھے (آمین)۔ ثم آمین۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از لطف رب

مدینہ منورہ کا زائر

1- سفر کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرے' تجدید توبہ کرے' ہر ایک سے راضی ہونا اور دوسروں کو راضی کرنا' سفر خرچ' دو رکعت نماز کا ادا کرنا' دعا کے ساتھ اپنے خاندان اور عزیز و اقارب سے الوداع ہونا' صدقہ کرنا' روضہ رسولؐ کی حاضری کی نیت اور مسجد نبویؐ میں نماز کی نیت کرے۔

2- اخلاص نیت: حضورؐ کے در اقدس پر حاضری کے علاوہ کوئی نیت نہ ہو' کثرت

درود و سلام کی بھی نیت کرے' کثرت شوق ہو' جیسے جیسے سفر ختم ہوتا جائے' شوق و ذوق بڑھتا جائے۔

3- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرے کہ اے اللہ میں تیری طرف نکلا ہوں اور تو نے مجھے اس سفر کی توفیق بخشی۔ مجھے سلامتی کے ساتھ واپس گھر لوٹانا۔ اے اللہ میں اس بات سے تیرے دامن رحمت میں پناہ لیتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں' پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں' میں ظلم کروں یا ظلم کیا جائے۔ تیرا قریبی عزت پاتا ہے۔ تیری ثنا بالا ہے۔ اے اللہ! میں اس حق کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے سوالیوں کا اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

4- دوران سفر صلوٰۃ و سلام کی کثرت کی جائے۔

5- حرم مدینہ کے قریب پہنچ کر خضوع و خشوع میں اضافہ کیا جائے۔

6- اے اللہ! مجھے آگ پر حرام فرما اور روز قیامت اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔

7- شہر مدینہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا' صاف ستھرا سفید لباس پہننا مستحب ہے۔

8- یہ تصور ذہن میں لانا چاہیے کہ یہ کتنی مقدس جگہ ہے کہ ان مقامات اور راستوں پر نبی کریمؐ چلا کرتے تھے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں ہر جگہ آپؐ کے قدم مبارک لگے۔ تعظیم کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

9- جس نے معمولی سی بے ادبی کا ارتکاب کیا' خواہ بلند آواز کی صورت ہی کیوں نہ ہو' اعمال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

10- حاضری کے لئے جانے سے قبل صدقہ دینا بہتر ہے۔

11- زائر باب جبرئیلؑ سے آئے۔ اس سے داخلہ افضل ہے۔

12- مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں مسجد میں پہلے رکھے اور پڑھے: میں عظیم رب کے دامن رحمت اور نور قدیم میں پناہ لیتا ہوں لعنتی شیطان سے۔ اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں۔ اے اللہ! نبی کریمؐ پر رحمتوں کا نزول فرما۔ آپؐ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔ اپنی رحمتوں کے دروازے کھول

دے۔ مجھے حسن ادب سے نواز۔

13- ریاض الجنۃ میں بڑے خشوع و خضوع اور آنکھیں جھکا کر جائے۔

14- تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے۔

15- اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے ادب و احترام' خضوع و خشوع' انکساری و عاجزی' آنکھیں جھکائے ہوئے' اعضا ساکن و ساکت' نماز کی طرح دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے قبلہ کی طرف سے مواجہ شریف میں حاضر ہو جائے۔ آجکل وہاں سنہری جالی ہے۔

16- زائر اپنی نظریں نیچی رکھے۔

17- ادب و احترام اور عقیدت سے سلام عرض کرے۔

18- منبر شریف کے پاس آکر کھڑے ہو کر حسب توفیق اللہ کے حضور خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ مانگے۔

19- بابرکت ستونوں کے پاس بھی جا کر دعا کرے۔

20- مرقد منور کا طواف منع ہے۔ حجرہ انور کی دیوار سے دور رہے' نہ اسے بوسہ دے اور نہ طواف کرے۔ ادب یہی ہے کہ انسان جس طرح ظاہری حیات میں ادب و احترام سے حاضری دیتا ہے' اسی طرح سے حاضری دے۔

21- زیادہ دیر تک کھڑا نہ ہو تاکہ دیگر حاضری دینے والوں کے لئے جگہ بن جائے۔

22- مرقد منور کی طرف پشت نہ کی جائے۔

23- جب واپسی کا ارادہ کرے تو پھر حاضری دے۔

24- احتیاط کے ساتھ پیش نظر روضہ اقدس پر کثرت سے حاضر نہ ہو تاکہ بے ادبی نہ ہو جائے۔ کچھ بزرگ زیارت کثرت سے کرنے میں خیر سمجھتے ہیں۔

25- پانچوں وقت نماز مسجد نبوی میں پڑھے۔

26- مسجد نبوی میں نوافل کی کثرت کرے۔

27- جنت البقیع کی طرف ہر روز جانا مستحب ہے۔

-28 جنت البقیع میں مدفون لوگوں کی بلندی درجات کے لئے دعا کرے۔

-29 اہل مدینہ سے محبت کرے۔

-30 واپسی کے دن 2 رکعت نماز کے بعد مسجد کو الوداع کہا جائے پھر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگے۔

-31 یارسول اللہؐ آپ کی خدمت اقدس میں ہماری گذارش ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کریں کہ ہماری زیارت کو منقطع نہ فرمائے۔ ہمیں پھر بھی حرمین میں آنا نصیب ہو۔ دنیا و آخرت میں معافی عطا فرما۔

-32 واپسی پر اہل محبت کے آنسوؤں کے دریا بہہ جاتے ہیں۔

-33 مدینہ طیبہ کی کھجوریں اور دیگر نعمتیں اپنے اہل و عیال' عزیز و اقارب اور دوستوں کے لئے ہدیہ لے آئے۔

-34 واپسی کے موقع پر صدقہ دے۔

-35 آئندہ گناہوں سے دوری اختیار کرے اور کثرت درود و سلام میں مشغول رہے۔ آمین۔ ثم آمین۔

رحم کر تو اے خدا ان اولیاء کے واسطے
مرشد کامل امور رہنما کے واسطے

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

(آمین)